Seventh Edition, February 2016

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفوز العظیم

عظیم کامیابی

The Greatest Success

اللہ کے ولی کی گائیڈ بک

اور محاسبہ

اٹامک سائنٹسٹ انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)

Seventh Edition, February 2016

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفوز العظیم

عظیم کامیابی

The Greatest Success

اللہ کے ولی کی گائیڈ بک

اور محاسبہ

عظیم ترین کامیابی کیا ہے؟ رب کائنات سے دوستی کیسے ہو سکتی ہے؟ دنیا و آخرت کی
کامیابی کے لئے زندگی کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں؟ اولیاء اللہ کے اوصاف اور ان
کی پہچان کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟ کیسے پتہ چلے کہ
میں اللہ تعالیٰ کے کس قدر قریب ہوں؟ اپنا محاسبہ کیسے کیا جائے؟

اٹامک سائنٹسٹ انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)

کتاب	**الفوز العظیم** عظیم کامیابی
نفسِ مضمون	**الفوز العظیم** دنیا وآخرت میں کامیابی کا روڈ میپ (Road Map) ولی اور ولایت کے مقامات، زندگی کی ترجیحات، اللہ تعالیٰ کے قُرب کا حصول، ایک کامیاب مومن کی زندگی کی تصویر، ذکر، فکر، تسخیر کی اہمیت، اپنا محاسبہ اور اعمال نامہ
مصنف	سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)
پبلشر	القرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن، 60-C ناظم الدین روڈ F-8/4 اسلام آباد
ای میل	sbmahmood1213@yahoo.com
ویب سائٹ	www.darulhikmat.com
معاون اشاعت	کرنل (ر) غلام شبیر اعوان (شبیر پٹرولیم، جوہر آباد)
کمپیوٹر کمپوزر	حافظ محمد ندیم فاروقی، سید نزاکت ممتاز

پہلا ایڈیشن	جنوری 2005	تعداد	1000
دوسرا ایڈیشن	فروری 2006	تعداد	2000
تیسرا ترمیمی ایڈیشن	نومبر 2007	تعداد	2000
چوتھا ترمیمی ایڈیشن	اپریل 2010	تعداد	1000
پانچواں ایڈیشن	جولائی 2011	تعداد	1000
چھٹا ایڈیشن	اکتوبر 2013	تعداد	1000
ساتواں ایڈیشن	فروری 2016	تعداد	1000
پرنٹر			
قیمت	200/-		

ہر قسم کے "جملہ حقوق" بحق مصنف سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز) محفوظ ہیں۔

انتساب

روح کی خوشبو والے کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

هُوَالَّذِیٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا۔

” وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں پر سکون اُتارا تاکہ ان کا ایمان ، ایمان کے درجات میں بڑھتا ہی جائے۔ اور اللّٰہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے ، اوریقیناً اللّٰہ تعالیٰ علیم الحکیم ہے O تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنت میں داخل کر دے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ان کی غلطیوں سے وہ درگزر فرمائے گا۔ اور یہ ہے اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں ، بہت بڑی کامیابی(**الفوز العظیم**) “O (سورۃالفتح آیات 5 - 4)

﴿اظہار تشکر﴾

اس کتاب کے لکھنے میں، میں نے کئی بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعائے خیر و برکت کرتا ہوں۔

اگرچہ اس سمیع العلیم ذات پاک کو کسی کا نام بتانے کی ضرورت نہیں لیکن اظہار تشکر کیلئے میں اپنے محترم دوست شیخ محمد طفیل صاحب (مرحوم)، جناب شمس الحق اعوان صاحب، منیر احمد جنجوعہ صاحب، محمد شریف چیمہ صاحب اور سید ذاکر شاہ صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت محنت سے پروف ریڈنگ میں میری مدد فرمائی اور مجھے اپنی قیمتی آراء سے مستفید کیا۔

پچھلے ایک عرصے سے مجھے بہت سے اہل اللہ کی مجالس میں بیٹھنے کا موقع ملتا رہا۔ میں نے ان سے بہت سی باتیں سیکھیں اور کئی باتوں کا مشاہدہ بھی ہوتا رہا۔ 1989ء میں مجھے اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ حج پر جانے کی سعادت ملی تو ہمیں خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں سے ملنے کا بہت اشتیاق ہوا اور ہماری یہی دعا تھی کہ کسی صاحب دل سے ملاقات ہو جائے۔ چنانچہ ابھی مکہ شریف پہنچے ہوئے چند دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ باب عبدالعزیز میں چٹائی پر بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے انگلی کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا اور بٹھا کر کہا، "جمعہ جمعہ آٹھ دن اور صالحین سے ملنے کا شوق ہے میں تو سترہ برس سے یہاں بیٹھا ہوں مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا" یہ ہماری حالت کی صحیح تصویر تھی اور ہمارے لئے نصیحت بھی لیکن اس کے بعد بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ملنے کا ہمیشہ شوق رہا ہے لیکن بات وہی ہے جو اس بزرگ نے کہی کہ اہل اللہ اپنا اشتہار نہیں بانٹتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے اور ہمیں ان سے نہ جانتے ہوئے بھی مستفید کرتا رہے۔

اس کتاب کی تکمیل پر ان تمام بزرگ ہستیوں کا شکر گزار ہوں جن سے بالواسطہ اور بلاواسطہ مجھے رہنمائی ملتی رہی۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ٥

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ آمین

پانچواں ایڈیشن

جس طرح "الفوز العظیم" کو پذیرائی ہوئی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ**۔ پہلے ایڈیشنوں میں کئی ایک غلطیاں رہ گئی تھیں جنہیں دور کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً میرے قارئین میری رہنمائی کرتے رہتے ہیں خصوصاً میرے عزیز کلاس فیلو جناب انجینئر طارق مسعود خان اور محترم دوست محمد اسلم صاحب نے یہ کام بڑی عرق ریزی سے کیا ہے۔ اسی ضمن میں مولانا محمد اسحاق خطیب واپڈا ٹاؤن لاہور کا بھی بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے قرآنی آیات کی تحریر کو اغلاط سے پاک کیا۔ اس ایڈیشن کی خاص بات یہ ہے کہ طارق مسعود خان کی تحریک پر جہاں آیات کریمہ کا صرف ترجمہ دیا گیا تھا اب اصل قرآنی عربی متن بھی لکھ دیا ہے اسی طرح حوالہ جات پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ قارئین کے اصرار پر بعض جگہ مضامین کو مزید تفصیل سے بھی بیان کر دیا ہے۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ذکر کے موضوع کو زیادہ کھول کر پیش کر دیا گیا ہے، اس کے لئے میں اپنے بیٹے ڈاکٹر عاصم محمود کا بھی شکر گزار ہوں۔ ذکر اور میڈیکل سائنس کے حوالے سے جو تحقیقات پیش کی گئی ہیں وہ انہی کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ اس ایڈیشن کی اشاعت کے سلسلہ میں اپنے بیٹے شہزاد محمود چوہدری کے لئے جزائے خیر کی دعا کرتا ہوں۔

اس ایڈیشن کی خاص بات آخری باب " اپنا اعمال نامہ اور محاسبہ " کا اضافہ کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی لحاظ سے آج میری زندگی کس مقام پر ہے؟ **الفوز العظیم** حاصل کرنے کے لئے بھی ایک موقع ہے اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنا اپنا محاسبہ کرتے رہیں اور ترقیوں کی طرف بڑھتے رہیں۔ ہر آنے والا دن گزرے ہوئے کل سے آگے ہونا چاہیے۔ سورہ المدثر کی پہلی سات آیات جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت طیبہ کے مشن (Mission) کا تعین کیا گیا ہے وہی مشن ہونا چاہیے۔ اس مشن سے بڑھ کر کوئی اور دوسرا کام نہیں ہے یعنی **وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ**۔ "اور اپنے رب کی بڑائی کرو"۔ ہر سچے مومن کی زندگی کا یہی نصب العین، یہی حاصل، اور اسی کے لئے جدوجہد ہونی چاہیے۔ اسی کا نتیجہ **الفوز العظیم** ہے۔ (انشاءاللہ العزیز)

جناب کرنل (ر) غلام شبیر اعوان صاحب (شبیر پٹرولیم، جوہر آباد) کے لئے دُعا گو ہوں۔ انہیں کی اعانت سے پانچواں ایڈیشن منظرِ عام پر آرہا ہے۔

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز) جولائی 2011 اسلام آباد

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
باب نمبر 1	کامیابی	15
1.1	ہمیشگی کا سفر	17
1.2	امتحان گاہ سے گزر	20
1.3	الفوز العظیم	22
1.4	ولی کا خرقہ	25
باب نمبر 2	اللہ تعالٰی کے ولی کی بنیادی خصوصیات	27
2.1	پیری فقیری کا پُر فریب کاروبار	27
2.2	اللہ تعالٰی کے ولی بندے اور ولایت کے مدارج	29
2.3	ہمیشہ یاد رکھیں	30
2.4	مقام ولایت اور حصول ولایت	32
2.5	عام مسلمان کی مشکل	35
2.6	حسن ظن، سمت اور کشش	39
2.7	اعمال کا تول	40
باب نمبر 3	انسان کی اپنی حقیقت اور ارتقائے نفس	41
3.1	ارتقائے نفس	42
3.2	ارتقائے نفس کی مختلف کیفیات	47
باب نمبر 4	اللہ تعالٰی کے ولی کا فلسفہ حیات اور مشکلات زندگی	51
4.1	ولی اور اس کی دنیا	54
باب نمبر 5	اولیاءاللہ کا مشن (Mission) اور اوصاف	57
5.1	اللہ تعالٰی کے ولی کے بنیادی اوصاف	57

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
5.2	شریعت اور طریقت کی پہچان	60
5.3	ایمان اور صحیح عقائد	60
5.4	اللہ تعالٰی پر ایمان اور اس کی ذات کا احساس	61
5.5	عقیدہ رسالت	62
5.6	عالم الغیب کے حقائق پر ایمان	63
5.7	عالم برزخ کی زندگی	64
5.8	نعمتوں کا شکر	65
5.9	عالم برزخ کی زندگی اور ایصال ثواب	66
5.10	زندگی اور موت میں آزمائش	67
5.11	عملی جدوجہد اور توکل	71
5.12	اللہ تعالٰی کا ولی ذکر فکر اور تسخیر کا مجموعہ خصائل	73
5.13	شیطان کا ولی مفاد، رواج اور فرار کا مجموعہ خصائل	74
5.14	فرشتوں کی مدد، ضمیر کی آواز	77
5.15	کرامتوں کا ظہور اور علم الدُنی	79
5.16	محبت اور خدمت	81
باب نمبر 6	اللہ تعالٰی کا ذکر اور مراقبہ	83
6.1	ذکر کی اہمیت	83
6.2	ذکر کا حق	85
6.3	ذکر کا انعام	87
6.4	ذکر کی روح	88
6.5	ذکر العالمین	88
6.6	عمومی اذکار	90
6.7	ذکر اور جدید سائنس	92

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
6.8	ذکر ذات پاک پر قلبی کیفیات	93
6.9	ذکر لا الٰہ اللہ پر قلبی کیفیات	95
6.10	مراقبہ اور حصول مراتب	96
6.11	اللہ تعالیٰ کا بندہ، اللہ والا اور اللہ تعالیٰ جیسا	99
6.12	راہ فرار	100
باب نمبر 7	نفس کی لطافت اور ولی کے مقامات	101
7.1	زمان و مکان کے طبقات (Parallel Universes)	101
7.2	روح کی لطافت۔ نفس کی کثافت	102
7.3	مکاشفات اور عالم الغیب کی سیر	103
7.4	مکاشفات میں دھوکہ	105
7.5	ولی کے مقامات میں بلندی اور نیکیاں	107
7.6	عبداللہ۔ خلیفۃ اللہ	109
7.7	معرفت کے مقامات کی جھلکیاں	111
7.8	معیت اور فنا فی اللہ	113
7.9	توفیق اور فضل ربی	115
7.10	پیدائشی ولی	117
7.11	مرنے کے بعد ولی	117
7.12	حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و غیب کا مسئلہ	121
باب نمبر 8	ولایت اور جہاد	125
8.1	اپنے جسم کے خلاف جہاد	130
8.2	اسباب کے لئے جہاد	130
8.3	صلح کے لئے جہاد	131
8.4	جہاد اور قتال	132

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
8.5	روحانی جہاد اور اہل اللہ کے فرائض	132
8.6	حکمرانوں کی وسواس الخناس سے حفاظت	133
باب نمبر 9	اولیا اللہ کی مجالس اور ان کے خصائل	135
9.1	فریب خانوں سے بچو	135
9.2	حقیقی ولی کی مجلس	135
9.3	اللہ تعالیٰ کے ولی کی ذات وصفات	137
باب نمبر 10	ولایت کا نصاب	141
10.1	ہم اللہ تعالیٰ کے ولی کیسے بن سکتے ہیں؟	141
10.2	ولایت کے لئے بنیادی اصول	144
10.3	پہلا قدم	144
10.4	حقوق العباد اور حقوق اللہ	146
10.5	حقوق اللہ	147
10.6	وارننگ	148
10.7	حقوق العباد	148
10.8	حلال سے رغبت اور حرام سے نفرت	151
10.9	ظاہر اور باطن کی طہارت	151
10.10	صلوٰۃ کی حفاظت	154
10.11	ساحوتی صلوٰۃ	156
10.12	صلوٰۃ کی خصوصیت	157
10.13	ذکر اور حاضری	158
10.14	فکر اور علم	159
10.15	صوم وصبر	161
10.16	روزہ	164

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
10.17	ایثار، زکوٰۃ اور تزکیہ نفس	165
10.18	حج اور حاضری	167
10.19	ولی کا فلسفہ حج	168
10.20	کلمہ طیبہ اور شہادت حق	169
10.21	فلسفہ کلمہ طیبہ	170
10.22	ولایت کا ویزہ	171
10.23	راضية مرضية	173
باب نمبر 11	اللہ تعالیٰ کی پسند ناپسند، ولی کی پسند ناپسند	175
11.1	اللہ تعالیٰ کی پسند کے کام	176
11.2	اللہ تعالیٰ کی ناپسند کے کام	177
باب نمبر 12	اپنا اعمال نامہ اور محاسبہ	179
	حصہ اوّل	182
	حصہ دوم	187
	حصہ سوم	192
	دُنیا کو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور کر دو	201

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

يٰـاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۝ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ ۝
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرۡ ۝ وَ الرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ۝ وَلَا تَمۡنُنۡ
تَسۡتَكۡثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ ۝

ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جو رحمٰن الرحیم ہے

"اے کمبل اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور (دُنیا کو اُس کے انجام سے) خبردار کرو، اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔ (یہ آپ کا مشن ہے) اور (اس کام کے لئے) اپنے کپڑوں کو (ظاہر باطن) پاک صاف رکھو، اور ہر قسم کی گندگی سے دور رہو، اور (دُنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے) احسان مت جتاؤ اور (اس راہ میں آنے والی تکالیف پر) اپنے رب کی خاطر صبر کرو"۔

(سورۃ المدثر۔ آیات 1-7)

باب نمبر 1

کامیابی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ساتھ نام اللّٰہ تعالیٰ کے جو الرحمٰن اور الرحیم ہے۔
"قسم ہے مجھے زمانے کی بے شک انسان خسارہ میں ہے سوائے ان کے، جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور حق پر چلنے کے لئے ایک دوسرے کو ابھارتے رہے ،اور زندگی کی راہ میں آنے والی مشکلات کو برداشت کرنے کی تلقین کرتے رہے"۔ (سورۃ العصر،آیات1-3)

لفظ کامیابی کتنا حسین ہے۔ہم میں سے کون ہے جو کامیاب نہیں ہونا چاہتا ،لیکن کامیاب آدمی کون ہے؟ایک بھوکے کے لئے وہی کامیاب ہوگا جسے دووقت کی روٹی مل جاتی ہے، چھوٹی کوٹھی والے کے لئے بڑی کوٹھی والا کامیاب ہوگا، ماتحت کے لئے افسر کامیاب ہے ۔یعنی کامیابی کا عام معیار نسبتی (Relative)ہے۔

اگر پوچھا جائے کہ دنیا کا کامیاب ترین آدمی کون ہے تو شاید آپ کہیں کہ امریکہ کا صدر۔

اب اگر امریکی صدر سے پوچھا جائے کہ کامیاب صدر کون ہے تو شاید وہ کہے جو دوسری بار منتخب ہو گیا۔ پھر ہر کامیاب آدمی کی ریٹائرمنٹ کا وقت بھی آتا ہے جب کامیابی اپنے عاشق کو مایوس چھوڑ کر غائب ہوجاتی ہے اور پھر موت سب کو برابر کر دیتی ہے۔(Death the leveller) قبرستان ایسے کامیاب آدمیوں سے بھرے پڑے ہیں۔

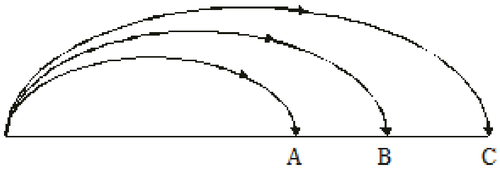

شکل نمبر 1: موت سب پروازوں کو برابر کردیتی ہے۔(Death the leveller)

کامیابی کی حرص کے پیچھے وجہ دراصل بقا (Survival) کی زبردست خواہش ہے۔ بقا کی یہ خواہش آدمی کی فطرت میں اتنی شدید ہے کہ وہ اپنی تصویر بنواتا ہے، لوہے اور پتھر سے مجسمے تراشواتا ہے، تاریخ میں نام لکھوانے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے لیکن کیا وہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد ہمیشہ کی بقا حاصل کرلیتا ہے۔ جب کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے؟ "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ "۔سائنس بھی "حرارت کے دوسرے قانون" (2nd Law of thermodynamics) کے ذریعے یہی ثابت کرتی ہے کہ اس دنیا میں آخرکار بقا صرف تباہی کو ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے اندر ہی کچھ ایسا نظام قائم کردیا ہے کہ وقت کے ساتھ وہ خودبخود ختم ہو جاتی ہیں، حتیٰ کہ تاریخ بھی فراموش ہو جاتی ہے۔ اگر کچھ بچ جائے گا تو بھی زمینی قیامت کے بعد تباہ ہو جائے گا۔ اس لئے یہاں ہمیشہ کی کامیابی کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ جیسے شکل نمبر 1 میں دکھایا گیا ہے۔ انسان کتنا بھی اونچا کیوں نہ اڑے آخرکار اسے گرنا ہی ہے۔ اگرچہ ہم میں سے ہر ایک کی پرواز جدا جدا ہے لیکن انجام کار ایک ہی ہے۔ موت سب کو برابر کر دیتی ہے۔ یعنی ہماری کامیابیاں قلیل المدت (Short Term) واقعات ہیں جو طویل مدت کے بعد گم

گذشتہ داستانیں بن جاتی ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی کسی کو یاد نہیں رہتیں۔ دنیا کی اسی بے ثباتی کو دیکھ کر نوبل انعام یافتہ سائنسدان سٹیفن وینبرگ Stephen Weinberg مایوسی کے عالم میں اپنی لاجواب کتاب "پہلے تین منٹ (First Three Minutes) کو مندرجہ ذیل حسرت انگیز الفاظ پر ختم کرتا ہے۔ ''جس قدر زیادہ کائنات کو سمجھا گیا ہے اسی قدر یہ بے حیثیت نظر آرہی ہے۔"

" The more of the universe seems comprehensible, the more it also seems pointless ".

ڈاکٹر وینبرگ کی اس مایوسی کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے فلسفہ حیات بعد الموت سے آگاہ نہیں تھا۔ یقیناً اگر حیات بعد الموت، قیامت اور قیامت کے بعد نئی زندگی پر ایمان نہ ہو تو کائنات کا سارے کا سارا انتظام بے مصرف بات ہی ہوگی جس میں ہر طرح کی جدوجہد، نام نہاد کامیابیاں اور ساری کی ساری تاریخ ایک محدود وقفہ کے عارضی واقعات ہیں لیکن حیات بعد الموت کی حقیقت یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان کو دوام حاصل ہے۔ اگرچہ ہماری دنیاوی حیات ایک نہایت مختصر سا وقفہ ہے لیکن قانون علت اور سبب (Law of cause and effect) کے تحت ہم جو کچھ بھی یہاں کرتے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے کسی دوسری جگہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ ہماری ارضی حیات کے بعد آنے والی زندگی کی تقدیر ہے جس کے مطابق فیصلہ ہوگا کہ ہم کامیاب ہیں کہ ناکام۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ بڑی سے بڑی عارضی دُنیا کی کامیابی چھوٹی سے چھوٹی ہمیشہ کی کامیابی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اس لئے زندگی کی ناکامیوں اور کامرانیوں کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

1.1 ہمیشگی کا سفر

ہمارا سفر تخلیق کائنات سے پہلے کا شروع ہے بلکہ ہم ہی غایت کائنات ہیں۔ یہ انسان

کے لئے ہی بنائی گئی تھی ۔ یوں انسان اگرچہ اپنے ظاہری ظہور میں آخری تخلیق ہے لیکن اپنے روحانی وجود میں وہ سب سے اول ہے۔ ہیشگی کے اس لمبے سفر میں ہمیں قبر سے عالم برزخ میں پہنچتا ہے اور وہاں شاید کروڑوں اربوں سال رہنا ہو، وہاں سے پھر یوم الدین پہنچتا ہے۔ جس کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں، جزا و سزا کے بعد جن لوگوں کو کامیاب قرار دیا جائے گا وہ خوشی خوشی اپنے اعمال ناموں کے ساتھ جنت کی طرف چل پڑیں گے اور جو ناکام ہوں گے وہ اپنے سیاہ اعمال ناموں کے ساتھ دوزخ کی آگ میں دھکیل دیئے جائیں گے ۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں وہاں اپنے ایمان، عقائد، نیتوں اور اعمال کی سیاہی دھونے کے لئے اربوں کھربوں سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ رہنا پڑے ۔ ہوسکتا ہے کہ بالآخر، وہ بھی جنت میں پہنچ جائیں لیکن دوزخ کی ایک ساعت کا عذاب بھی دنیا کے سارے مصائب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ یہ ہیں اصل ناکام لوگ۔

قرآن پاک کی بہت سی آیات یہ واضح کرتی ہیں کہ جنت اور جہنم میں بھی لا محدود درجات ہیں۔ ہم وہاں کس درجہ پر زندگی شروع کریں گے اور ہمارا رخ کدھر کا ہوگا۔ اس کا انحصار ہمارے نفس کی ترقی کی سمت پر ہے جو کہ نتیجہ ہے دنیاوی حیات میں ہمارے عقائد، خیالات اور اعمال کا۔ اوپر جنت کی طرف کے درجات میں راحت ہی راحت ہے اور نیچے جہنم کی طرف زحمت ہی زحمت ہے ۔ شکل نمبر 2 میں آخرت کی یہ دونوں سمتیں دکھائی گئی ہیں۔ انکا تعین دنیاوی حیات میں ہو جاتا ہے ۔ مرنے کے بعد سفر اسی سمت میں جاری رہتا ہے۔ جس سمت میں دنیا کو چھوڑا تھا۔ جنت والی سمت اوپر کی طرف ہے اور جہنم والی سمت نیچے کی طرف ہے۔ یہ ہے ہماری زندگی کے مختلف ادوار کا مختصر جائزہ۔ اصل کامیاب وہ شخص ہے جو آنے والی زندگی کو بلند سے بلند مدارج سے شروع کرے ۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص جس کا رخ تحتین کی طرف ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں جلتا رہے گا۔

يَـاَيُّهَـاالْاِنْسَـانُ اِنَّكَ كَـادِحٌ اِلٰـى رَبِّكَ كَدْحًـا

فَمُلٰقِيۡهِ ۝ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ ۝ فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا ۝ وَّيَنۡقَلِبُ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ۝ وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ۝ فَسَوۡفَ يَدۡعُوۡ ثُبُوۡرًا ۝ وَّيَصۡلٰى سَعِيۡرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِىۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ يَّحُوۡرَ ۝

"اے انسان! یقیناً تو اپنے رب کی طرف کشاں کشاں لوٹنے والا ہے، اور پھر تو اس سے ضرور ملے گا ، پس جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، پس جلد ہی اس پر حساب سہل ہو گا، اور وہ اپنے اہل خانہ کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا، اور وہ جس کا نامہ اعمال اس کی پشت کے پیچھے دیا جائے گا، تو وہ جلد ہی اپنے فنا ہونے کی آرزو کرے گا ، اور پھر بھڑکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا ۔ بے شک دنیا میں یہ آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوش تھا، بے شک وہ گمان کرتا تھا کہ ہر گز نہ لوٹا یا جائے گا"۔

(سورۃ الانشقاق، آیات 6-15)

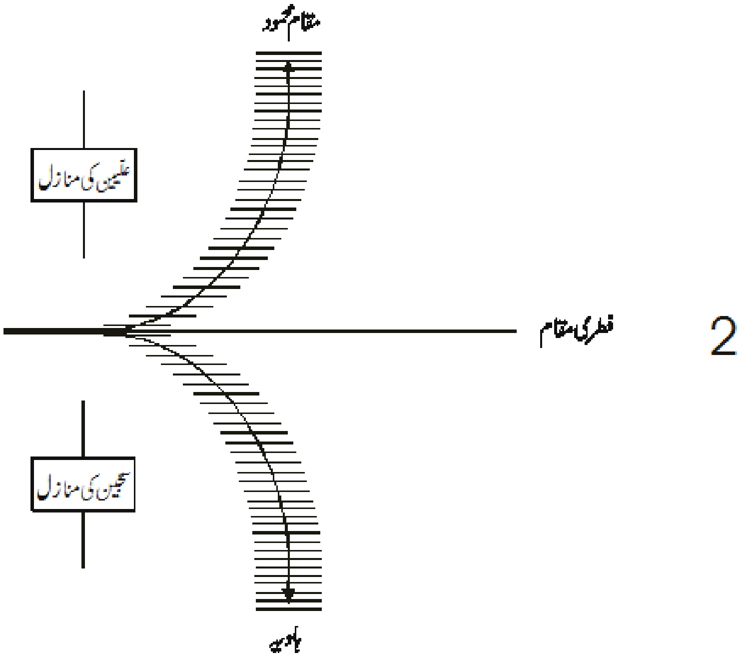

شکل نمبر 2: حقیقی کامیابی جنت کی زندگی ہے اور حقیقی ناکامی جہنم میں جلنا ہے اور ان میں بھی لامحدود درجات ہیں جو اپنے عقائد، خیالات اور نیتوں اور اعمال کے مطابق موت کے بعد ہمارا مقدر بن جاتے ہیں۔

1.2 امتحان گاہ سے گزر

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو بار بار اس بات کی یاددہانی کراتا ہے کہ زمان ومکاں میں اس کی ایک لازوال حیثیت ہے۔اس انتہائی طویل سفر میں یہ دنیا ایک مختصر امتحانی وقفہ ہے۔جیسے کارخانہ دار اپنی مصنوعات کو لیبارٹری میں ٹیسٹ کرنے کے لئے بھیجتے ہیں،ایسے ہی دنیا میں انسان کی آزمائش ہوتی ہے دراصل یہ ایک موقع ہے کہ ہم "عہد الست" کو عملی طور پر ثابت

کر کے دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں ہم سب سے اقرار لیا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ **اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ** ۔ "ہم نے کہا بے شک تو ہمارا رب ہے" ۔ دنیا میں اپنی اس بات کو عملی طور پر ثابت کرنے کے لئے ہم بھیجے جاتے ہیں ۔ اس لئے یہ کامیابی یا ناکامی کی جگہ نہیں بلکہ محض ایک امتحان گاہ ہے ۔ عقل مند وہی ہوگا جو اس امتحان گاہ کو امتحان گاہ ہی سمجھے اور زندگی کی اونچ نیچ کو کامرانی یا ناکامی سمجھنے کی بجائے اپنی تقدیر کے امتحانی پرچے کو رب کائنات کے نصاب کے مطابق حل کرتا جائے ۔ دنیا کے تمام مذاہب یہی بتاتے آئے ہیں کہ اصل کامیابی امتحان کی تیاری اور سوالوں کے صحیح جواب دینے ہی میں ہے ۔ یہی **الفوز العظیم** ہے ۔ اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے جس کے مختلف پہلوؤں کو مندرجہ ذیل آیات مبارکہ میں کھول کر واضح کر دیا گیا ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۝ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِکُمۡ وَاَنۡفُسِکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَیُدۡخِلۡکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝

"اے مومنو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلائے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر پختہ ایمان رکھو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرتے رہو یہ تمہارے

لئے بہت بہتر ہو گا اگر تمہیں معلوم ہو۔وہ تمہارے
گناہوں کو بخش دے گا، اور تمہیں ہمیشہ رہنے والی
جنت میں داخل کر دے گا ۔جس کے نیچے نہریں بہتی
ہیں۔اور رہنے کے لئے پاک جگہ تو جنت عدن میں ہے۔
یہی ہے الفوز العظیم (The Greatest Success) (سورۃ
الصف۔آیات 12-10)

1.3 الفوز العظیم

جن لوگوں میں سورہ صف کی آیات 12-10والی صفات پائی جاتی ہے ان کا انعام عظیم کامیابی **الفوز العظیم** ہے اور ایسے ہی کامیاب لوگ "**اللّٰہ کے ولی** "ہیں ۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ارضی حیات کو اپنے حقیقی مالک کے مطمع نظر کر دیا ۔دنیا سے دوستی لگانے کی بجائے اس ہستی کی دوستی کے لئے گزاردی جو تمام کائنات کا رب، حکمران اور خالق ہے اور آخر کار اسی کے دربار میں سب نے حاضر ہونا ہے ۔جب کوئی بڑی سرکار انعام دیتی ہے تو انعام بھی بڑا ہوتا ہے اپنے بندے کے لئے اللہ تعالٰی کا انعام دونوں جہانوں میں کامیابی ہے ۔اس کے لئے اولین شرط تعلق کا یہ احساس پیدا کرنے میں ہے کہ وہ ہمارا ہے اور ہم اس کے ہیں ۔اسی کی طرف سے آئے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

"بے شک ہم اللّٰہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور بے شک
ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

(سورۃ البقرۃ آیت156)

چنانچہ جس نے اپنے رب کو اپنا دوست بنا لیا اور اس کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھا، وہی کامیاب شخص ہے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے بہترین دوست ہے اور انہیں وہ دنیا و آخرت میں سب کچھ عطا کرتا ہے۔ جو ان کے لئے فائدہ مند ہو اور نقصان دہ چیزوں سے بچا کر رکھتا ہے۔

آیئے ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی دوستی پر اعتماد رکھیں، اس کی دوستی پر ناز کریں اور اس دوستی کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے فکر و محنت کرتے رہیں۔ دنیا میں کسی سے دوستی کے لئے کیا ضروری ہے؟ آپ کہیں گے خدمت اور محبت اور دوست کی پسند اور ناپسند کا خیال۔ یہی چند چیزیں اللہ تعالیٰ سے دوستی کے لئے درکار ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ دوست کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کفر اور کافر سے نفرت اللہ تعالیٰ سے دوستی کی ایک اور لازمی شرط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

" یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَO "

" اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے۔ گو کافر کتنا ہی بُرا مانیں O"

(سورہ الصف آیت نمبر 8)

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی اس کے نور کو پھیلاتا ہے اور کفر کا منہ توڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں یہ بھی فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ O

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اورسچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے خواہ یہ مشرکوں کو ناگوارہی کیوں نہ گزرے" O

(سورۃالصف آیت نمبر 9)

چنانچہ اللہ تعالٰی کا ولی ایسا مجاہد ہے جو دینِ حق کی سرفرازی کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ اسی طرف لگادیتا ہے۔

ولایت کے لئے یہ کچھ بنیادی اصول تھے۔کتاب **الفوز العظیم** ان طریقوں کی وضاحت (Manual for Eternal Success) ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہم دنیااور آخرت کی یہ شاندار کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔کامیابی کے اس راستہ کا نام ولایت کا راستہ ہےاور اس پر چلنے والے کا نام "اللہ تعالٰی کا ولی" ہے۔اس کی نمایاں صفت یہ ہے کہ اس کے دل کی کشش اس کی اولاد اور مال سے زیادہ اللہ تعالٰی کی طرف ہوگی اور اس کی زندگی کی اولین ترجیح اپنے مالک کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہوتا ہے۔جیسے آیت نمبر 28 سورۃ الانفال میں فرمایا گیا ہے "اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب آزمائش ہیں۔اور بے شک اللہ تعالٰی کے پاس بہت بڑا اجر ہے"۔اللہ تعالٰی کبھی انسان کو دے کر آزماتا ہے کبھی اس سے لے کر۔بہر حال زندگی کا لمحہ لمحہ ایک آزمائش ہے۔دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔اس لئے اللہ تعالٰی کے ولی اپنی دنیا کو آخرت پر قربان کردیتے ہیں۔

یوں یہ لوگ اپنی ارضی حیات میں بھی کامیاب ہیں اور آخرت میں تو ان کا جواب نہیں۔ یہ سوال کہ کیسے پتہ چلے کہ ولی ولایت کے راستے پر صحیح گامزن ہے؟اس کی نشانی دل کی اور غم سے آزادی ہے۔ **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** والی آیت ان کے دلوں کی ترجمانی کرتی ہے۔جب آپ اپنے دل میں اپنے اللہ تعالٰی کی دوستی کی خواہش پیدا کرنے لگیں گے تو وہ خود ہی

آپ کے اندر ایک ایسا نور ڈال دے گا جس سے حق و باطل کی تمیز کرنا آپ کے لئے آسان ہو جائے گا اور طبیعت میں سکون اور اطمینان آجائے گا۔ اس کے بعد آپ کو شیطان کی باتوں سے گھن آنے لگے گی اور دل صاف ہوتا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ولی کو حکمت و بصیرت عطا فرماتا ہے پھر اس پر حق و باطل دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔ اپنے ایسے طالبوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّـكُمۡ فُرۡقَانًا وَّيُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ‌ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ O

"اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہیں حق و باطل کے فرق کو سمجھنے کی صلاحیت (فرقان) عطا کرے گا (جس سے تم حق کو باطل سے پہچان سکو گے) اور تمہاری غلطیوں کو تم سے دور فرما دے گا۔ اور تمہارے لئے بخشش فرمادے گا ۔اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے O" (سورۃ الانفال۔آیت 29)

1.4 ولی کا خرقہ

فرقان کی عطاء، سیئات سے درگزر اور عام معافی، اللہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے جو اس نے اپنے متقی بندوں کے لئے خاص کر دیا ہے۔ یوں تقویٰ کا مقام ولایت کی پہلی منزل ہے۔ یہ دل کی وہ حالت ہے کہ محبّ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں اس کی کسی حرکت پر نازک مزاج محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا متقی بندہ اپنے رب سے بہت زیادہ محتاط ہوتا ہے۔ باب العلم،

اولیاء کے چراغ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تقویٰ کی مثال یہ ہے کہ حیات دنیا ایک خاردار جنگل ہے جس میں سے اللہ تعالیٰ کے ولی کو کانٹوں میں اُلجھے بغیر گزرنا ہے۔ جب وہ دامن کو صاف بچا کر نکل آتا ہے تو سورہ انفال کی آیت 29 میں جن انعامات کا ذکر ہے وہ اسے عطا کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا ولی کا خرقہ اس کی پھٹی پرانی بے شمار ٹکڑوں سے سلی ہوئی گدڑی نہیں بلکہ تقویٰ کا وہ لباس ہے جس کا ذکر یہاں ہوا ہے یعنی تقویٰ ولی کی یونیفارم ہے یہ پہن کر وہ ملائے اعلیٰ کے ہاں آتا جاتا ہے لیکن کس درجہ پر بٹھایا جاتا ہے اس کا انحصار سورۃ العصر میں جو چار شرائط بتائی گئیں ہیں ان کو خوش اسلوبی سے پورا کرنے میں ہے:۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

"قسم ہے مُجھے زمانے کی۔ بے شک آدمی مسلسل گھاٹے میں ہے۔ ماسوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے اور لوگوں کو حق کی طرف بُلاتے رہے اور اس راستہ میں جو تکالیف آتیں ہیں ان پر مل جُل کر صبر کرتے رہے"۔ (سورۃ العصر۔ 104)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھنے لگتا ہے اور وہ ولایت الٰہیہ کے محل میں داخل ہوجاتے ہیں۔

باب نمبر 2

اللہ تعالیٰ کے ولی کی بنیادی خصوصیات

اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کی خواہش ہر سچے مسلمان کے دل میں ہوگی لیکن عام طور پر اولیاء اللہ کے متعلق تصور یہ ہے کہ وہ کوئی ماورئی، مافوق الفطرت مخلوق ہیں اور اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے انتھک مجاہدات اور چلہ کشیوں کی ضرورت ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ بنیادی طور پر ولی کے لئے اچھا انسان اور اچھا مسلمان ہونا اولین شرط ہے۔ افسوس اس طرف کم توجہ دی جاتی ہے اور چلہ کشیوں کے ذریعے کرامات کے اظہار کو ولایت سمجھا جاتا ہے ایسے ہی غلط نظریات کے تحت انہیں اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک پل (Bridge) سمجھا جاتا ہے۔ عام مسلمان اولیاء اللہ کو اس لئے ڈھونڈتے رہتے ہیں تا کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے یا ان کی نظر فیض سے بگڑے کام بن جائیں۔ مطلبی دنیا میں اس طرح کے شارٹ کٹ (Shortcuts) حاصل کرنے کے لئے اگر تھوڑے بہت چڑھاوے، تحفے تحائف اور خدمت کرنا پڑے تو کیا مضائقہ۔ اگر دنیا کے افسروں کو رشوت دینے سے کام بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے افسروں کی کیوں نہ خدمت کی جائے۔ افسوس کہ اس طرح کی خدمت کرانے کے لئے مکر سے ولایت کی دوکان چلائی جاتی ہے۔

2.1 پیری فقیری کا پُرفریب کاروبار

دنیاوی مفاد کے اس عنصر کی وجہ سے اولیاء اللہ کے نام پر نام نہاد پیر، فقیر اور نام نہاد اہل اللہ کا ایک جمِ غفیر ہے جو روحانیت کی تجارت کرتا پھرتا ہے اور مختلف خود ساختہ عہدوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ جیسے سول سروس میں سیکشن آفیسر سے سیکریٹری جنرل کے عہدے ہیں یا فوج میں تعین

سے جرنیل تک کبریائی کی لائن ہے۔ان اسی طرح خودساختہ ولیوں میں بھی کوئی ابدال کوئی قطب اور کوئی اوتا دبنا بیٹھا ہے۔مریدوں کے تحائف اور نذرانوں پر گزارا کرتے ہیں لیکن اپنے آپ کو حاکم زماں، مالک ہفت اقلیم بتاتے ہیں ۔اختیارات اور پاور (Power) کا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کے حکمرانوں کی تقرری اور معزولی انہی کے دستخطوں سے ہوتی ہے۔غیب دانی ان کے گھر کی لونڈی ہے۔نعوذباللہ۔رب کائنات کی حیثیت تو آئینی صدر کی ہے۔وزیر اعظم کے اختیارات انہی نام نہاد صاحبزادہ پیر طریقت، رہبر شریعت، غوث زمان، مالک ہفت اقلیم، قطب الاقطاب، سگ دربار مصطفیٰ وغیرہ وغیرہ کو تفویض شدہ ہیں۔جاہل مریدین اور قریبی مصاحبین کا جم غفیر اپنے اس ڈرامہ پیر (یہاں اصل پیر مراد نہیں) کی ولایت، کرامات اور نگاہ کے فیض کا پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں یوں مکر اور فریب کی ایسی دوکانیں دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی جاتی ہیں۔ایسے ہی لوگوں کے بارے فرمایا گیا ہے:۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِعِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَاَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ۝

”بہت سے لوگ بغیر علم اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔بیشک ایسے حد سے باہر نکل جانے والے لوگوں کو تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ اور چھوڑ دو ظاہر اور باطن گناہ کو۔بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں وہ عنقریب ہی اس کی سزا پائیں گے“ ۔
(سورۃ الانعام آیت نمبر 119-120)

2.2 اللہ تعالیٰ کے ولی بندے اور ولایت کے مدارج

اصل اولیاء اللہ کی حقیقت ان فریب کار شیطان کے چیلوں سے بہت مختلف ہے۔ وہ کوئی ماورائی مخلوق نہیں، نہ ہی ولایت کوئی مافوق الفطرت بات ہے سورۃ البقرہ کی آیت 257 کے مطابق ہر مومن کے اندر اللہ تعالیٰ کی ولایت کا جوہر موجود ہے۔ اصل بات اچھا انسان ہونا، دل میں اللہ کی محبت، خدمت کا جذبہ اور اس کی طرف کشش سے ہے۔ جس دل میں بھی یہ کشش ہے اور خدمت کا جذبہ ہے وہ کسی نہ کسی درجہ میں اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور آپس میں بھی یہ سب ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

"اللہ تعالیٰ ولی ہے ایمان والوں کا، وہ انہیں ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کا ولی شیطانی قوتیں ہیں جو انہیں نور سے ظلمتوں کی طرف نکال لے جاتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔(سورۃ البقرہ، آیت 257)

اسی ضمن میں کئی دوسری آیات بھی ہیں۔ ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے جس کسی نے بھی صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھ کر جھوٹے خداؤں سے آزادی حاصل کر کے ایک اللہ تعالیٰ کا

ہو گیا، سرورِ کائنات کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کر لیا اور زندگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری سے گزارنا شروع کر دی، وہ ولایتِ الٰہی کے حلقہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ مزید ترقیوں کے لئے دل کی محبت اور خلوص سے جدوجہد ہے۔ یوں کلمہ طیبہ کی مثال کسی درخت کے بیج کی سی ہے۔ نمو و نشو نما سے وہ ایک عالی شان بار آور درخت بن سکتا ہے لیکن اگر احتیاط نہ کی جائے تو جل بھی جاتا ہے۔ ولایت کا جوہر ایمان ہے اور ہر ایک مومن اپنی ولایت کے جوہر کو مناسب تعلیم و تربیت، عبادات، صالح اعمال، احسن معاملات حقوق اللہ اور حقوق العباد کے آب و گل سے ایک ایسا شجر طیبہ بنا سکتا ہے۔ جس کی جڑیں زمین میں ہوں گی اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہوں گی۔ یہی حقیقی کامیابی ہے۔ جس کو قرآن کی زبان میں **الفوز العظیم** کہا گیا ہے۔

2.3 ہمیشہ یاد رکھیں

☆ ولایت کی بنیاد اچھا انسان ہے جو مہذب، عقل و شعور، اعلیٰ اخلاق، رحم، عدل، اخلاص اور دوسروں کے لئے ایثار کا مرقع ہو اور باہمی معاملات میں صاف ستھرا اور کھرا ہو۔ ایسے لوگ ہر قوم اور مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام ان فطری صلاحیتوں کو مزید ترقی دیتا ہے۔

☆ اچھے انسان سے اوپر ایک اچھا مسلمان ہے جو عقل، اخلاق اور ایثار کے علاوہ ایمان، عملِ صالح اور تقویٰ بھی رکھتا ہے۔ اس کے سامنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور اُن کا اسوۂ حسنہ ہے۔ جس کی پیروی کی وہ حتی الوسع کوشش کرتا ہے۔ جیسے سورہ العصر میں بتایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے ولی بننے والے صرف اپنی ذاتی ترقی کے لئے کوشاں نہیں بلکہ ایک معاشرہ کو آگے لے جانا چاہتے ہیں۔ یوں وہ انفرادی اور باہمی نصیحت اور تلقین کے ذریعہ اپنے درجات میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔

☆ اچھے مسلمان سے اونچا درجہ مومن کا ہے جو اچھے مسلمان کی تمام خوبیوں کے علاوہ ذکر،

فکر اور تسخیر کا بھی دھنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰی کا تقویٰ، اس کی کائنات کا علم، قرآن کریم میں غور و فکر اس کا خاص امتیاز ہے۔ وہ ایک مخلص، اللہ کا مجاہد بندہ ہے۔ جس کی زندگی کی ترجیحات اپنے رب کا پیغام اور اس کا نام بلند کرنا ہوتا ہے۔

☆ مومن کے اوپر اللہ تعالٰی کا ولی ہے۔ جس کی صفات میں محبت، اطاعت اور خدمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن کی اعلیٰ مثال قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالٰی کی مخلوق کے لئے ان کا وجود رحمت ہوتا ہے۔ اُن کا دل دنیا میں رہ کر بھی اس سے علیحدہ ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالٰی سے سب چیزوں سے بڑھ کر محبت کرنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق اور اللہ تعالٰی کی مخلوق کی بھلائی میں سدا مصروف رہتے ہیں۔

☆ ولی سے بلند مقام عبداللہ کا ہے۔ اللہ تعالٰی کا بندہ جو اس کی معرفت، معیت اور عبودیت میں جیتا ہے۔ وہ ہر دم اپنے رب کے حضور حاضر، اس کا نام بلند کرنے میں مستعد اور کم از کم اپنی دنیا کی حد تک تو خلافت الٰہیہ قائم کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ بلا خوف و حزن اپنے رب کی رضا پر وہ راضی رہتا ہے۔

☆ ان سب سے بلند تر درجہ پر نفسِ مطمئنہ فائز ہے جو ایک اچھا انسان، اچھا مسلمان، اچھا مومن، اچھا ولی، اللہ تعالٰی کا اچھا بندہ تو یقیناً ہوتا ہی ہے لیکن وہ اپنی ذات کو اپنے مالک کی ذات پر مٹا کر اس سے کلی طور پر راضی ہو کر مالک کی خوشنودی پا لینا چاہتا ہے۔ اس کے عوض مالک اسے نفسِ مطمئنہ عطا کرتا ہے اور بے حد عزت افزائی کرتا ہے اور اپنے خصوصی مقرب بندوں میں اس کو داخل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالٰی کے فرشتے اس کیلئے دُعائیں کرتے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کو سلام عرض کرتا ہے۔

شکل نمبر 3 میں ان بنیادوں پر قائم اللہ تعالٰی کے حقیقی اولیاء اکرام کے مختلف مقامات اور خصوصیات کو دکھایا گیا ہے۔

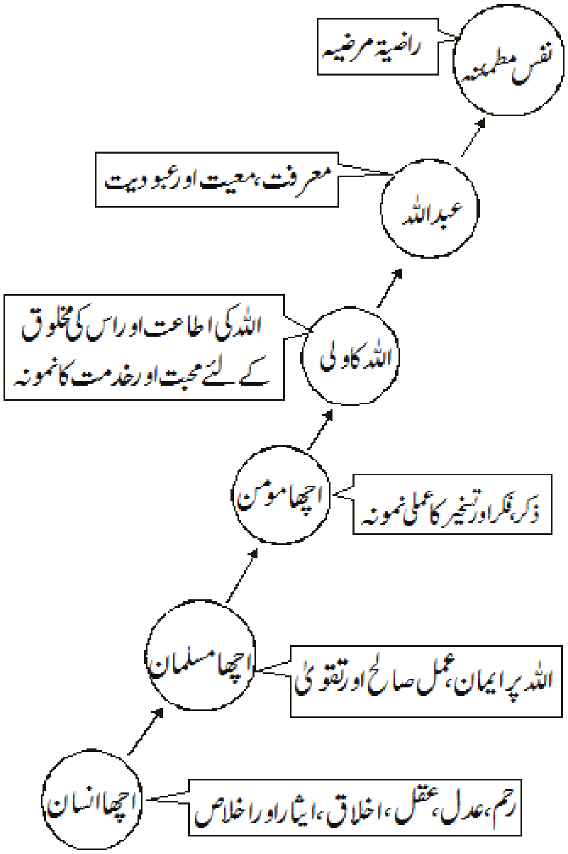

شکل نمبر 3: ولایت کے مدارج۔قدم بقدم ترقی

2.4 مقام ولایت اور حصول ولایت

آیئے اب اللہ تعالیٰ کے ولی کے مقام اور اس کی شان کو سمجھ لیں ۔ولی کا مطلب دوست ہے۔جس آدمی کے دوست بڑے ہوں وہ خود بھی بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے ۔اس پیمانہ پر اس ہستی کی عظمت پر غور کریں۔جس کا ولی اللہ، رب کائنات ہو۔

اس کی شان اور مقام کے بارے میں اللّٰه تعالیٰ کے حبیب صلی اللّٰه علیه وآله وسلم کا ارشاد هے که " جب بنده اپنے رب کا ولی یعنی دوست بن جاتا هے تو اس کی شان دنیا و جهاں میں نرالی هو جاتی هے ۔ " بخاری شریف میں حضرت ابوهریره رضی اللّٰه تعالیٰ عنه سے روایت هے که محبوب الٰهی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم نے فرمایا که اللّٰه تعالیٰ کا ارشاد هے که " جو میرے دوست کو ایذا پهنچائے میری طرف سے وه حالت جنگ میں هے۔" (بخاری شریف) اور مزید خبر دی که اللّٰه تعالیٰ فرماتے هیں " اپنے بندوں پر جو فرائض میں نے عائد کئے هیں انکی ادائیگی سے میرا تقرب حاصل کرنا مجهے بهت پسند هے اور جب پسندیده فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعه میرا قرب حاصل کرنے میں لگا رهتا هے تو بالآخر وه منزل آجاتی هے که میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا هوں اورپھر میں اس کا کان بن جاتا هوں جس سے وه سنتا هے اور اس کی آنکھ بن جاتا هوں جس سے وه دیکھتا هے اور میں اس کا هاتھ بن جاتا هوں جس سے وه پکڑتا هے اور اس کا پیر بن جاتا هوں ،جس سے وه چلتاهے۔ ایسے وقت میں وه مجھ سے جو کچھ مانگتا هے میں اسے دے دیتا هوں جن باتوں سے اسے بچنا چاهیے میں اسے بچاتا هوں۔" (صحیح بخاری)

اس اصول کے مطابق کہ "مَنْ طَلَبَ وَجَدَ"، "جو کوئی طلب رکھے گا پالے گا" تو اسے خضر راہ بھی مل جائے گا ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ولایت کا یہ شاندار اور قابل رشک مقام ہر مسلمان کی پہنچ میں ہے ۔ شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھو اور اس سے حسن ظن رکھو، خدمت کو اپنا شعار بناؤ اور امید بہار میں اس کے ساتھ لگے رہو، مانگتے رہو اور خوب مانگتے رہو۔ انشاءاللہ قرب الٰہی نصیب ہوگا ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے مایوسی اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ان

کے لئے دردناک عذاب ہے فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O

"اور جنہوں نے میری آیات اور میری حضوری کا انکار کیا یہ وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہوگئے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔" (سورۃ العنکبوت آیت 23)

ایسے لوگوں کے برعکس وہ جنہیں ہدایت کی تلاش ہے ان کے بارے ارشاد ربی ہے:۔

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ O

"اور جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہم میں (ہماری طرف) ہم اُنہیں ضرور ہدایت دیں گے اپنی راہوں پر۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

(سورۃ العنکبوت آیت 69)

اس نوید حق کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بھی مومن سچی طلب کے ساتھ اپنے رب کے قرب کے لئے محنت کرے گا تو انشاءاللہ وہ ضرور اس کی دوستی کی راہ پالے گا۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے تیار ہوں تو وہ مہربان ذات خود آگے بڑھ کر ہمیں اپنا دوست بنا کر ہمیشہ کی کامیابی عطا فرما دے گی۔ بات ہماری طرف سے بگڑتی ہے۔ ہمیں اپنے رب کی دوستی پر اعتماد نہیں ہے۔ وہ تو یہ فرما کر **اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** (سورۃ البقرہ آیت 257) ہمیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہے، کیا ہم بھی اسے اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں یا اس پر شک کرتے ہیں؟

یادرکھو! "خلوصِ دل سے جو بھی اللہ تعالیٰ سے دوستی کی امید رکھتا ہے تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا بہترین دوست پائے گا۔ بلاشبہ وہ فریادیں سننے والا ہر چیز جاننے والا اور بے حد محبت کرنے والا رب ہے۔

2.5 عام مسلمان کی مشکل

عام مسلمان کے ولایتِ الٰہی سے محروم رہنے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے اپنے رواج، مفادات، خواہشات کا شرک۔

2۔ ایمان کی کمزوری اور شک۔

3۔ اعمال میں سستی اور گمراہی

4۔ قول وفعل میں تضاد اور منافقت

5۔ امراضِ قلب یعنی جہالت، غرور، غیبت، حسد اور خود پرستی وغیرہ

اکثریت اللہ تعالیٰ کو زبان سے مانتی ہے لیکن دل سے تسلیم نہیں کرتی۔ ظاہراً تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب کہتے ہیں لیکن باطن میں ذاتی مفاد اور باپ دادا کے رواج ان کا خدا ہیں جن کی وہ ساری زندگی پوجا کرتے ہیں۔ اگر کوئی رب کو رب تسلیم کرتا بھی ہے تو اسے بہت دور سمجھتا ہے اور خود آگے بڑھ کر براہ راست دوستی کرنے کی بجائے جنہیں وہ اہل اللہ سمجھ لیتا ہے ان کی وساطت سے اسے قریب کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ وہ خود فرماتا ہے کہ میں کسی سے بھی دور نہیں بلکہ ان کی شاہ رگ سے بھی قریب تر ہوں۔ افسوس کہ ہم اسے دور سمجھتے ہیں:۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ○

"اور ہم تم سے تمہاری اپنی نسبت سے بھی قریب تر ہیں لیکن تمہیں بصیرت نہیں"۔

(سورۃ الواقعہ آیت 85)

مزید حکم ہے:-

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ O

"اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب میرے بندے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے میرے متعلق پوچھیں تو بتادیجئے کہ یقیناً میں بہت قریب ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، چاہئیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں"۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 186)

لیکن ہمیں اپنی دعاؤں کی قبولیت پر یقین ہے نہ قبول کرنے والے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ اپنے آپ پر بھی شک ہے اور رب پر بھی شک رکھتے ہیں جس کی بڑی وجہ شرک، اور اللہ تعالیٰ کی شان سے بے پرواہی اور جہالت ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ ہم دنیا کی چیزوں کے علم کے لئے کوشاں ہوتے ہیں لیکن اپنے رب اور اپنی ذات کے متعلق علم حاصل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، نہ ہی اپنی پیدائش کے پیچھے جو مقصد ہے اس کو سمجھنے کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی کائنات کی پیدائش اور اس کو چلانے والے کا سوچتے ہیں۔ اکثریت کے نزدیک پیدائش بھی ایک حادثہ ہے، زندگی بھی حادثہ اور موت ایک اور حادثہ ہے جب کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی کے لئے پہلی بات یہی ہے کہ مومن اپنے دل میں سے شک وشبہات نکال دے، رواج اور مفاد کے خداؤں کو دھکا دے کر باہر پھینک دے۔ یوں **لَآ اِلٰـہَ** کا مقصد پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات واحد کو ہی دل میں بٹھا لے۔ اسی کو پوجے، اسی سے محبت کرے، اسی کے لئے جیئے اور اسی کے لئے

مرے۔اس سے حسن ظن رکھےاوراس حقیقت کوجاننے کے لئے بیتاب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کس خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہےاوراسے مقصد کی تکمیل کے لئے اُسے کیا کرنا ہے؟اور جب اسے یہ بات سمجھ آجائے تو پھراپنی زندگی کواس مقصد کی طرف لگادے۔

وہ مقصد کیا ہے؟صرف یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کواپنا مالک مان لوں،خوداس کا بندہ بن کراس کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کی ٹھان لوں،اوراپنی مرضی چھوڑدوں،اس سے محبت کروں اور اس کی بنائی ہوئی مخلوق کی خدمت کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہ "مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔اسے اپنی مخلوق سے محبت ہےاس لئے مجھے بھی اُس کی مخلوق سے محبت کرنا چاہیے۔اُس نے مجھےاپنے لئے بنایا ہے،دُنیا کے لئے نہیں۔وہ فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ O

"اور نہیں پیدا کیا ہے میں نے جنات اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبودیت اختیار کریں"۔

(سورۃ الذاریات، آیت 56)

ایک عام مسلمان اوراللہ تعالیٰ کے ولی میں یہی بڑا فرق ہے۔اگر چہ دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن ایک اس بات کوتسلیم کرتا ہے دوسرا شک میں مبتلا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کودور سمجھتا ہے،یہ اللہ تعالیٰ کونزدیک سمجھتا ہے وہ اپنی مرضی چلاتا ہے یہ اس کی مرضی پر چلتا ہے۔غرض اللہ تعالیٰ کا ولی زندگی کواپنے مقصودِ حیات کی تکمیل کے لئے گزارتا ہے،جب کہ عام آدمی اسے دنیا کی محبت ذاتی مفاد، خاندانی رواج اور نفس کی خواہشات کی تکمیل میں ضائع کرتا ہے۔اگر چہ دونوں ہی اپنی اپنی کامیابی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں لیکن عام آدمی چند دن کی واہ واہ کے لئے زندگی کوداؤپر لگائے بیٹھا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہمیشہ کی کامیابی کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔

فرق صرف نیت،طریقہ (Approach)اورترجیحات کا ہے۔عباءاورسر پر دستار سے کوئی ولی نہیں بنتا، نہ ہی پینٹ کوٹ کسی کے درجات میں حائل ہوتے ہیں۔اصل بات اللہ تعالیٰ

سے دوستی کا شوق اور پھر اس شوق کی تکمیل کے لئے زندگی کا صحیح رخ اور اس کی طرف محبت سے محنت اور اس کی مخلوق کی خدمت میں ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ولایت جیسے اعلیٰ انعامات کے لئے بندہ کے اعمال کافی نہیں بلکہ مالک کی دی گئی توفیق چاہیے لیکن یقین رکھو کہ وہ مالک کسی کو ضائع نہیں کرتا، جو بھی ہاتھ بڑھاتا ہے وہ اسے اپنی طرف اوپر اٹھا لیتا ہے۔ آپ یہاں زمین پر "یا اللہ یا اللہ" پکارتے ہیں وہ عرش پر فرماتا ہے "اے میرے بندے، اے میرے بندے" وہاں تو دعوت عام ہے لیکن بندہ ہی قدر دان نہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے قدر دانوں کے لئے دُنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی لکھ دی ہے۔ آؤ دعا کریں:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

"اے ہمارے رب ہمیں عطا کر اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا"
(آمین) (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 201)

آگ کا عذاب شرک، شک، منافقت، جہالت، حسد، غیبت اور خود پسندی اور تکبر اور نفرت جیسے امراضِ قلب کی وجہ سے ہے۔ جن کی تپش روح کو جھلس کر سیاہ کوئلہ بنا دیتی ہے اور آخرت میں یہی گناہ دوزخ کے مختلف عذابوں کی شکل میں ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی بننا چاہتے ہو تو اپنے آپ سے دُشمنی چھوڑ دو۔ یقین جانو دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی، دنیا میں عزت، اور آخرت میں عزت، دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں خوشحالی مومن کی تقدیر ہے۔ ایک دفعہ اپنے عمل سے اور نیت سے اپنے آپ کو مومن بن کر دکھاؤ تو سہی۔ آپ کا رب تو بڑے پیار سے تمہاری راہ تک رہا ہے۔

2.6 حُسنِ ظن، سمت اور کشش

اصل بات اللہ تعالیٰ سے حُسنِ ظن اور اپنی سمت کو ٹھیک رکھنے میں ہے۔ جس طرف ظن کی سمت ہوگی اُدھر ہی جاؤ گے۔ کشش اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف جاؤ گے۔ کشش شیطان کی طرف ہوگی تو شیطان کی طرف پہنچ جاؤ گے۔ قربت کی طرف رفتار کا انحصار بھی کشش پر ہے۔ زیادہ کشش ہوگی تو منزلِ مقصود پر جلدی پہنچ جاؤ گے، کم ہوگی تو بہت دیر بھی لگ سکتی ہے۔ لیکن غلط رخ پر کشش کہیں سے کہیں لے جائے گی اور منزل ہمیشہ کے لئے کھو جائے گی۔ زمینی چیزوں کی کشش اسفلین میں گرانے کے لئے کافی ہوگی۔

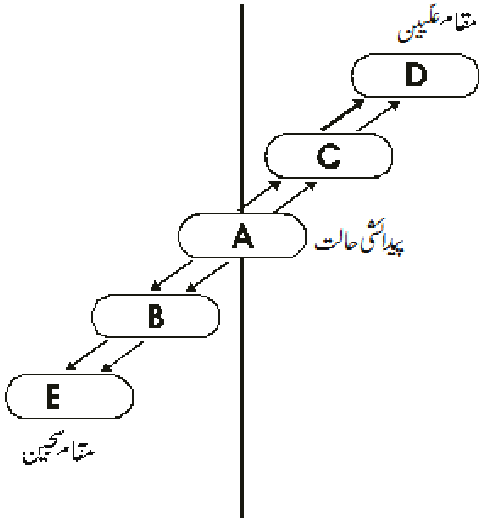

شکل نمبر 4: نفس کی کشش اور منزل

اس لئے ولایت کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی طرف کشش پیدا کی جائے۔ یہ اصولِ قدرت ہے کہ جس طرف کشش ہوگی اسی طرف حرکت ہوگی۔

روح القدس اور شیطان دونوں نفس کو اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ روح القدس کا مقام علّیین ہے اس لئے وہ اسے علّیین میں لے جانا چاہتی ہے۔ شیطان کا مقام سجّین ہے وہ اسے سجّین میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس جنگ میں آپ کی ہار جیت کا فیصلہ آپ کی محبت اور کشش کی سمت سے ہوتا ہے۔ شکل نمبر 4 میں علیین اور سجین کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی مختلف حالتوں کا نقشہ ہے۔ پیدائش پر اس کی حالت شکل Aوالی ہے۔ نفس مطمئنہ Dوالی حالت ہے جہاں نفس علّیین میں داخل ہو چکا ہے۔ Bنفس امارہ والی حالت ہے۔ بیچارہ سجّین میں گرنے ہی والا ہے۔ کامیاب وہ ہیں جن کی کشش کی سمت مقامِ علّیین کی طرف ہے۔

2.7 اعمال کا تول

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف کشش زیادہ ہے تو اعمال زیادہ وزنی ہوں گے اور اگر دنیا کی طرف دل میں کشش زیادہ ہے تو اعمال اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہلکے ہوں گے۔ یعنی اعمال کا تول اللہ تعالیٰ اور دنیا سے محبت کا حاصل نتیجہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی دنیا کی چیزوں سے دل لگانے کی بجائے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل لگاتا ہے۔ وہ دُنیا میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے، جب کہ ان کے برعکس عام آدمی دُنیا میں دُنیا کے لئے رہتا ہے۔ جس کی خاطر آپ زندہ ہیں وہی آپ کے نفس پر حاوی ہو جاتا ہے، ادھر ہی آپ کی روح بھی ترقی کرتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ترقیوں میں مقام علّیین ہے، دنیاوی اشیاء کی طرف ترقیوں میں مقامِ اسفلین ہے۔

باب نمبر 3

انسان کی اپنی حقیقت اور ارتقائے نفس

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا قول ہے **"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ"** جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پیشتر کہ ہم ولایت الٰہی کے حصول کے موضوع پر مزید بات چیت کریں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ ہم خود کیا ہیں؟ اور ہمارا نفس کیا ہے؟ جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''حیات بعد الموت'' میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں کہ انسان ایک بااختیار روح اور ایک زندہ جسم کا جوڑا ہے۔ جسم مانند مکان ہے اور روح مانند مکین ہے۔ یہ مکین اس وقت تک اس مکان میں رہے گا جب تک مکان سلامت ہے۔ مکان گر جاتا ہے یا گرا دیا جاتا ہے تو مکین اس گھر کو چھوڑ دے گا اور کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے گا۔ اگر کوئی جگہ نہیں تو بے گھر گلیوں میں گھومے گا۔ بالکل کچھ ایسا ہی حال آدمی کا ہے۔ اسکے اوپر کچھ خارجی مخلوقات بھی کام کرتی ہیں جو کہ ایک شیطان اور دو فرشتے ہیں۔ ان سب کے زیر اثر جو شخصیت (Personality) بنتی ہے اسے نفس کہا جاتا ہے۔ گویا روح جب دنیا میں سے گزرتی ہے تو نفس بن جاتی ہے۔ یعنی آدمی کا نفس اس کا حاصل زندگی ہے۔ یہی ہم خود ہیں، اسی کو بقا حاصل ہے۔ قبر سے یوم الدین تک یہی مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور اسی کو جزا اور سزا ہے۔

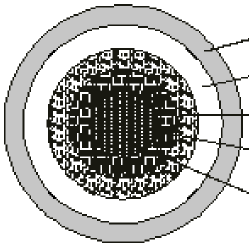

شکل نمبر 5 مخفی در مخفی انسانی خاکہ

غرض ہم روح لے کر پیدا ہوتے ہیں اور دنیا سے نفس بن کر جاتے ہیں۔ اگر روح ہماری تخلیق کا خالص جوہر ہے تو نفس اس جوہر کی وہ شکل ہے جو دنیا میں رہ کر وہ بن جاتا ہے۔ ان کی مثال بیج اور درخت کی سی ہے۔ اگر بیج روح ہے تو نفس اس سے اُگنے والا درخت ہے۔

3.1 ارتقائے نفس

جیسے اُوپر کہا جا چکا ہے کہ ہر آدمی اپنی پیدائش کے وقت جسم زندگی اور روح کا مجموعہ ہوتا ہے اور مرتے وقت نفس بن کر اگلے جہاں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جسم زمین کے عناصر کا مجموعہ ہے۔ جب اللہ تعالٰی کے ڈیزائن کیمطابق ان اجزا کو ترتیب مل جاتی ہے تو یہ زندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے ایک نیوکلیئرری ایکٹر اپنے اجزا کی ایک خاص ترکیب اور مقدار کے بعد توانائی کا خود آگہ کار بن جاتا ہے۔ روح امر ربی ہے وہ نئے پیدا ہونے والے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کو کوئی گھر الاٹ ہو جائے تو وہ اس میں رہنا شروع کر دیتا ہے یا دانے کو زمین میں دفن کر دیا جائے تو اُگ آتا ہے۔ تو روح مانند بیج ہے اور جسم مانند مٹی۔ پھر جیسے بیج سے پودا اُگ پڑتا ہے اور وہ زمین سے پانی اور معدنیات خوراک وغیرہ اور سورج سے روشنی لے کر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روح ماحول اور جسمانی اعمال کے زیر اثر نشو ونما پانا شروع ہو جاتی ہے۔ جیسے گرد و غبار سے سورج کی روشنی پودے تک کم پہنچتی ہے اسی طرح گناہوں کے گرد و غبار کی وجہ سے روح تک ہدایت پہنچنا کم ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے اسکی نشو ونما رک بھی جاتی ہے۔ بیمار اور کمزور نفوس اسی کا نتیجہ ہیں۔

اپنی ترکیب میں انسان کے جسم اور اس کی زندگی کا تعلق طبیعیات سے ہے، جبکہ روح، ملائکہ اور شیطان کا تعلق مابعد طبیعیات سے ہے۔ اپنے زمینی تعلق کی بنا پر جسم کا فطری جھکاؤ مادی یعنی زمینی اسباب کی طرف رہتا ہے اور روح کا میلان اپنے جنتی وجود کی بنا پر کائنات کی سچائیوں کی طرف ہوتا ہے۔ اسکے اوپر ملائکہ اپنے نوری وجود کی بنا پر روح کو ہدایت کی روشنی کا پیغام دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے شری قوتوں کے خلاف اسکی حفاظت کے لئے مقرر نظام ہے۔

فرشتوں کے ذمہ یہ کام بھی ہے کہ انسان جو بھی عمل کرے وہ لکھتے جائیں۔ یوں ہمارا اور انکا ساتھ زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ موت کے بعد عالم برزخ میں بھی رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات سے انسان پر فرشتوں کا حفاظتی نظام ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ o ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَهُ الْحُكْمُ قف وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ o

"اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے، ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ اس کام میں کوئی سستی نہیں کرتے پھر لوٹائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا سچا مالک ہے۔ خبردار، اُسی کا حکم جاری و ساری ہے اور وہ بہت تیز حساب لینے والا ہے۔(سورۃ الانعام، آیت 62-61)

فرشتوں کے حفاظت اور اعمال لکھنے کی ذمہ داری کا سورہ الانفطار میں بھی ذکر ہے فرمایا:۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ o كِرَامًا كَاتِبِيْنَ o يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ o

"اور بلاشبہ تم پر حفاظت کرنیوالے (فرشتے) مقرر ہیں o معزز لکھنے والے o وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو o"
(سورۃ انفطار، آیات 12-10)

خیر کی ان قوتوں کے ساتھ ساتھ انسان شر والی شیطانی قوتوں میں بھی گھرا ہوا ہے۔ ان

کا سرغنہ ابلیس ہے جو برائی کے ٹولہ کا سردار ہے، وہی جو حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے کا موجب بنا اور اب بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے کہ واپس اپنے جنتی گھر میں نہ جا سکیں، لیکن وہ زبردستی نہیں کر سکتا۔ صرف انسان کے ذہن میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اسی لئے سورہ الناس میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانی شیطانوں کے وسوسوں سے پناہ مانگنے کیلئے ہدایت فرمائی ہے۔ سورہ الزخرف میں بھی شیطان کے تسلط اور اس کی انسان دشمنی کو واضح کیا گیا ہے۔ فرمایا:۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ○

"اور جسے رحمان کے ذکر سے بے کلی ہو تو اس پر ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے ○ اور بدیں وجہ (شیاطین) ان کو راہ راست سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں ○ یہاں تک کہ جب (مرنے کے بعد) وہ ہمارے پاس آئیگا تو (اپنے شیطان سے) کہے گا افسوس کہ میرے اور تمہارے درمیان انتہائی مشرق کی سمتوں کا فاصلہ ہوتا۔ پس وہ کتنا بُرا ساتھی ہے ○" (سورہ الزخرف ، آیات 36-38)

خیر اور بدی کی ان قوتوں کے درمیان آدمی کو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار، شعور اور ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے خود راستہ بنانا ہے۔ یہ کہ وہ اپنے رب کے راستہ پر چلتے ہوئے اپنی کھوئی ہوئی جنت کی طرف چلتا ہے یا شر کی قوتوں کا ساتھ دے کر جہنم کی آگ میں پہنچ جاتا ہے، یہ اس کا اپنا انتخاب ہے۔ یہی انتخاب کسی کو اللہ تعالیٰ کا ولی بنا دیتا ہے اور کسی کو شیطان کا۔

آیئے اب نفس کی نشوونما پر دوبارہ غور کریں۔ اس ضمن میں جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے

روح کی مثال کسی درخت کے بیج کی سی ہے اور نفس کی اس سے اُگنے والے درخت کی سی ہے۔ درخت کا میلان طبع سورج تک پہنچنا ہے جب کہ اس کے جسم کا بوجھ اسے زمین کی طرف کھینچتا ہے۔ اگرچہ بیج اس سے اُگنے والے درخت کی پوری کیفیت کا امین ہوتا ہے لیکن ماحول، زمین، پانی ہوا اور مالی کی دیکھ بھال وغیرہ کے اثرات کی وجہ سے ایک ہی قسم کے بیجوں سے اگنے والے درخت مختلف قد کاٹھ کے ہوتے ہیں اور بعض حالات میں تو بیج زمین ہی میں گل سڑ جاتا ہے۔ یہی حال ہمارے نفوس کا ہے۔

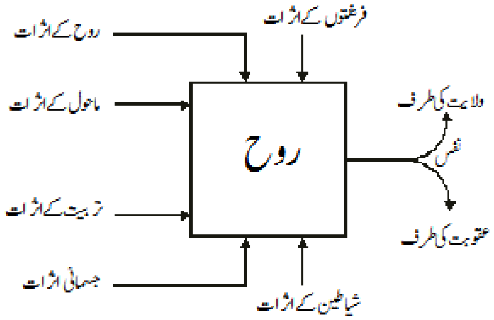

شکل نمبر 6: روح سے نفس تک

اگرچہ ہر بچے کی روح دینِ فطرت پر ہوتی ہے لیکن اختیار اور شعور کے صحیح یا غلط استعمال اور ماحول، معاشرہ اور ماں باپ کے اثرات کے نتیجہ میں وہ کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کا ولی بننے والا نفس توبہ، نوافل اور ذکر الٰہی سے اپنی بنیادی کمزوریوں کو دھوتا رہتا ہے، اپنی نیت، شعور اور اختیار کے مناسب استعمال سے اپنے جسم کے پستی کی طرف میلان طبع کا مقابلہ کرتا ہے یوں شرکی لذتوں پر کنٹرول رکھتا ہے اور اپنے رب کی بلندیوں کی طرف چڑھنے میں کوشاں رہتا ہے۔ اسکے برعکس زمینی لذتوں اور شیطان کی طرف جھکنے والا نفس سجین کی طرف لڑھکتا جاتا ہے۔ بہر حال جیسا بھی ہو بالآخر انسان کو اپنے رب کے سامنے ہی پیش ہونا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ o

"اے انسان! یقیناً تجھے کشاں کشاں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے، پس اس سے ضرور ملاقات ہو کر رہے گی o"
(سورۃ الانشقاق ، آیت 6)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ آسان نہیں اسے قدم بقدم طے کرنا ہوگا لیکن مومنین کے لئے اس میں خوشخبری بھی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ولی ملاقات کے اشتیاق میں موت کے منتظر ہوتے ہیں آگے ارشاد ہے:۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ o وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ o وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ o لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ o فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ o وَاِذَا قُرِیٴَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ o

"پس مجھے قسم ہے شفق کی o اور رات کی ، اور (اندھیرا) جو چھا جاتا ہے o اور چاند کی جب وہ ماہ کامل بن جاتا ہے o (انہی قدرتی مناظر کی مانند اے انسان) تمہیں بھی ضرور زینہ بہ زینہ اپنے رب کی طرف (طبق در طبق) چڑھنا ہے o تو کیا ہوا انہیں، جو ایمان نہیں لاتے؟ o اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے؟ o (الانشقاق ، آیات 16-21)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی محنت طلب کام ہے۔لیکن جو کوئی اس کیلئے محنت کرتا رہے گا وہ قدم بقدم اللہ کی طرف بڑھتا جائیگا۔اللہ تعالیٰ سے دوستی کے خواہشمند کی منزل کی انتہا لقائے ربی ہے۔(یعنی اپنے رب سے ملاقات)، اس منزل کی راہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے" (**اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o**) اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس راستہ کے نشانات (Beacon lights) ہیں۔لہٰذا ہمیں ان کی روشنی

میں چلتے رہنا ہے، کسی نشانِ راہ پر ٹھہر جانا منزل کے کھو جانے کے مترادف ہے۔ قابلِ اتباع ذات پاک صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اگر کوئی شخص صدقِ دل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہے تو ان شاء اللہ وہ ولایت کی منزل کو ضرور پا لے گا۔ اوپر کی آیات میں تکمیلِ ذات کی مثال ماہِ کامل سے دی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص ولی روحانی دنیا میں چمکتے ہوئے چاند ہیں لیکن ہلال سے چودھویں کے چاند بننے تک کئی مدارج ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے قرآنِ کریم کے نقشہ کے مطابق مسلسل جدوجہد ضروری ہے۔

3.2 ارتقائے نفس کی مختلف کیفیات

سب کو معلوم ہی ہے کہ بلندی پر چڑھنا کبھی بھی آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے نفس کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے بے شمار رکاوٹوں پر عبور حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اگر راستے کی رکاوٹوں کا پہلے سے علم ہو تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے قرآن الحکیم کے مضامین اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مشعلِ راہ (Road Map) ہے۔ چونکہ ابتدائے سفر میں شیطان بہت زیادہ حملہ آور ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی دوستی کے لئے ہمیں اپنے میلانِ طبع کی مخالفت کرتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں زندگی گزارنا ہوگی۔ ان شاء اللہ بعد میں راستہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

شیطان سے جنگ کے لئے جیسے پہلے بھی عرض ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کے ولی کو یہ بات اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ ہر چیز کا فطری رجحان اپنی اصل کی طرف ہوتا ہے۔ چونکہ جسم مٹی کا بنا ہوا ہے اس لئے جسم کو زمین اور اس کی چیزوں سے قدرتی پیار ہے لیکن یہ پیار قربِ الٰہی کے برعکس کام کرتا ہے۔ جیسے کششِ ثقل چیزوں کو زمین کے مرکز کی طرف کھینچتی ہے دنیا کی محبت انسان کو مقام **اَسۡفَلَ السّٰفِلِيۡنَ** کی طرف کھینچتی ہے۔ اس کے برعکس ملائکہ اور روح نفس کو اوپر کی طرف اٹھانا چاہتے ہیں لیکن چڑھائی کے اس سفر میں انسان کا ازلی دشمن شیطان اسے گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس سے خبردار رہنا بہت ضروری ہے۔

شیطان کا سب سے نمایاں حربہ آدمی کے ذہن میں وسوسے ڈالنا ہے تا کہ نفس حق کے

بارے میں شک وشبہ کا شکار ہوکر صحیح فیصلہ کرنے کی قوت سے عاری ہوجائے (وسواس الخناس سے بچنے کیلئے سورہ الناس کا ذکر اور اس پر عمل کرتے رہیں)۔ جونہی نفس جسم کی رغبت اور شیطان کے ورغلانے میں آجاتا ہے تو وہ اندر کی طرف سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ مزید چھوٹا، تنگ نظر اور خودغرض ہوتا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو نفس روح اور ملائکہ کا ساتھ دیتا ہے اسکی ترقی اور وسعت کی کوئی حد نہیں ہے۔ یوں فضلِ الٰہی، اپنی کوششوں اور زندگی کی ترجیحات کے نتیجہ میں تمام انسانوں کے نفوس مندرجہ ذیل تین گروہوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

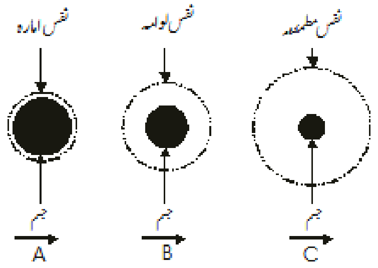

شکل نمبر7: نفس کی تین حالتیں۔ نفس ہی اصل انسان ہے۔

ایک ترقی یافتہ نفس نور کا منبع ہوتا ہے۔

1۔ نفس امارہ: یہ حیوانی قدروں کی نمائندگی کرتا ہے یہ وہ تنگ نظر حریص بیمار نفس ہے جس کا میلان طبع پستی ہے، یہ ظلماتی گڑھے (Black Hole) کی مانند ہے جو ہر وقت زیادہ سے زیادہ مانگتا ہے " **هَلْ مِنْ مَّزِيْد** "اور گناہوں کے بوجھ سے تجین کی پستیوں میں لڑھکتا رہتا ہے۔ اس نفس کو جسم نے جکڑا ہوا ہے۔ جسے شکل نمبر A سے ظاہر ہے۔ ایسے آدمی کا نفس سکڑتا جاتا ہے اور جسم پھیلتا جاتا ہے۔

2۔ نفس لوامہ: یہ حیوانی اور روحانی قدروں کے بین بین ہے۔ اسکی خاصیت یہ ہے کہ کسی نہ کسی حد تک جسم اسکے قابو میں ہے۔ اسے برائی کی طرف رغبت ہے لیکن اس سے بچتا ہے۔ اس سے گناہ سرزد ہوجاتا ہے لیکن پشیمان ہوکر توبہ بھی کرتا رہتا ہے۔ اگر انسان

ضمیر کی آواز پر توجہ دے اور راہِ ہدایت کی طلب رکھتا ہو تو ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے یہ نفس علّیین کی طرف ترقی کرنے لگتا ہے۔ یوں اس میں اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کی صلاحیت ابھی باقی ہوتی ہے۔ جبکہ دنیا دار کا نفس حرص اور حسرتوں کے زیر اثر سکڑ کر زمین کی ظلمتوں میں گُم ہو جاتا ہے۔

3۔ نفسِ مطمئنہ! یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا نفس ہے۔ اس میں روحانی قدریں سب پر غالب ہیں۔ یہ بہت ہی بلند ارتقائی منازل پر فائز وہ نفوس ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ولی بن کر اسکے رنگ میں رنگے جا چکے ہیں۔ یہ نفس اپنے رب کے قرب میں علّیین کی بلندیوں کی طرف اڑ جاتے ہیں۔ انہیں جسم کی خواہشات پر پورا قابو ہوتا ہے۔ یہ روحانی روشنی کا منبع ہے۔ جیسا کہ شکل نمبر 7 C سے ظاہر ہے ایسے نفوس بہت ترقی یافتہ اور وسعت والے ہوتے ہیں جبکہ مسلسل جد وجہد سے ان کے اجسام کمزور ہوتے ہیں۔

وَنَفْسٍ وَّمَاسَوّٰهَا O فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا O قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا O وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا O

"قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے سنوارا O پھر اس نے اسکے اندر برائی اور پرہیز گاری دونوں کے امکانات رکھ دئیے O تحقیق وہ نفس مراد پا گیا جس نے اپنے آپ کو برائی سے پاک رکھا O اور تحقیق وہ نامراد ہوا جس نے غلط روی اختیار کی O (سورۃ الشمس ، آیت 7-10)

آیہ مبارک سے ظاہر ہے ہر نفس میں برائی اور نیکی دونوں کیطرف جانے کے یکساں امکانات موجود ہیں۔ جو اُسکی فطرت کیمطابق ہے۔ اُسے یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ کدھر جائے۔ چنانچہ وہ نفس فلاح پا جائے گا جو برائی سے بچ کر نیکی کی طرف کوشش کرتا ہے اور اپنی کمزوریوں کی معافی مانگتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے نفوس ایسے ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور معافی

مانگنے والے ہوتے ہیں۔ انکے مقابلہ میں وہ جو غلط راہوں پر چل پڑیں وہ اپنے رب سے مسلسل دور ہوتے جاتے ہیں۔ ایسے نفوس کو شیاطین اُچک لیتے ہیں۔ اسکے بعد ان کے لئے واپسی کے سارے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ ان کی توبہ کرنے کی صلاحیت بھی سلب ہو جاتی ہے۔

شکل نمبر 8 میں ولایت کے سفر کی منازل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ولایت کی اعلیٰ ترین منزل نفسِ مطمئنہ ہے اسکو پانے کیلئے چھ زینے ہیں سب سے پہلا زینہ انسانیت کا ہے کہ انسان اپنے اندر کے حیوان پر قابو حاصل کرے۔ اسکے بعد کلمہ طیبہ کی رُوح کیمطابق مسلمانی کا اعلان کرے۔ پھر اپنے ایمان کو عبادات، مجاہدات اور صدقات سے پکا کرے۔ یہیں سے ولایت کے مقامات کا آغاز ہوتا ہے۔ اسکے آگے عبودیت کے مقام ہیں۔ وہاں پہنچ کر انسان حالتِ لبیک لبیک میں اپنی خواہشات کو مالک کی خواہشات پر قُربان کر دیتا ہے۔ اسکی زندگی پھر اپنی نہیں رہتی بلکہ مالک کی ہو جاتی ہے۔ اسکی دُنیا بھی مالک کیلئے، آخرت بھی اُسی کیلئے ہے۔ وہ پھر صحیح معنوں میں عبداللہ بن کر اللہ کا مقرب بن جاتا ہے۔ یہیں سے پھر اللہ تعالیٰ اسے مقامِ مطمئنہ پر اُٹھاتا ہے۔ پھر مالک اس سے راضی وہ مالک سے راضی۔ یہ تمام مقامات بہت عرفاء ہیں، اسلئے توفیقِ الٰہی کیلئے دُعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفسِ مطمئنہ کے مقامِ عالی وقار پر فائز فرمائے۔

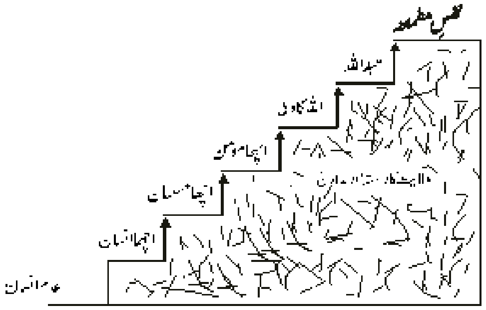

شکل نمبر8: نفس کی ترقی

باب نمبر 4

اللہ تعالیٰ کے ولی کا فلسفہ حیات

اور مشکلاتِ زندگی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

”اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے ساتھ چیزوں کے خوف اور بھوک سے ،اور اموال کے نقصان سے، اور جانوں کے (نقصان سے) اور ثمرات کے (نقصان سے)۔اور آپ ایسے صابروں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دیں ۝ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللّٰہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جائیں گے ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن پر انکے رب کی طرف سے شاباش اور رحمت ہے۔اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں “۔

(سورۃ البقرہ، آیات 156-155)

انسانی نفس کے ارتقاء کی معراج اس کے اپنی اصل سے وصل میں ہے۔روح کے لحاظ سے ہمارا اصل یعنی ہمارا نفس زندگی میں جس قدر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جائے گا اسی نسبت سے اس کا ولایت الٰہی کی طرف ارتقاء ہوتا جائے گا۔لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے۔اس

کے لئے اسے ان شیطانی قوتوں سے جنگ کرنا پڑتی ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف آگے بڑھنے میں مزاحمت ہوتی ہیں۔ یہی اُسکی آزمائش ہے جسکا ذکر اوپر دی گئی آیات میں کیا گیا ہے۔

دراصل ولایت کی منازل کو قانون مزاحمت (Law of Inertia) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یعنی تبدیلی لانے کیلئے جدوجہد لازمی ہے اور جس تیزی سے تبدیلی لانے کی کوشش کرو گے اسی نسبت سے قوت مزاحمت (Friction) زیادہ ہوگی۔ انسان پیہم عمل عزم واستقلال اور صبر سے آزمائشوں اور مشکلات پر قابو پا کر اپنی منازل یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

اسی قانون کیمطابق شیطان اپنی مزاحمتی طاقت سے پوری تن دہی سے اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے، انکبار، انتشار اور شر والی باتیں مومن کے دماغ میں ڈالتا ہے، مثلاً اسے اپنے رب کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا کرتا ہے جسکی ابتدا یہ ہوتی ہے کہ بندے کا اپنے رب پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ پتہ نہیں میری عبادت قبول بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ یا یہ اسکے دماغ میں یہ خناس ڈال دیتا ہے کہ میں تو بڑی چیز ہوں۔ میری تو بڑی بڑی کرامات ہیں۔ یوں وہ اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ اور ممتاز سمجھنے لگتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی دوستی کے خواہش مندوں کو شیطان کے حربوں سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنا چاہیے۔ کبھی وہ ناصح بن کر سامنے آتا ہے، کبھی ہمدرد دوست کی شکل میں اور کبھی بیوی، بچوں اور مال و دولت کے واسطے سے ورغلاتا ہے۔

شیطان سے جنگ کے نتیجہ میں اللہ کی طرف گامزن نفس کا فلسفہ حیات عام آدمی سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ اب وہ زمینی مخلوقات کی بجائے علّیین کی مخلوقات سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ دنیا کے عارضی کارناموں کی بجائے وہ آخرت کی فکر میں رہتا ہے۔ اسے اپنے رب پر بڑا مان ہوتا ہے۔ حرف شکایت اس کی زبان پر نہیں آتا بلکہ مشکلات میں وہ زیادہ شکر ادا کرتے نظر آتا ہے۔ دوسروں کی خامیوں کو نظر انداز کرتا ہے لیکن اپنی خامیوں کو معاف نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ تکالیف اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی یاد کی نوید ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ کانٹے کا چبھنا بھی مومن کیلئے اللہ کے قرب کا باعث ہوتا ہے۔ ایک دن کا بخار جنت کو ہزاروں سال قریب کر دیتا ہے۔

جب کہ عام لوگوں میں کامیابی کا تصور دوسروں سے بلند تر ہونے میں ہے، اللہ کے ولی کے نزدیک کامیابی خاکساری میں ہے۔ عام آدمی کی زندگی دنیا بنانے کیلئے ہوتی ہے جبکہ اسکی

زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتی ہے۔اسلئے انہیں غربت اور مشقت کی زندگی سے بھی پریشانی نہیں ہوتی۔انکی مثال اس طالبعلم کی سی ہے جو سخت محنت کرتا ہے۔راتوں کو جاگ جاگ کر امتحان کی تیاری کرتا رہتا ہے،اگر چہ اسکی زندگی بڑی مشکل والی ہے لیکن اسے پھر بھی اطمینان ہوتا ہے کہ وہ انشاءاللہ فائنل امتحان کو اعلیٰ نمبروں سے پاس کر لیگا۔اسکے برعکس ایک دوسرا طالب علم ہے جو ہر دم کھیل کود میں لگا رہتا ہے۔وہ ظاہراً تو خوش نظر آتا ہے لیکن فائنل امتحان کے بعد ہمیشہ کی ذلت اور حسرت آمیز زندگی کا شکار ہو جاتا ہے۔جس نے محنت کی تھی اور دن رات امتحان کو مدنظر رکھتے ہوئے تیاری کی تھی وہ رزلٹ کے دن بہت خوشی خوشی سکول آئے گا۔اسکے برعکس وہ طالب علم جس نے اپنا وقت کھیل کود اور لاپرواہی میں گزارا تھا وہ رزلٹ کے ملنے سے پہلے ہی بہت پریشان ہوگا۔

قرآن پاک میں بہت سے برگزیدہ بندوں کی مثالوں (Case Histories) سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی زندگیاں سخت محنت اور مشقت سے عبارت ہوتی ہیں اور معروف پیمانوں کیمطابق دنیاداروں کی نظروں میں وہ اکثر ناکام نظر آتے ہیں۔مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل یعنی عظیم دوست تھے لیکن بڑے مشکل حالات اور آزمائشوں سے گزرے۔خودسرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ایسے سخت امتحانات سے گزری جو قیامت تک آنیوالے تمام انسانوں کے مصائب سے زیادہ ہیں۔اگر کبھی اللہ تعالیٰ بندوں کو دنیاوی کامیابی، بادشاہت، حکمرانی اور جاہ وحشمت عطا بھی کرتا ہے تو وہ بھی ان کے لئے امتحانی پرچہ ہی ہوتا ہے۔

لیکن اپنے عرفان اور اعلیٰ فلسفہ حیات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ولی کو ظاہراً مصائب اور تکالیف سے پریشانی نہیں ہوتی۔وہ جانتا ہے کہ جسے دنیا دار زندگی کہتے ہیں وہ دراصل کمائی کا موقع ہے۔جسے وہ مصائب کہتے ہیں وہ دراصل رکاوٹوں کے خلاف اس کی جنگ کا حصہ ہیں۔جس چیز پر وہ یہاں خوش ہوتے ہیں اسی پر وہاں وہ روئیں گے۔اصل زندگی تو نتیجہ کے بعد شروع ہوگی۔اس لئے مومن کے نزدیک دنیاوی زندگی مانند جیل ہے،اور موت آزادی کا پیغام۔جب کہ منافق کے لئے زندگی آزادی کی جگہ ہے اور موت جیل ہے۔

4.1 ولی اوراس کی دُنیا

جیسا کہ ہم پہلے بھی بہت مختلف انداز میں واضح کر چکے ہیں کہ دراصل اللہ تعالٰی کے ولی کیلئے دنیا امتحان گاہ ہے۔موت امتحان کے ختم ہونے کی گھنٹی ہے۔عالم برزخ امتحان اور نتیجہ نکلنے کے درمیانی وقفہ کا نام ہے،اور یوم الدین نتیجہ کا دن ہے۔وہ ان سب کا خوشی خوشی منتظر رہتا ہے کہ انہی کے ذریعہ سے محبوب کے وصل کی امید ہے۔

لہٰذا ولی کے لئے دنیا مقصود منزل نہیں بلکہ زمان ومکاں کے لمبے سفر میں انتہائی اہم موقع ہے جسکا ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہے۔وہ کہتا ہے "جب صبح ہو تو شام کے متعلق فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کے متعلق نہ سوچو"۔اللہ تعالٰی کے ولی کے نزدیک درپیش لمحہ ہی زندگی کا اہم ترین وقت ہے۔ جو گزر گیا سو گزر گیا،اسلئے اس پر غم نہیں، جو آنیوالا ہے وہ پردہ غیب میں ہے اسلئے اسکی پرواہ نہیں۔"

اسلئے اگر ولی بننا چاہتے ہو تو حاضر لمحہ کی فکر کرو اور اسکو ضائع ہونے سے بچاؤ لیکن یہ بھی نہیں کہ وہ تدابیر اور عمل سے خالی ہوتا ہے یا وہ دنیا کو اہمیت نہیں دیتا۔حقیقت یہ ہے کہ اسکے نزدیک دنیا اللہ تعالٰی کی نعمت ہے جسکی کمائی ہی سے اس نے آخرت بنانی ہے۔آخرت کیلئے یہی اسکی کھیتی ہے، جسکی پیداوار اسے وہاں ملتی ہے۔فرق یہ ہے کہ وہ دنیا میں رہتا ہے لیکن اس میں دل نہیں لگاتا، وہ دنیا کماتا ہے لیکن جمع نہیں کرتا،اسکے نزدیک دنیا،آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے،منزل نہیں۔

اپنے اس فلسفہ حیات کے مطابق وہ دنیا کو اتنی ہی اہمیت دیتا ہے جتنا اس میں قیام کرنا ہے اور آخرت کو اتنا عزیز رکھتا ہے جتنا اس میں قیام ہے۔اسی نسبت سے ہی وہ دنیا کی زندگی اور اس کی نعمتوں کی قدر کرتا ہے۔مثلاً اس کے نزدیک زندگی میں ادا کی گئی دو رکعت نماز نفل کا انعام اس قدر ہے کہ زمین کی تمام دولت اس کے مقابلے میں بے وقعت ہے۔

اس کے اس نظریہ حیات کی بنا اور تگ ودو کا مقصد اللہ رب العالمین کا قرب حاصل کرنا ہے۔جیسے جیسے فاصلے کم ہوں گے اس حساب سے اللہ تعالٰی کی طرف کشش بڑھے گی اور دنیا کی طرف محبت کمزور ہوتی جائے گی۔سائنس میں اس کی مثال کشش ثقل کا قانون (Law of

gravitational attraction) ہے۔جس مقام پر فاصلے بہت کم ہو جاتے ہیں وہاں سے ولی کے وصل کا مقام شروع ہوتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف کشش کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے۔بالآخر وہ اپنی ہستی کی نفی کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر اپنی زندگی کی معراج پا لیتا چاہتا ہے۔اولیا باللہ کی اصطلاح میں اسی حالت کا نام فنا فی اللہ ہے۔

زندگی کے اس تصور (Vision) میں اللہ تعالیٰ کا ولی حیات کو اپنے ٹوٹں میں دیکھتا ہے۔جب کہ عام آدمی کی نظر عموماً دنیاوی قیام پر ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ کے ولی کی نظر دوام پر ہوتی ہے۔جسے لوگ "نقصان" سمجھتے ہیں وہ اسے "فتح" کہتا ہے،جسے لوگ "مر گیا" کہتے ہیں وہ اسے ہمیشگی کی حیات کا مژدہ سناتا ہے یعنی یہ تقویٰ کی ایک خاص کیفیت ہے۔اس لحاظ سے فقیر کی کٹیا اور گودڑی میں بھی ولی ہو سکتا ہے اور شاہی محلات میں بھی وہ پایا جا سکتا ہے۔اس کے لئے کوئی خاص جگہ نہیں،نہ ہی اس کی کوئی خاص شکل ہے۔وہ فیکٹریوں،دفتروں،دکانوں غرض زندگی کے ہر شعبہ میں ہو سکتا ہے،یہ اور بات ہے کہ اکثر اسے خود بھی پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کیا درجہ ہے۔اصل بات ظاہر کی نہیں باطن کی ہے۔دراصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے خوف میں گرفتار اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ درجات کی طرف اس کی نگاہ اٹھتی ہی نہیں۔اپنے مدعا سے اس کی نظر ہٹتی ہی نہیں۔اس لئے اپنے مقام سے بے خبر وہ اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی دیکھتا رہتا ہے۔لوگ کہتے رہیں کہ فلاں قُطب ہے،ابدال ہے لیکن وہ اپنے آپ کو دیکھ کر معافی معافی کی صدا لگائے جاتا ہے۔لوگ کہتے ہیں وہ بڑا عابد ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق ہے لیکن وہ آنسو بھری آنکھوں سے جواب دیتا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔لوگ اس کو اُٹھاتے ہیں وہ اور جھک جاتا ہے۔لوگ اس کی خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے جوتے اُٹھاتا ہے۔لوگ اس کے اردگرد ہجوم کرتے ہیں وہ رسم حضرتِ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ گمنامی کے دشت میں پناہ لیتا ہے۔ان کی شان کے متعلق کیا شاندار ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

”یقیناً اللّٰہ تعالیٰ نے مومنین سے انکے جان و مال ، جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔وہ اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔اس پر اللّٰہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ان سے سچا، توریت اور انجیل اور قرآن میں،اور اللّٰہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ کا پورا کرنیوالا کون ہے؟اور تمہیں خوشخبری ہو اسی سودے پر جو تم نے کیا ہے، اور یہ الفوز العظیم ہے۔وہ (مومن) توبہ کرنیوالے، عبادت کرنے والے اور اسکی حمد وثناکرنیوالے اور اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں سجدہ کرنے والے اور رکوع کرنے والے اور بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللّٰہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ایسے مومنین کو (اے نبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم) آپ خوشخبری دے دیجئے۔ (سورہ التوبہ ، آیات 112-111)

(سبحان اللّٰہ)

باب نمبر 5

اولیاء اللہ کا مشن (Mission) اور اوصاف

5.1 اللہ تعالٰی کے ولی کے بنیادی اوصاف

آیئے اب ہم اولیاء اللہ کی زندگی کے خاص خاص اوصاف پر غور کریں جن پر چلتے ہوئے ہر آدمی اللہ تعالٰی کی دوستی کا قابلِ رشک مقام حاصل کر سکتا ہے۔ وہ لوگ جن میں اللہ تعالٰی کے ولی بننے کی صلاحیت ہوتی ہے ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ قدرتی طور پر ایک اچھے مہربان قسم کا انسان ہوتا ہے۔ اسلام ان کے اندر کے مسلمان کو بیدار کر دیتا ہے اور وہ اللہ تعالٰی کی ولایت کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ ان کے کردار کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ صاحبِ علم ہوتے ہیں۔ خصوصی طور پر قرآن کریم، سیرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علوم الکائنات کی بدرجہ اتم واقفیت رکھتے ہیں۔ ان عمومی صفات کے بعد ضرورت صرف اللہ تعالٰی کے لئے دل سے محبت اور خدمت کی ہے اور اپنے ظاہر باطن میں متقی بننے کی ہے۔ یہ بندے جیسے سورۃ النور میں ارشاد ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کا صبح، شام ذکر کرنے والے ہیں جنہیں اللہ تعالٰی کے ذکر، صلوٰۃ اور زکوٰۃ سے کوئی سوداگری غافل نہیں کرتی، نہ خرید و فروخت ان کے اور ان کے رب کے درمیان حائل ہوتی ہے۔

مطلب یہ کہ ولایت کی راہ میں کوئی باطنی مشقتیں نہیں، نہ ہی چلہ کشیاں ہیں بلکہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قلبی کشش ہے جس کا ثبوت وہ اپنے کردار سے دیتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم رب العالمین کے محبوب بن گئے تھے۔ سورۃ السجدہ کی آیات 17-15 ان کے حال کی عکس بندی کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالٰی ہے:۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا
سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ O

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ O فَلَا تَعْلَمُ
نَفْسٌ "مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O

"بے شک ہماری آیات پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہیں، اور اس کی تسبیح کرتے ہیں، ذرا بھی تکبر نہیں کرتے O اُن کے پہلو اُن کی خوابگاہوں سے (رات کو) جدا ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے ڈرتے، خوف کھاتے اور وہ بخشش کی امید رکھتے ہیں اور وہ ہمارے دیے ہوئے رزق سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں O کوئی نہیں جانتا جو کچھ ان کے لئے ان کے رب نے چھپا کر رکھا ہے، ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے۔ یہ بدلہ ہوگا اس کا وہ جو عمل کرتے تھے۔ (سورۃ السجدہ آیت نمبر 17-15)

ان اوصاف کے علاوہ اگلی بات یہ ہے کہ ان کی زندگی ایک مشن کے تحت گزرتی ہے اور وہ کسی دم بھی اپنے اس مشن سے غافل نہیں ہوتے۔ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کا مشن وہی ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۃ المدثر کی پہلی سات آیات میں سونپا گیا تھا۔ یعنی "دنیا کو جہنم میں گرنے سے بچالو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرتے جاؤ۔"

يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنذِرْ o وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ o
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ o وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ o وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ o

(سورة المدثر آیات نمبر 1-7)

ان آیات کا لب لباب یہ ہے کہ "اپنے اپنے کمبل پھینک دو۔ انسانیت کے لئے اٹھ کھڑے ہو اور انسان کو جہنم میں جلنے سے بچالو اور اپنے رب کا نام بلند کرتے جاؤ۔ خبردار! اس مشن کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کیلئے اپنے کپڑے پاک رکھو، یعنی اپنی شخصیت کے ظاہر باطن پر اپنے کریکٹر پر کسی طرح کا داغ نہ لگنے پائے۔ اور ہر طرح کی پلیدی سے بچ کر رہنا ہے، خبردار! اس عظیم مشن کی تکمیل میں تم نے کسی پر احسان نہیں جتانا، تمہارا اجر تمہارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔ بڑی بڑی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے گا لیکن تمہیں ان سب پر اپنے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کرنا ہوگا۔" اللہ تعالیٰ کا ہر ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مشن کا امین اور وارث ہوتا ہے۔ اگر کسی کے ہاں ایسا نہیں تو وہاں ولائت بھی نہیں ہو سکتی۔

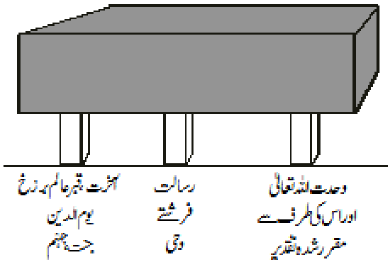

شکل نمبر 10: دین ایک مکمل عمارت کی مانند ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدت، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، حیات بعد الموت اور آخرت اور جزا و سزا کے عقیدہ پر قائم ہے۔

5.2 شریعت اور طریقت کی پہچان

یہاں ہم نے شریعت اور طریقت کی تقسیم سے بھی بچنا ہے۔ غلط خیال صوفیاء میں مشہور ہے کہ شریعت راہ ہے اور طریقت منزل۔ جس کی وجہ سے کچھ گمراہ قسم کے پیر طریقت کے مقام پر پہنچنے کے بہانہ سے اپنے آپ کو شریعت کی پابندیوں سے آزاد کر لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور انتہائی فحش حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جب کہ اصل حقیقت وہ ہے جو شکل نمبر A 9 میں دکھائی گئی ہے۔ شریعت کل ہے (Superset) ہے اور طریقت اس کا ایک حصہ ہے (Subset) ہے۔ اس بنا پر طریقت بھی شریعت کی پابند ہے اور شریعت سے آزادی کفر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ہمیشہ کی کامیابی شریعت پر چلنے ہی سے ملتی ہے۔ طریقت بھی اسی سے حاصل ہوگی۔

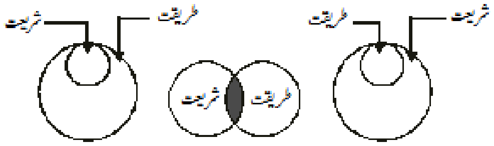

شکل نمبر 9: شریعت اور طریقت میں فرق: شکل A میں دکھایا گیا ہے کہ طریقت شریعت کا ایک حصہ ہے جو کہ صحیح نظریہ ہے۔ شکل B-C غلط عقیدہ کو ظاہر کرتی ہے کہ شریعت طریقت کا حصہ ہے۔

اسی سلسلہ میں اب ہم شریعت کے کچھ نہایت اہم مقامات کی نشاندہی کریں گے جن پر ولایت کی عمارت قائم ہے۔

5.3 ایمان اور صحیح عقائد

اللہ تعالیٰ سے دوستی کے لئے اولین شرط صحیح عقیدہ ہے کہ اللہ، اللہ ہے یکتا، خالق اور

بندہ، بندہ ہے، یکتا مخلوق اور تمام مخلوق میں وہ عالی مقام یکتا بندہ ہے، ہمارے ماں باپ ان پر قُربان، جو علّتِ کائنات ہیں۔ان جیسا کوئی دوسرا نہیں۔رب تعالٰی اور اس کے فرشتے ان پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔اللہ تعالٰی کے ولی کے نزدیک اُن کی شان کے بارے کہا گیا ہے "**بعد از خُدا بزرگ توئی قصہ مختصر**"اس طرح عشق ومستی میں رہتے ہوئے بھی اللہ تعالٰی کا ولی خالق اور مخلوق کے درمیان توازن قائم رکھتا ہے۔یہ وہ بنیاد ہے جس پر ولی کی زندگی کی راہوں کا تعین اور رنگ وبو کا انحصار ہے۔ان کی روشنی میں اللہ تعالٰی کا ولی آگے بڑھتا ہے۔یوں صحیح عقائد ولایت کی کنجی ہیں۔اگر عقیدہ غلط ہے تو تمام اعمال بیکار ہیں۔شریعت سے ہٹ کر مجاہدات اور عملیات سے شیطان کی دوستی تو حاصل ہو جائے گی لیکن رحمٰن سے دوستی ناممکن ہے۔

5.4 اللہ تعالٰی پر ایمان اور اس کی ذات کا احساس

جیسے اوپر واضح کیا گیا ہے عقیدہ میں پہلی بات مالک کون ومکاں، اللہ رب العالمین کی ذات پاک کا صحیح ادراک اور اس کی معیت کا پکا احساس ہے کہ وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے۔جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو وہ میرے ساتھ دوسرا ہوتا ہے۔جب ہم دو ہوتے ہیں تو وہ تیسرا۔اس جیسا کوئی نہیں۔سمجھ میں بات آئے یا نہ آئے لیکن اس کی ذات پر پکا یقین ہو کہ "وہ میرے روئیں روئیں میں موجود ہے"مثال اس کی سمندر کے اندر مچھلی کی ہے۔سمندر کا پانی اس کے باہر بھی ہے اور اس کے اندر بھی ہے۔اللہ تعالٰی نے بھی ہمیں ظاہر وباطن ہر طرح سے محیط کیا ہوا ہے۔واحدہ لاشریک۔خالق ومالک کون ومکان، نہ اس کا کوئی بیٹا، نہ باپ، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ہر لحاظ سے بے مثل، کمالات میں لاجواب، اپنی شان میں یکتا۔کل کی کل کائنات اس کے سامنے سرنگوں ہے۔

وہ ہر جگہ، ہر آن موجود، اپنے علم میں لامحدود، اپنی شان میں بے حساب ہے، اس نے ہر چیز کو اندر باہر سے محیط کیا ہوا ہے۔زمان ومکان (Time and Space) اس کی صفت ہیں اُس کے اذن کے بغیر کوئی واقعہ، کسی چیز کا وجود، کوئی حرکت، کوئی ارادہ معرضِ وجود میں آ ہی نہیں

سکتا۔ اگر درخت پر سے کوئی پتا بھی گرتا ہے تو وہ بھی اس کی اجازت سے گرتا ہے۔ وہ ہمارے شعور اور لاشعور میں دبے ہوئے خیالات کو جانتا ہے۔ تقدیر بنانے والا اور تقدیر توڑنے والا۔ اگر وہ نہ چاہے تو ہم چاہ بھی نہیں سکتے۔

غرض اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے ساتھ اس پر ایمان لا کر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ولایت کی پہلی منزل ہے۔

جیسے پہلے بھی کہا گیا ہے کبھی نہ بھولو کہ مالک مالک ہے اور بندہ بندہ، اور انسان کوئی بھی ہو، اسے وہی کچھ ملے گا جو اسے مالک دے گا۔ اس کے دربار میں اس کے حکم کے بغیر کسی فرشتہ، پیغمبر، جن یا پیر کی کوئی طاقت نہیں، اور کسی کو اس کی اجازت کے بغیر کوئی اختیار نہیں اور نہ ہی اس کے اذن کے بغیر کسی طرح کا کسی کو علم الغیب حاصل ہے۔ یوں اس کے جلال و جمال کو سامنے رکھ کر چاہت سے اس سے مانگتے رہو، خوب مانگتے رہو۔ مانگنے سے ہی خیرات ملتی ہے۔

5.5 عقیدہ رسالت

عقیدہ میں دوسری اہم ترین بات رسالت مآب پر ایمان، یہ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین، رحمۃ العالمین، احسن الخلائق، اشرف الانبیاء اور غایت کائنات ہیں۔ وہ اول، آخر ظاہر، باطن، اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ سب غوث، قطب، ابدال، صالحین، صدیقین یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب کے سب مراتب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہی ملتے ہیں۔ قابل اتباع اور قابل تقلید ہستی صرف انہی کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کی دوستی کا راستہ ہے۔ تمام پیرانِ پیر، امام، رہنما اور صالحین غرض کوئی بھی ہو، نشان راہ تو ہو سکتے ہیں لیکن منزل صرف اور صرف حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے ملے گی۔ آپ کی محبت ہی سے اللہ تعالیٰ کی محبت ملے گی۔ اگر اللہ کی محبت کے خواہش مند ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو جیسے کہ اتباع کا حق ہے۔

اللہ تعالٰی کے ولی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی اولاد، اپنے اہل خانہ، اپنے اموال اور اپنے آپ سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ محبت کی یہ کشش آپ کو نہ صرف ادھر ادھر بھٹکنے سے بچائے گی بلکہ کھینچ کر منزل مقصود تک پہنچا دے گی۔ دماغ میں اللہ تعالٰی کا رعب، دل میں اس سے ملاقات اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لئے اشتیاق کی شدت ہی ولایت کی گاڑی کی توانائی کا سامان ہیں اور ان کا انعام زندگی کے سفر کی انتہائی کامیابی یعنی اللہ تعالٰی سے شرف ملاقات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت خاص ہے۔ تمام تر محبت کے باوجود کبھی نہ بھولیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کا بندہ کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

5.6 عالم الغیب کے حقائق پر ایمان

اللہ تعالٰی پر صحیح ایمان، صحیح عقیدہ، صفات عالیہ سے آگاہی، رسالت اور اللہ تعالٰی کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ان کے اسوہ حسنہ کی اتباع کے ساتھ ساتھ عقیدہ کی تیسری اہم کڑی عالم الغیب کے حقائق یعنی حیات بعد الموت، قبر، عالم برزخ، یوم الدین، جنت و جہنم، اللہ تعالٰی کے فرشتوں اور اچھی بری تقدیر کے من جانب اللہ ہونے پر پختہ یقین ہے۔

یوں ولی کی دنیا عالم الغیب کی مخلوقات سے آباد رہتی ہے۔ وہ اپنے ساتھ فرشتوں کا ساتھ محسوس کرتا ہے۔ نماز کے بعد جب سلام پھیرتا ہے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے اپنے دائیں بائیں بیٹھے فرشتوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ تمام زمانوں کے عباداللہ الصالحین سے التحیات میں بیٹھ کر قرب حاصل کرتا ہے۔ رات کے اندھیروں اور تہجد کے قیام میں کبھی وہ اللہ تعالٰی کے خوف سے لرزتا ہے اور کبھی انعام میں ملنے والے عالم برزخ اور جنت کے نظاروں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ زندگی میں اگر کبھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو دوزخ کی گرمی محسوس کرتا ہے۔ یوں اللہ تعالٰی کا ولی عالم الغیب کے مناظر کو اپنے دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا رہتا ہے جس سے اسے دنیا کی یہ زندگی جیل معلوم ہوتی ہے اور موت اس کے لئے آزادی کا پیغام ہے۔

5.7 عالم برزخ کی زندگی

آدمی کی موت اور یوم الدین تک کے درمیانی وقفہ کا نام عالم قبر یا عالم برزخ ہے جس پر ایمان بھی آخرت پر ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔دنیا میں سے گزر کر ہم سب اسی میں جائیں گے۔ اگر کہیں اور کوئی زمین ہے تو وہاں کے باشندے بھی مرنے کے بعد عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں۔وہاں کے اپنے لاکھوں مدارج ہیں۔بالآخر سب اپنے اپنے درجہ میں پہنچ جاتے ہیں۔انبیاء کے تو کیا کہنے،اولیاءاللہ،شہداء،صالحین اور صدیقین کے اپنے اپنے مقامات ہیں۔سورۃ یٰسین میں آپ نے دیکھا ہے کہ مرنے کے بعد انہیں جنت کے لئے کوئی انتظار نہیں کرنا پڑتا۔اِدھر سے اُدھر ہوئے اور اپنی برزخی جنت میں پہنچ گئے۔

اللہ تعالٰی کے ولی ان مقامات کی یاد سے اپنے قلوب کو ہمیشہ تازہ رکھتے ہیں۔قرآن کریم کا کوئی صفحہ ان کی یاد دہانی سے خالی نہیں۔آخرت کے تمام مرحلوں کا روڈ میپ اس کتاب میں موجود ہے۔اللہ تعالٰی کا ولی قرآن کے ذریعہ وہاں کی سیر کرتا رہتا ہے۔آیت آیت پر ٹھہر کر وہ غور وفکر میں ڈوب جاتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ آخرت کے یہ مقامات بھی احساسات سے خالی نہیں ہیں۔ وہاں تو ایک جہاں آباد ہے جس کی اپنی اپنی گہما گہمی ہے۔مثلاً قرآن کریم میں شہداء کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں وہاں رزق دیا جاتا ہے،وہ شعور رکھتے ہیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے بارے اچھی خبر پر خوش ہوتے ہیں اور بری خبر پر ناخوش۔(وہاں کی کیفیات کا حال ہماری کتاب "قیامت اور حیات بعد الموت" میں تفصیلاً دیا گیا ہے)۔

مختصراً یہ کہ اللہ تعالٰی کا ولی اچھی طرح جانتا ہے کہ آدمی کا مرنا اس کے لئے فناء نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی ہے۔جسم سے علیحدگی کے بعد بھی نفوس زندہ رہتے ہیں بلکہ ان کا شعور کئی درجہ زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔اور وہ اپنی اپنی حالت،اعمال،سوچ اور عقیدہ کے مطابق مختلف مقامات اور کیفیات میں سے گزرتے رہیں گے۔دنیا میں تو شیاطین نے غافل کر رکھا ہے لیکن وہاں جا کر سب کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے فرمایا:۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ o كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ o لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ o ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ o ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ o

"تمہیں غافل رکھا دنیا طلبی نے یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔اس میں ہرگز (شک کی بات) نہیں۔تم بہت جلد جان لوگے (اس میں دیر) ہرگز ہرگز نہیں۔عنقریب تم سب کچھ جان لوگے۔کاش تم(زندگی میں بھی) علم الیقین سے جانتے ہوتے کہ تم ضرور جہنم کو دیکھوگے(تو شاید بچ جاتے)۔بالاخر تم(یہ سب کچھ) ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔پس تم سے اس دن نعمتوں کے بارے پوچھا جائے گا(جن سے تم دنیا میں لطف اندوز ہوتے تھے)"۔(سورۃ التکاثر، آیات نمبر 8-1)

5.8 نعمتوں کا شکر

چونکہ نعمتوں کا حساب ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی اس کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے بڑے محتاط رہتے ہیں۔پہلی احتیاط یہ ہے کہ ان کو ضائع نہ کیا جائے حتیٰ کہ اگر دریا کے کنارے وضو کر رہے ہو تب بھی پانی کے استعمال میں اسراف سے بچتے رہو۔نعمت کی عطا کے جواب میں منعم کا شکریہ ادا کرنا بھی لازمی فرائض میں شامل ہے۔نعمت کا کم از کم شکریہ، دل کا اظہار ممنونیت ہے لیکن اصل شکریہ تب ہوگا جب اپنے مناسب استعمال کے بعد اُسے دوسرے حق داروں تک پہنچایا جائے۔یعنی نعمت کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مقامِ ضرورت تک لوٹا دینا اصل

شکریہ ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے ولی اپنے رب کی نعمتوں کو اپنے لئے جمع نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بانٹ بانٹ کر اس کا شکریہ ادا کرتے رہتے ہیں۔

5.9 عالم برزخ کی زندگی اور ایصال ثواب

یاد رہے کہ عالم الغیب کی جنت، دوزخ، راحت اور مصروفیات، ہمارے ایمان اور اعمال کی مجسم شکلیں ہیں یعنی حیات بعد الموت بھی حیات فی الدنیا ہی کی وسعت (Extension) ہے۔ جیسے یہاں ہے وہاں بھی ایک بھرپور معاشرتی نظام ہے۔ جس میں اچھے بُرے سب اپنے اپنے ایمان اور اعمال کے مطابق ایک شعوری زندگی کے ساتھ رہتے ہیں حتیٰ کہ کفار بھی شعور سے خالی نہیں۔ جنگ بدر کے بعد جب مقتول کفار گڑھے میں پھینک دیئے گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خطاب کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ یہ سب کچھ سُن رہے ہیں اور سمجھ بھی رہے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔

عالم برزخ میں سے نفوس کے زندہ انسانوں کے ساتھ رابطہ کی بنیاد حسن ظن پر ہے۔ جو انہیں زندہ سمجھتے ہیں، ان کے لئے وہ زندہ ہیں اور جو انہیں مردہ سمجھتے ہیں ان کے لئے وہ مردہ ہیں۔ جو انہیں دوست سمجھتے ہیں ان کے وہ دوست ہیں جو انہیں غیر سمجھتے ہیں ان کیلئے وہ غیر ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں، اولیاء کرام اور صالحین سے اگر کسی کو فیض ملتا ہے انہیں اس کے گمان کے مطابق ملتا ہے۔ زمین پر زندہ لوگ اگر ان کو ایصال ثواب کرنا چاہتے ہیں تو اس کا انحصار بھی ان کے حسن ظن پر ہے۔ بہر حال جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے درود و سلام کا تحفہ پہنچتا ہے اسی طرح عالم برزخ کے باسیوں کو ہمارے صدقات، تلاوت قرآن پاک اور جو نیکی ہم ان کے لئے کرتے ہیں اُس کے ثواب کا تحفہ ان تک پہنچتا ہے۔ ان کی طرف سے اگر صدقہ کریں، روزہ رکھیں یا حج کریں یا کوئی اور اچھا کام کریں تو انہیں بھی اور ادا کرنے والے کو بھی برابر کا ثواب ملے گا۔

دراصل ایصال ثواب بھی آثار میں شامل ہے۔ جس کے متعلق سورہ یٰسین میں ارشاد ہے:۔

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَنَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَهُمۡ ؕ وَکُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ۝

"ہم یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ اور ہم لکھتے جاتے ہیں جوانہوں نے آگے بھیجا اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں (ان کا بھی ہم حساب رکھ رہے ہیں) اور ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے"۔(سورۃ یٰسین، آیت 12)

جیسے سبب (Cause) اور اثر (Effect) دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔آثار اور ایصالِ ثواب بھی متصل ہیں ۔اگر کوئی کسی کے لئے دعا کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے قرآن پڑھتا ہے تو وہ اس کے اپنے آثار ہی کی وجہ سے ہوتا ہے ۔یعنی ایصالِ ثواب آثار میں سے ہے ۔اللہ تعالیٰ لوگوں کی دعائیں سننے والا ہے ۔چونکہ اسے اپنے بندے کی عزت منظور ہے ۔(**وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ**) اس لئے قبول بھی فرماتا ہے۔

اس ضمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث ہے کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کے جنازے میں شامل ہو کر اگر صدقِ نیت سے چالیس آدمی اس کی نیکی کی شہادت دیں اور اس کے لئے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے ۔یہ سب باتیں اس طرف اشارہ ہیں کہ ایصالِ ثواب کا فائدہ پہنچتا ہے اور دعا بھی ایصالِ ثواب ہی کا ایک حصہ ہے ۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی اپنے آگے پیچھے سب لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں ۔اور ہمیں خود بھی اپنے مرحومین کے لئے نیکی کے کام اور دُعائیں کرتے رہنا چاہیے۔

5.10 زندگی اور موت میں آزمائش

جیسے دنیا کی زندگی ایک تخلیق ہے موت ایک دوسری تخلیق ہے ۔سورہ الملک، آیت 2

میں ارشاد باری تعالیٰ ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔
"ہم نے موت کو پیدا کیا ، اور حیات کو (پیدا کیا) تاکہ ہم آزمائیں کہ تم میں سے کون کون عمل میں بہتر ہے"۔ اس لئے موت خاتمہ نہیں بلکہ ایک نیا شاندار آغاز ہے۔ اس سفر میں عالم برزخ کی زندگی بھی فنا کا نام نہیں بلکہ ایک نئی منزل کی ابتداء ہے۔ حیات کے اس لمبے سفر میں موجودہ زندگی ایک امتحانی وقفہ ہے جس کا نتیجہ حساب و کتاب کے بعد یوم الدین کو نکلے گا اور اسی کے مطابق جزا و سزا ہوگی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی اس حقیقت کو کبھی نہیں بھولتا کہ ہر نیا آنے والا دن اس کے لئے ایک نیا امتحانی پرچہ ہے۔ دنیا کی اونچ نیچ، راحت، امارت، غربت یعنی ہر طرح کے تقدیری حالات اس پرچے کے سوالات ہیں اور ان سوالوں پر ہمارا ردِّعمل ہمارا جواب ہے۔ اگر ردِّعمل مالک کی بندگی میں اور اس کی رضا پر صبر سے ہے تو یہ صحیح حل ہے، ورنہ غلط ہے۔

اس صحیح عقیدہ کے برعکس اس شخص کی زندگی ہے جو دنیا کے عارضی فوائد کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے۔ اگر چہ اس کی خواہش ابدی زندگی کی کامیابی بھی کیوں نہ ہو لیکن اس کی ترجیحات دنیاوی شان و شوکت کے لئے ہی ہوتی ہیں۔ اس اصول کے مطابق کہ انسان کو وہی ملے گا جس کے لئے اس نے کوشش کی، یقیناً ایسا آدمی اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت 9 میں واضح کیا ہے:۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ

"وہ اپنے زعم میں دھوکا دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو، درحقیقت وہ خود فریب میں مبتلا ہیں مگر انہیں اس بات کا شعور نہیں"۔

(سورۃ البقرہ، آیت 9)

عقیدہ کی اہمیت سمجھنے کیلئے اس مثال پر غور فرمائیں کہ ہدایت مثل سورج کی روشنی، کے ہے، نفس مثل آنکھ کے اور عقیدہ وہ سطح ہے جس پر سے روشنی ٹکرا کر آنکھ تک پہنچتی ہے۔اس بات کو مندرجہ ذیل شکل میں دکھایا گیا ہے شکل A میں عقیدہ کی سطح صاف ستھری ہے روشنی کی شعاع ٹکرا کر آنکھ تک پہنچتی جاتی ہے، شکل B میں عقیدہ کی سطح کھردری ہے چنانچہ گرنے والی روشنی وہیں بکھر جاتی ہے اور آنکھ ہدایت کے نور سے محروم رہ جاتی ہے۔

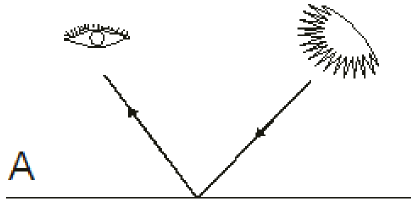

صحیح عقیدہ کی مثال
آنکھ تک نورہدایت پہنچ رہا ہے۔

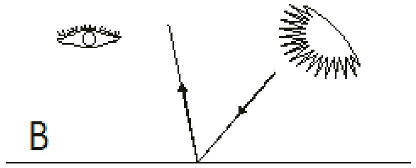

غلط عقیدہ کی مثال
آنکھ نورہدایت سے محروم ہوگئی

اسی ضمن میں گناہوں کی مثال گردوغبار سے آلودہ فضاء ہے۔جو ہدایت کے نور کو قلوب تک پہنچنے سے روک دیتا ہے قرآن پاک ہدایت کا سورج ہے جس کا نور سدا قائم ودائم ہے لیکن گناہوں کا گردوغبار نفس کو اس نور سے محروم کر دیتا ہے۔ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنکھ روحانی برکات اور فیض سے محروم ہو جاتی ہے۔وہ صرف مادی دنیا کو دیکھتی ہے۔اس لئے انسان ہمیشگی کے گھر کی بجائے عارضی زمینی متاع کی طرف جھکتا چلا جاتا ہے۔بالآخر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ کان

ہوتے ہیں لیکن وہ حق کو سن نہیں سکتا، آنکھیں ہوتی ہیں مگر حقیقت کو دیکھ نہیں سکتا، عقل ہوتی ہے لیکن راہ راست سے بیگانہ ہوتا ہے۔اس خوف سے اللہ تعالیٰ کا ولی اپنے قلب کو آئینہ کی طرح صاف رکھتا ہے اور توبہ کے پانیوں سے اسے دھوتا رہتا ہے۔

غلط عقیدے والا شخص ایک بدقسمت انسان ہے جس کی زندگی ایک سراب ہے،اس کے اندر کثرت کی ہوس کی آگ لگی ہوئی ہے۔ بظاہر کامیاب خوش وخرم، طاقتور لیکن اندرونی طور پر کمزور،نفسیاتی کھچاؤ اور تناؤ سے ٹوٹا پھوٹا، جلا ہوا، گلا ہوا کمزور بدبودار نفس، ہر دم کسی نہ کسی چکر میں پھنسا رہتا ہے۔اس کے لئے زندگی مسائل کا نام ہے، جیسے ہی ایک مسئلہ حل کر لیتا ہے فوری بعد کسی دوسرے مسئلہ کا شکار ہو جاتا ہے اور بالآخر خالی ہاتھ آخرت کی طرف روانہ ہو جاتا ہے، جس کی پہلی منزل قبر ہے۔ جہاں پہنچتے ہی ان تمام کامیابیوں کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے جس پر وہ زندگی میں فخر کرتا تھا۔حقیقت واضح ہو جاتی ہے لیکن اب اس کا رونا دھونا کسی کام کا نہیں۔

ایسے لوگوں کے برعکس اللہ تعالیٰ کے ولی کی زندگی توکل علی اللہ پر مبنی ہے۔اس کے نزدیک اسباب مالک کی عطاء ہیں، جن کا استعمال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پر توکل فرض ہے۔اس لئے حسب استطاعت کوشش کے بعد اللہ تعالیٰ کا ولی نتائج کیسے بھی ہوں ہر حال میں خوش رہتا ہے۔

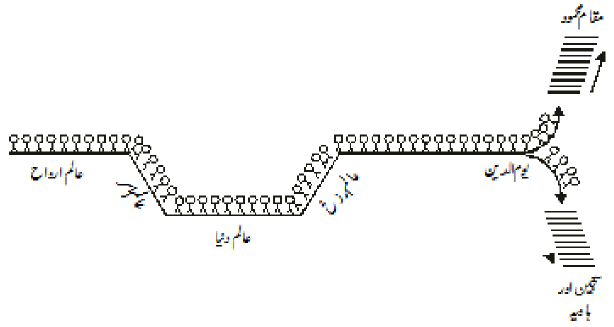

شکل نمبر 11: زمان ومکاں میں انسان کا سفر

5.11 عملی جدوجہد اور توکل

قرآن کریم میں "ایمان اور عمل" ایک جوڑا ہے۔ جیسے فرمایا گیا ہے " **اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوالصّٰلِحٰتِ**" یعنی ایمان کا ٹیسٹ عمل ہے اور عمل کا ٹیسٹ ایمان ہے دونوں کی قبولیت کا انحصار نیت اور سمت پر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے اعمال کی صحیح سمت کا تعین نہایت ضروری ہے۔ جس طرف منہ کا رخ ہوگا اسی طرف پہنچو گے۔ اس لئے حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو تا کہ گمراہ ہونے اور شیطان کے ڈگمگانے سے بچ جاؤ فرمایا:۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

"دین میں جبر نہیں، ہدایت اور گمراہی صاف طور پر ظاہر ہو چکی ہے۔ جس نے شیطان سے منہ پھیرا اور اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو گویا اس نے (ہدایت کی) رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللّٰہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

(سورۃ البقرہ، آیت 256)

ہم پہلے بھی اس اصول کا ذکر کر چکے ہیں کہ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔ **وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی** (سورۃ النجم، آیت 39) اور جس چیز کے لئے کوئی طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا کر دیتا ہے۔ **مَنْ طَلَبَ وَجَدَ** یعنی جو دنیا کے لئے محنت کرتا ہے وہ اسے دنیا عطا کر دیتا ہے، جو جنت کے لئے عمل کرتا ہے اسے وہ مل جاتی ہے۔

اللہ تعالٰی جتنا چاہے انسان کو دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت کے انعامات بھی۔ غرض جس سمت وہ طلب رکھتا ہے اللہ تعالٰی وہی راستہ اس پر آسان فرما دیتا ہے۔ توفیق اور فضل بھی انسان کی نیت، چاہت کی شدت اور جدوجہد میں اخلاص کے مطابق ہے۔ اس لئے اللہ تعالٰی کے ولیوں کی زندگی میں آپ غفلت، کاہلی اور لہو ولعب نہیں پائیں گے۔ بلکہ ان کی زندگی ایک مسلسل جدوجہد والی زندگی ہوتی ہے جو اللہ تعالٰی کی راہ میں لگاتار سعی اور سالک کا نام بلند کرتے ہوئے گزر جاتی ہے۔

بہرحال وہ لوگ جن کی سمت علّیین کی طرف ہوگی ان کے اعمال اسے علّیین میں لے جائیں گے۔ وہ جن کا رخ سجّین کی طرف ہوگا وہ سجّین میں پہنچ جائیں گے۔ جہاں تک محنت اور جدوجہد کا تعلق ہے جیسے پہلے کہا گیا ہے یہ اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لازمی سنت ہے۔ اس لئے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر محنت کے بغیر توکل کی بات کرنا مومن کا شیوہ نہیں۔ ایسی بات صرف کم ہمت اور کام چور فقیر کرتے ہیں۔

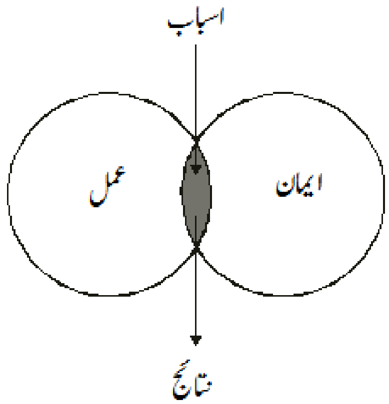

شکل نمبر 12: ایمان اور عمل ایک باہمی متصل جوڑا ہے۔ صرف صحیح ایمان اور صحیح عمل ہی صحیح نتائج کو جنم دے سکتے ہیں۔ اسباب کی نفی جائز نہیں لیکن اسباب پر بھروسہ شرک ہے۔ اسباب کے بغیر نتائج صفر ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

اللہ تعالٰی کے ولی اور عام آدمی کی محنت میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا ولی اپنے رب پر

توکل کرتے ہوئے حلال طریقوں کے مطابق محنت کرتا ہے اور عام آدمی اسباب پر توکل کرتے ہوئے رواج اور اپنے مفاد کے لئے محنت کرتا ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کا ولی بننا چاہتے ہو تو رواج اور مفاد جیسے خداؤں سے چھٹکارہ حاصل کر کے درپیش کاموں پر حسب استطاعت اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق محنت کرو، جہاں تک ممکن ہو نفس کو خواہشات سے بچاؤ اور متقی بن کر نیک عمل کرو، اسباب کا حصول اور استعمال لازم ہے لیکن اسباب پر ہرگز توکل نہ کرو۔ حکم باری تعالیٰ ہے:۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىo فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰىo

"اور وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا، یقیناً جنت ہی اس کا بہترین ٹھکانہ ہے"۔ (سورۃ النازیات، آیات 41-40)

اس اصول کے تحت اللہ تعالیٰ کے ولی کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے کبھی بھی لاپرواہ اور بے خوف نہیں اور نہ ہی اپنے نفس کو کبھی اپنے اوپر سوار ہونے دیتا ہے۔ وہ ایک نہایت متحرک اور جامع متقی شخصیت کا نام ہے جس کا عمل اس کے ایمان کے تابع ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک قابل تقلید مثال سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث اعظمؓ کی زندگی میں دیکھی جا سکتی ہے کہ باوجود آپ تمام اولیاء کے لئے قطب الاقطاب ہیں آپ اپنے وقت کے اتنے بڑے درآمد/برآمد (Import/Export) کے تاجر تھے کہ آپ کا مال بحری جہازوں میں بھرا آتا تھا۔

5.12 اللہ تعالیٰ کا ولی ذکر، فکر اور تسخیر کا مجموعہ خصائل

اللہ تعالیٰ کا ولی اس اعلانِ الٰہی کا کہ اس نے زمین و آسمان کو آدمی کے لئے مسخر کر دیا ہے، عملی مظہر ہوتا ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین مثال سرورِ کائنات کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح اپنے دشمنوں کو تسخیر کر کے انہیں جہنم کی آگ سے بچالیا۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مخلوق کو اپنی رحمت کا فیض پہنچایا اور شب معراج زمان و مکاں پر فتح حاصل کر کے کائنات میں طبیعیات اور مابعد طبیعیات حقائق کا نظارہ کیا اور آج تک لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کی تعداد، بفضل اللہ ہر روز بڑھ رہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض عالم برزخ، روزِ جزا اور اس کے بعد جنت دوزخ ہر عالم میں جاری و ساری ہے۔ کیوں نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق اپنی اپنی استطاعت کی حد تک اللہ تعالٰی کا ہر ولی بھی مخلوق کے لئے باعثِ رحمت اور کائنات کی تسخیر کا دھنی ہوتا ہے۔ اس کی طاقت کا منبع ذکر اور فکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ولی ذکر، فکر اور تسخیر کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ جس کی بنیادیں ذکر، دیواریں فکر اور چھتیں مانند تسخیر ہیں۔

5.13 شیطان کا ولی۔ مفاد، رواج اور فرار کا مجموعہ خصائل

جب کہ اللہ تعالٰی کے ولی کے مجموعی خصائل ذکر، فکر اور تسخیر ہیں اس کے مقابلہ میں ایک شیطان کا ولی بھی ہوتا ہے، جس کے خصائل رواج، مفاد اور فرار ہیں۔ ایسے آدمی کی زندگی رواج کو خوش کرنے کے لئے، اس کی جدوجہد اپنے مفاد اور لالچ کی خاطر، اور اس کی عبادات معاشرتی فرائض اور فی سبیل اللہ جہاد سے فرار کے لئے ہیں۔ اس کے حج، روزے، نمازیں، زکوۃ بھی اپنے مفاد اور رواج کے لئے اور اعلٰی ومُر قاءِ ذمہ داریوں سے فرار کے لئے ہیں۔ اگر وہ مذہبی آدمی ہے تو ثواب کے لالچ میں پڑا رہتا ہے لیکن ایسے مذہبی بندے کی اصلاح کی گنجائش باقی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں بھی کچھ حضرات (رضی اللہ عنھم) کا دل عبادت سے بھرتا نہیں تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا کہ وہ سال کے تمام دن روزے رکھتے ہیں، دن کے تمام اوقات نفل و اذکار میں گزارتے ہیں اور اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے ضروری کام اپنے نوکروں پر چھوڑ دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلا کر تنبیہہ کی اور اپنی مثال دے کر سمجھایا کہ دیکھو، باوجود کہ میں اللہ تعالٰی کا رسول ہوں لیکن اپنی گھریلو ذمہ داریاں بھی پوری کرتا

ہوں اور یہ کہ ہمارے اوپر اپنے گھر والوں، معاشرہ اور اپنے جسم کے بھی حقوق ہیں جن کا پورا کرنا بھی لازمی ہے۔

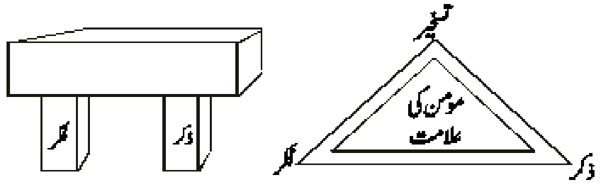

شکل نمبر 13: اللہ تعالیٰ کے ولی کی علامت ذکر، فکر اور تسخیر ہے۔

دراصل ذکر اور فکر کا مدعا تسخیر ہے، جس کا پہلا ہدف تسخیر نفس ہے اور دوسرا ہدف تسخیر کائنات ہے۔ ولایت کی منازل دراصل تسخیر کے مختلف مقامات پر فتح حاصل کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے اولین شرط اپنی خواہشات کی تسخیر ہے۔ مطلب یہ کہ انسان اپنے سفلی جذبات پر قابو حاصل کرے، مثلاً اسفل کو سونا مرغوب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ولی کو جاگنا ہوگا، اسفل کو جمع کرنا پسند ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کا ہاتھ دینے والا ہوگا۔ اسفل خوشامد اور بڑائی کو پسند کرتا ہے جب کہ علیین والوں کی راہ خاکساری ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ''دوزخ ان تمام چیزوں سے گھری ہوئی ہے جو انسان کو مرغوب ہیں اور جنت کو جانے والے تمام راستوں پر وہ چیزیں ہیں جن سے جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔'' لہٰذا اسفل کی مخالفت ہی میں اللہ تعالیٰ کے ولی کی کامیابی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بچہ سکول جانا پسند نہیں کرتا، حالانکہ سکول جانے ہی میں اس کے مستقبل کی ترقی ہے۔

ذکر، فکر اور تسخیر کے مجموعہ میں ذکر سے اللہ تعالیٰ کا ولی اپنے مالک کی مدد کا طالب رہتا ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی حضوری میں رہتا ہے اور اس کا جسم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل میں لگا رہتا ہے۔ فکر کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ مشاہدہ قدرت میں اسے قدرت والا نظر آتا ہے جیسے ایک پینٹنگ (Painting) پینٹر (Painter) کی یاد دہانی کرواتی ہے۔ مخلوق کے مشاہدہ سے اللہ تعالیٰ کا ولی خالق کے مشاہدہ تک پہنچتا ہے۔ اس کے لئے

علوم لاشیاءاور سائنس حقیقت کو پانے کا ذریعہ ہیں اور کائنات کی تسخیر کیلئے اس کے اسباب میں شامل ہیں۔ جب وہ مخلوق کے ذریعہ خالق کی شان کو پہچانتا ہے تو پھر بلا اختیار عالم شوق میں اس کی زبان سے مالک کی شان میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا ذکر نکلتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں " **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ**O (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) کی دعا اس کے لئے احسن دلیل ہے۔ اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا " **اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاء** " (اے میرے رب مجھے چیزوں کی حقیقت سے آگاہ فرما) ہر ولی کے لئے رہنما دعا ہے۔ اور **رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا** میں جو علم والی بات ہے وہ ولی کے فکر کا ثمر ہے۔ اس لئے سائنسی علوم کا حصول ولی کے مجاہدات اور عبادات کا ہی حصہ ہیں۔

"**سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً**" اسی کے لئے فرمایا گیا ہے کہ " تمہارے لئے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کچھ مسخر کر دیا گیا ہے۔ " آگے بڑھو اور انہیں اپنے استعمال میں لاؤ۔

اس سلسلہ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم عملی شہسوار تھے۔ انہوں نے اپنے نفس کو بھی فتح کیا اور اس وقت کی معلوم دنیا کو بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں کر دیا۔ اس کے علاوہ انہی کے تابعین نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی بنیاد رکھی۔ جس کی بنا پر آج کا انسان واقعی ستاروں پر کمند ڈال چکا ہے اور زندگی کو فتح کرنے کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سائنس بھی تلاش حقیقت کی طرف جدوجہد ہے اور تصوف بھی حقیقت کو پانے ہی کی جستجو ہے اگر آپ سائنسدانوں اور صوفیوں کی زندگیوں کا موازنہ کریں تو ضرور دیکھیں گے کہ دونوں ہی وجدان اور فکر کے حوالے سے اصلیت کو پانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے سائنسدانوں کا خواہ کوئی بھی مسلک ہو اپنی طبیعت میں صوفی ہوتے ہیں۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اچھے اور قابل سائنسدانوں کی اکثریت سچے اور پکے باعمل مسلمانوں کی تھی۔ غرض ہر شعبہ کے حقیقی سائنسدان، دانشور اور فلاسفر، اگرچہ کوئی دہریہ بھی کیوں نہ

ہو طبیعت کا صوفی ہوگا اور اس کی سوچ میں وجدانی کیفیت نمایاں ہوگی اور اپنی حیوانی خواہشات کو دبا کر قدرت کی اعلیٰ سچائیوں تک پہنچنے کے لئے سرگرداں ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی بھی ایک اولیٰ صفت ہے۔

افسوس کہ پچھلی تین چار صدیوں سے اسلام کا یہ فکری ورثہ بے دین قوموں کے ہاتھوں میں ہے اور خود مسلمان چلہ کشیوں کے ذریعے جنات اور ہمزادوں کی تسخیر میں مصروف ہیں۔ آج کی دنیا میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے باوجود اگر انسان کی پریشانی بڑھتی جاتی ہے تو اس کی وجہ تسخیر نفس پر اس کی بے توجہی ہے اور اکثر ولائت کے دعوے دار تسخیرِ نفس تو کیا کرتے انہیں خود نفس نے مسخر کر لیا ہے۔

5.14 فرشتوں کی مدد، ضمیر کی آواز

ولایت کی راہوں پر اللہ تعالیٰ کے ولی کا سب سے بڑا مددگار اس کا ضمیر ہے۔ یہ دراصل انسان کی روح (نفس لوامہ) کی پکار ہے جو اسے برائی سے ٹوکتی (Warn) ہے اور اچھائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، حکم ربی ہے:۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا o فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا o
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا o

"قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو سنوارا پھر اس میں فجور اور تقویٰ کا الہام کیا، بے شک اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے (خواہشات کے پیچھے چل کر) اسے خراب کیا"۔

(سورۃ الشمس آیات نمبر 7-10)

قرآن کریم کی ایسی کئی آیات سے صاف ظاہر ہے کہ روح جوامر ربی ہے۔ہدایت پر چلنے اور فجور سے بچنے کی تعلیم اس کی تخلیق کا حصہ ہے۔فجور کے خلاف تقویٰ کا الہام ضمیر کی آواز ہے۔مقصد یہ ہے کہ انسان شیطان کے حملوں سے بچ کر اپنے رب کے قرب کی طرف ترقی کرتا جائے۔ضمیر کی مدد کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر دو فرشتے بھی مقرر فرمائے ہیں۔انسان جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بھی اسے جھنجوڑتے ہیں اور اعمال لکھنے میں اس وقت تک انتظار کرتے ہیں تاوقتیکہ وہ برائی کا مرتکب نہیں ہوجاتا۔البتہ نیکی ارادہ کے ساتھ ہی لکھ لی جاتی ہے اور عمل پیرا ہونے پر عمل کا ثواب اس کے علاوہ لکھا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ولی کی صفت یہ ہے کہ وہ ضمیر کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور شیطان کے خلاف برسرِ پیکار رہتا ہے۔

مومن کے ولایت کی طرف بڑھتے ہوئے درجات پر شیاطین دن رات پریشان رہتے ہیں اور ردِ عمل میں وہ بہت زیادہ مستعد ہوجاتے ہیں کہ اسے روکا جائے۔ان کی زیادہ سے زیادہ یہ کوشش ہوگی کہ اس آدمی کو اس کے رب کے قرب سے کسی طرح ہٹایا جائے۔چنانچہ " **وَسْوَاسِ الْخَنَّاس ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاس ○** کے مطابق وہ رب تعالیٰ کی طرف بڑھتے ہوئے بندے کو غلط راہوں، شک وشبہات، گھریلو لڑائی جھگڑے، بے بنیاد فکر وغم، غصہ اور ذہنی کھچاؤ، سخت سر درد اور ذہنی امراض میں مبتلا کرنے پر زور لگا دیں گے۔شیاطین کے حملوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ولی کو اس کے فرشتوں کی مدد حاصل ہو۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ان ولیوں کا فارمولہ حکم ربی ہے " **وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوة** "" صبر اور صلوۃ کے ذریعہ مدد کے طلب گار ہو"۔یوں وہ شیطان کے خلاف ڈٹ جاتے ہیں۔اپنے معمولات کو اوقات صلوۃ کے تابع کردیتے ہیں۔ہر وقت وضو میں رہتے ہیں اور بہت زیادہ استغفار اور آیت کریمہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ** کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔شیاطین کے حملوں سے بچنے کیلئے قرآن کریم کی قل سے شروع ہونے والی آخری چار سورتوں کا دن رات، خصوصی طور پر سوتے وقت اور اٹھتے وقت تین تین دفعہ تلاوت کر کے اپنے جسم پر دم کرتے ہیں۔

5.15 کرامتوں کا ظہور اور علم الدُنی

ذکر فکر اور تسخیر والا مومن جب خواہشاتِ نفس پر قابو حاصل کر لیتا ہے، بھوک اور جاگنا اسے عزیز ہو جاتا ہے، اور ذاتِ باری تعالیٰ کے تصور میں وہ گُم رہتا ہے اُس وقت ولایت کے ارتقائی سفر میں وہ ایک ایسی منزل پر فائز ہو جاتا ہے جہاں فرشتے اس کے دوست بن جاتے ہیں، کرامتوں کا اظہار شروع ہوتا ہے اور اسے علم الدنی کی نعمت ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے اس کی زبان سے حق بولتا ہے اور وہ جو سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

اس مقام پر قرآن پاک کے الفاظ اس کو یوں محسوس ہوں گے جیسے اس کے اپنے دل پر نازل ہو رہے ہیں اور ان میں وہ اثرات اور معانی پائے گا جو حقائق الاشیاء ہیں۔ علم الدنی پا کر عالم الغیب کی باتیں اس پر حقیقت بن کر ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ تسکین والی لذتوں کے دھوکے کو وہ سمجھنے لگتا ہے، باطل کی آگ کی تپش کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ بہت سا غیب اس کے سامنے حاضر کر دیا جاتا ہے اور کرامات کا ظہور عام سی بات ہوتی ہے۔

یہ مقام بھی ولی کا امتحان ہے۔ کیا وہ اسکے عجائب میں کھو جاتا ہے یا عرشِ عظیم کی طرف سفر جاری رکھتا ہے؟ چنانچہ بہت سے اولیاء کی ترقی اس مقام پر پہنچ کر رک جاتی ہے۔ عوام انہیں بہت پہنچا ہوا بزرگ سمجھتی ہے لیکن دراصل ان کی مثال ان بادلوں کی ہے جو برس چکے ہیں۔ اب صرف گرگڑاہٹ باقی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے بندے اس مقام کے عجائب سے گھبراتے ہیں۔ اسلئے کہ روحانی ترقیوں میں کرامات معاون نہیں بلکہ رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ مریدوں اور متعلقین کو بھی چاہیے کہ کرامات کی طرف نہ جائیں بلکہ شیخ سے دعا کرائیں اور ہدایت کیلئے سوال کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف منازل کا سفر جاری رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسکی اعلیٰ ترین مثال ہیں جن کی آرزو رضائے الٰہی تھی اس لئے کرامات سے تو ضیع اوقات سمجھتے ہوئے بچتے تھے۔

دراصل کرامات کا تعلق روحانیات سے نہیں بلکہ انسانی استعداد سے ہے۔ مثلاً غیب کی باتیں بتا دینا، گمشدہ چیزوں کا صحیح پتا کر دینا، دُشمن کو زیر کر لینا، سچے خواب دیکھنا، آنے والے

واقعات کی پیش گوئی کر دینا، ایسی صلاحیتوں کو دیکھ کر عوام بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور اس استعداد والے کو اللہ تعالیٰ کا پہنچا ہوا بزرگ سمجھ کر بہت خاطر مدارت کرتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی کرامات کا باعث چند ایک ذہنی مشقیں ہیں۔ ان میں سب سے اہم خیال کا کنٹرول، یکسوئی اور توجہ کی مشقیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کم کھانا، کم سونا اور جسم کی پسندیدہ چیزوں کی نفی ہے۔ اگر کوئی غیر مذہب بے دین بھی ایسا کرے گا تو اس سے نام نہاد کرامات سرزد ہونے لگیں گی۔ ہندو یوگیوں کے کارنامے اس بات کا کھلا ثبوت ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی کی نشانی کرامات نہیں بلکہ اکلِ حلال، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی تابعداری، سنت کے مطابق اخلاق اور معاملات ہیں۔ اگر کسی میں یہ نہیں، صرف کرامتیں ہیں تو محض شعبدہ بازی ہے جس سے بچنے کا حکم ہے۔

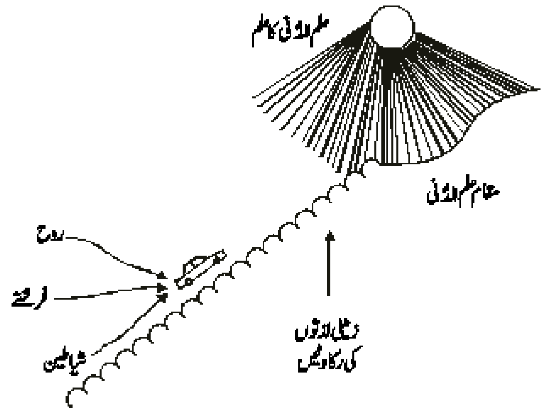

شکل نمبر 14: جب نفس اپنے شعور، اختیار اور فرشتوں کی مدد سے زمینی لذتوں کی رکاوٹوں اور شیاطین کی مخالفت کے باوجود اوپر چڑھتا جاتا ہے تو علم لدنی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر وہاں کی کرامات کے عجائب سے بچ گیا تو علم کے اس نور کی وجہ سے اگلے مقامات پر پہنچنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

5.16 محبت اور خدمت

" ھر کہ خدمت کرد اُو مخدوم شد "اس اصول کے مطابق ولایت کا مقام خدمت اور محبت سے ملتا ہے۔یہ دونوں روح کی نشو نما کیلئے غذا کا کام کرتے ہیں۔اس لئے کہ " اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللہ " مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔"یہ کہ کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے ولی بننے کی صلاحیت موجود ہے کہ نہیں،اس بات کا پتہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے موجود فطری محبت سے لگے گا۔سخت دل ، بے رحم انسان کتنا بھی عابد ہو اسے ولایت جیسے اعلیٰ مقامات نہیں مل سکتے تاوقتیکہ وہ اپنے آپ کو بدل نہ ڈالے۔خالق اپنی محبت سے پہلے اپنے قرب کے متلاشیوں کے دلوں میں اپنی مخلوق کی محبت ڈالتا ہے۔اس لئے ولایت کے ابتدائی درجات پر ہی ولی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے بے پناہ محبت اور خدمت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔حتیٰ کہ وہ اپنی ذات سے بھی زیادہ ان سے محبت محسوس کرتا ہے اور ان کی بہتری کیلئے بیتاب رہتا ہے۔

ولایت کے سفر میں یہ پہلی منزل ہے۔اس مقام سے اوپر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے دلوں میں بھی اپنے ولی کے لئے محبت کے جذبات ڈال دیتا ہے اور اس کی خدمت کرنا انہیں محبوب ہو جاتا ہے۔وہ جدھر سے گذرتا ہے اس راستہ کے فرشتے چرند پرند نباتات اور دیگر مرئی اور غیر مرئی مخلوق ماسوائے شیاطین اسے ادب کے ساتھ سلام کہتے ہیں۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ کے ولی کی عاجزی کا امتحان بھی مقصود ہے۔شیاطین بھی اُسے آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔اس لئے ان عالی مقامات پر بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ کہیں لوگوں کی خدمت اور محبت ،اللہ تعالیٰ کے ولی کے دل میں غرور کے جذبات نہ پیدا کر دیں۔شیاطین کی ہر حال میں کوشش یہی ہوگی کہ کبر میں گرفتار کر کے ولی کو اس کے مقام سے نیچے پٹکا دیا جائے۔

خدمت اور محبت کا جذبہ ولایت کا پاسپورٹ ہے اس لئے اگر کسی طالب کے دل میں مخلوق کی نسبت سے کبر،نفرت اور حجاب ہے تو یہ ولایت کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ اور

قباحت والی بات ہوگی۔ یاد رکھیں کہ اللہ تعالٰی کے ولی کا ڈیرہ شاہ کا ڈیرہ نہیں کہ وہاں کوئی ڈر یا خوف کی فضا ہو یہ تو محبت اور خدمت کا گھر ہے جہاں پیار، بازی لے جاتا ہے۔ وہاں لنگر چلتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، روحانی اور جسمانی بیماروں کا علاج ہوتا ہے، دوزخ کی طرف بڑھنے والوں کو بچایا جاتا ہے، اندھیروں میں چراغ جلائے جاتے ہیں اور حاجتمندوں کی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے نہ صرف دعائیں ہوتی ہیں بلکہ جو کچھ عملی طور پر ممکن ہو وہ سب بھی کیا جاتا ہے۔ یہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا ڈیرہ ہے جہاں آنے والوں میں سے کوئی بھی مایوس نہیں لوٹتا۔

باب نمبر 6

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مراقبہ

جیسے ہم پہلے بھی مختصر طور پر ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اسکی طرف کشش کا ذریعہ ہے۔اس لئے یہ ہر مومن کے لئے فرض عین ہے۔ولی کی ولایت کے پودے کے لئے ذکر کی حیثیت مانند پانی ہے جس کے بغیر کسی طرح کی روحانی نشوونما اور ترقی کا ہونا محال ہے۔(الا ماشاء اللہ)۔ذکر کی اہمیت کا یہاں سے اندازہ لگائیں کہ قرآن کریم میں ذکر کے مصادر والی 289 آیات ہیں اور ذکر کرنے کا حکم بار بار دیا گیا ہے۔(حوالہ المعجم والمنظرین۔محمد فواد عبد الباقی)

6.1 ذکر کی اہمیت

اپنی ماہیت میں ذکر اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں۔قلب میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا، زبان سے پکارنا، اللہ تعالیٰ کی باتوں پر غور وفکر اور اس کی کبریائی کے لئے دماغی، جسمانی اور روحانی جدوجہد کرنا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔یہ لفظ قرآن کریم میں، جمعہ کے خطبہ، پنجگانہ نماز، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، اس کا شکر، اس کی نعمتوں پر غور وفکر، عبادت، نصیحت، کلام اللہ، اس کے احکامات اس کی رحمت اور بخشش، علم، کتاب، تسبیح، تقدیس قرآن کریم کی تلاوت اور غور وفکر وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اگر ان تمام آیات جن میں ذکر کا حکم آیا ہے کو سامنے رکھیں تو مختصراً اسکا مطلب "اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے لئے جدوجہد (وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ)(سورۃ المدثر) اور اپنے قول وفعل سے اس کی رضا تلاش کرنا ہے۔" یہ تبھی ممکن ہے اگر ولی اپنی زندگی کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوہ حسنہ میں ڈھال لے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کو اپنی زندگی کا محور بنا لے۔محض تسبیح کے دانے الٹنے پلٹنے سے ذکر نہیں ہوجاتا۔حکم ربی ہے:۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ٥ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ٥

"اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، عاجزی اور خوف سے، بغیر آواز بلند کیے، صبح شام، اور غافلوں میں سے مت ہونا۔ وہ جو تیرے رب سے تعلق رکھتے ہیں (اللّٰہ تعالیٰ کے ولی) وہ اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں (اُسکا حکم مانتے ہیں) اور اُسی کو سجدہ کرتے ہیں"۔ (سورۃ الاعراف آیات نمبر 206-205)

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ولی کسی بھی حالت میں اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ اس کا عبد بننے پر فخر کرتا ہے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے، اور دن رات اس کی حاضری میں رہتا ہے۔

سورہ البقرہ میں ارشاد ہے" **فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ**" ۔" تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر مت کرو" (سورہ البقرہ آیات نمبر 152)

سبحان اللہ کیا نعم البدل، بندہ کتنا ذکر کر سکتا ہے۔ اس کی بساط ہی کیا لیکن انعام یہ کہ بندہ کے ذکر کے بدلے اللہ تعالیٰ حیّ قیوم، خالق و مالک خود اس بندے کا ذکر کرتا ہے۔ ذرا اللہ تعالیٰ کی لامتناہی ہستی پر غور فرمایئے اور پھر اس کے ذکر کے مقام کو سمجھئے تاکہ ہمیں اپنے ذکر کی اہمیت کا اندازہ ہو۔ پھر ایک ممنون دل کے ساتھ اپنے رب کی مہربانیوں کا زبان، دل، ہاتھ، آنکھ غرض رویں رویں سے اپنے کریم مالک کا شکر ادا کیجیے۔

چونکہ شکر کفر کا الٹ ہے اس لئے کفر سے بچنا، کفر کے خلاف جدوجہد اور حق کے لئے کام کرنا شکر کا عملی مظاہرہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔

6.2 ذکر کا حق

اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حق یہ ہے کہ انسان اپنے جسم و جان میں اپنے رب کے پیارے نام کو سمو لے، اس کی زبان، آنکھیں، کان، ہاتھ پاؤں غرض جسم کا رواں رواں خود ذکر بن جائے۔ جیسے پرندے ہوا میں اڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذاکر بندے ذکر کی فضا میں پرواز کرتے ہیں۔ حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ذاکر کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے **"رانجھا رانجھا کردی نی میں، آپے رانجھا ہوئی"** اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر تسبیح کے دانے پھیرنا اور اللہ اللہ کے نام کی تعداد کا شمار کرنا نہیں بلکہ بے حساب عاجزی کے احساس کے ساتھ اپنے رب کی محبت میں غرق رہنا ہے۔ جس طرح مچھلی پانی کو بھول نہیں سکتی یا حیوانات ہوا سے باہر نہیں رہ سکتے، ایسا ذاکر اپنے رب کے ذکر کے بغیر خالی نہیں رہ سکتا۔ جیسے مچھلی دریا میں اپنے سارے کام کرتی ہے۔ عین ویسے ہی حق تعالیٰ کا ذاکر دنیا کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لے کر بھی حق تعالیٰ سے جدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو انعام بھی بے حساب عطا فرماتا ہے، جس کی کچھ جھلکیاں سورہ احزاب کی آیات 44-41 میں ملتی ہیں فرمایا:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ o وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا o هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا o تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا o

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت کثرت سے یاد کرو، اور صبح و شام اسکے دھیان اور کاموں میں لگے رہو۔ وہ وہی ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے

فرشتے بھی (تمہارے لئے دعا کرتے ہیں) تاکہ تمہیں
اندھیروں سے اُجالے کی طرف نکال کر لے جائیں۔ اللّٰہ
تعالیٰ مومنین پر خصوصی طور پر مہربان ہے۔ان کی
ملاقات کے لئے خوش آمدید اور سلام ہے اور ان کے لئے
عزت والا بدلہ تیار ہے"۔ (سورۃ الاحزاب،آیات 44-41)

اللہ تعالٰی کے ولی کے لئے "ذکرِ کثیر" خصوصی طور پر ضروری ہے۔ بلکہ **المصداق "ہتھ کار وچ دل یار وچ"** وہ ہروقت اللہ تعالٰی کے دھیان میں رہتے ہیں۔اس ذکر کا مومن پر یہ اثر ہونا چاہیے کہ اس پر اللہ کا رنگ چڑھتا جائے۔جس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ اس کی ذات اللہ تبارک وتعالٰی کے اسمائے حسنہ کی صفات کا مظہر بن جاتی ہے اور اس کا قلب اللہ تعالٰی کے نور سے بھر جاتا ہے۔یعنی وہ اللہ والا ہی نہیں بلکہ انسانی سطح پر رہتے ہوئے وہ صفات میں وہ اللہ تعالٰی جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے۔

اس مقام تک پہنچنے کے لئے ایک اہم شرط یہ ہے کہ ذاکر اپنے قلب کو تمام شیطانی نجاستوں سے پاک کرے اور اسے اپنے رب کے لئے خالی کر دے۔کلمہ طیبہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** ۔ میں **لَا اِلٰـــهَ** "کوئی خدا نہیں"، اسی مقام لَا کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر محبت کے مقابلہ میں محبوب اعلیٰ اللہ تعالٰی ہی ہو۔لا کی یہ کیفیت اللہ تعالٰی کے انوار کے اثرات قبول کرنے کے لئے لازمی شرط ہے۔یعنی ذکر اسی صورت میں مئوثر ہوگا کہ دل کو دنیا کی چیزوں کی محبت سے خالی کیا جائے، رواج اور مفاد سے نکلا جائے،فرار سے بچا جائے اور دُنیا میں رہتے ہوئے دل صرف اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ ہو۔

یہ سوال کہ دل پر ذکر کے اثرات کیا ہوتے ہیں، کو سمجھنے کیلئے ذرا سورہ انفال کی آیت نمبر 2 پر غور فرمائیں۔ارشاد باری تعالٰی ہے "یعنی ایمان والوں کا حال یہ ہے کہ جب اللہ تعالٰی کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں" (2)8۔اب اس کے مقابلہ میں اپنے لئے روح پر چوٹوں والے ذکروں کو دیکھئیں۔نہ محبت نہ خوف، بس چوٹیں ہی چوٹیں،لطیفوں پر لطیفے۔اللہ تعالٰی

ہمیں ان دھوکوں سے بچائے۔ بہر حال یاد رکھیں جو ذکر محبت اور تقویٰ سے خالی ہے وہ محض ایک مشینی عمل ہے جس سے کراماتیں مل سکتی ہیں لیکن قُرب نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ کا مقرب ولی محبت اور خوف کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ اپنے رب کی ذات میں یوں ڈوب جاتا ہے کہ ذکر کرنا اس کی فطرت بن جاتا ہے۔ مثلاً ہر سختی اور حاجت کے سامنے اسکا دل یوں اُٹھتا ہے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه" ہر ممکنات پر "اِنْشَاءَ اللّٰه" نعمت پر "اَلْحَمْدُلِلّٰه" ہر حیرت انگیز کے سامنے "سُبْحَانَ الله" ہر مشکل میں "حَسْبِيَ الله" اور ہر قوت کے سامنے "لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم" ہر مصیبت کے ازالہ کیلئے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن" کہہ کر اپنے مالک کی مدد کا طالب ہوگا۔ بقیہ اوقات میں بھی اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے نام بکلمہ طیبہ اور درود شریف سے تر رہتی ہے اور جسم اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہتا ہے۔

6.3 ذکر کا انعام

اپنے حضور اپنے بندے کی یوں ہر وقت حاضری کے بدلے مالک کون و مکان اسے اپنی معیت اور معرفت کا نور عطا کرتا ہے۔ قابلِ رشک مقام وہ ہے کہ جب بندہ اپنے رب کا ذکر کرے تو مالک کے ہاں اس بندے کا ذکر ہو۔ جب ایسا ہوگا تو اس وقت اپنے رب کی اتباع میں ساری کائنات اس بندے کے ذکر میں رطب اللسان ہو جاتی ہے۔ جب وہ کہیں سے گزرتا ہے تو در و دیوار، نباتات و جمادات و حیوانات سب ادب سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ دیکھو، وہ اللہ تعالیٰ کا ولی جا رہا ہے۔ سورہ احزاب 44-41 میں تو یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے ذاکر بندوں پر خصوصی رحمتیں نچھاور کرتا ہے اور جدھر جدھر سے اس کا گزر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر درود و سلام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نور اس کے آگے آگے رہنمائی کرتا ہے اور ظلمتیں اس سے چھٹ جاتی ہیں۔

6.4 ذکر کی روح

تصوف کے مختلف سلسلوں میں ذکر کے بے شمار طریقے رائج ہیں لیکن بات ایک ہی ہے کہ کسی طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ یاد رہے۔ **"جو دم غافل سو دم کافر"** اذکار میں اول نام رب العزت کا اسم ذات یعنی **اللّٰہ** ہے۔ اس پاک نام میں بے حساب برکت پنہاں ہے۔ جس کے متعلق سورہ الرحمٰن میں ارشاد ہے "بہت بابرکت ہے تیرے رب کا نام **ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام** ہے۔" 55(78) رب کا نام اللہ تعالیٰ ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بار بار **اللّٰہ، اللّٰہ، اللّٰہ** کا ذکر کرتا ہے تو اس سے انسان ایک ماورائی کیفیت میں پہنچ جاتا ہے۔ یاد رکھیں اگر دل ذکر سے خالی ہو یعنی صرف زبان ذکر کر رہی ہو اور دل اس کا ساتھ نہ دے تو انسان اسم ذات کے انوار سے محروم رہے گا۔ یعنی حاضری کے بغیر والا ذکر خو فر ہی ہے۔

پُر اثر ذکر کی پہچان یہ ہے کہ ذاکر متقی بن جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کا مطلب دل کا تقویٰ ہے اور تقویٰ کے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنے رب کو ہر چیز سے زیادہ پیار کرتا ہے اور اپنے پیار کی حفاظت کے لئے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے انتہائی محتاط ہوتا ہے اور اس احتیاط کے نتیجہ میں وہ گناہ، غلطی اور غفلت سے ڈرا ڈرا رہتا ہے۔

6.5 ذکر العالمین

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت العالمین، اور اس کا کلام ذکر العالمین ہے۔ عالمین میں تمام طرح کی مخلوقات مثلاً انسان فرشتے، ارواح شامل ہیں اور سارے کے سارے جہان، مثلاً سب کے سب ستارے، سیارے کہکشاؤں کی دُنیائیں، جنت، برزخ یہ سبھی عالمین کا حصہ ہیں۔ قرآن کریم کو جب اللہ تعالیٰ نے ذکر العالمین فرمایا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی تمام اذکار کا سرتاج ہے اور یہ کبھی نہ ختم ہونے والا ذکر ہے۔ اللہ

تعالیٰ کی شانِ ربوبیت، اس کے نبی کی شانِ رحمت اور قرآنِ کریم کی شانِ ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔ اس لئے اذکار میں اہم ترین قرآنِ کریم کی تلاوت، آیات کریمہ کی روح تک پہنچنا اور سمجھ کر بغیر کسی تامل اور حجت کے عمل کرنا اور اپنی زندگی کو صاحبِ القرآن کے اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق ڈھالنے میں ہیں۔ ان سے ذکر العالمین کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے محبوبین کے لئے سب سے اہم ذکر قرآن کریم کی سمجھ سمجھ کر تلاوت کرنے میں ہے۔ یہ اس احساس کے ساتھ ہو کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جو رحمۃ للعالمین کے پیارے ہونٹوں سے سب سے پہلے دنیا نے سنا۔ تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے مضامین پر غور فرمائے کہ اس کا رب اس سے کیا چاہتا ہے؟ اسے کیا کہتا ہے؟ اور جب سمجھ آجائے اس پر فوری عمل پیرا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات** ”نیکی میں جلدی کرو“ ”اس لئے نیکی کے لئے انتظار نہ کرو اور جب بات اللہ تعالیٰ کے حکم کی ہو تو پھر کیا سوچنا“ لہٰذا اذکار میں ترجیحاً اول درجہ پر قرآن کریم ہی ہے۔

یہ کوئی عام کتاب نہیں کہ اسے دوسری کتابوں کی طرح پڑھا جائے۔ اس کے لئے قلب اور جسم کی طہارت اولین شرط ہے۔ پھر پیار اور تقدس سے اسے چوم کر کھولا جائے اور اُسے یکسوئی کے ساتھ سمجھنے کے لئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ تب احساس ہوگا کہ یہ کتنا عالیشان بے مثال کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نام **ذِكْرَ الْعَالَمِين** کیوں رکھا ہے؟ بے شک عالم الدنیا ہو، یا عالم برزخ، یوم حساب ہو، جنت ہو یا جہنم ہر عالم میں یہی قرآن کام آئے گا۔ لہٰذا اس کی تعلیم اولیاء اللہ کا بڑا شعار ہے۔ جس دربار میں قرآن نہیں وہاں ولایت بھی نہیں۔

افسوس کہ آج کل کے پیروں فقیروں کے ڈیروں پر اگر کسی چیز سے سب سے زیادہ بے توجہی برتی جا رہی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ مختلف رنگوں میں قوالیوں اور تقریروں، کراماتوں کے بیانات اور روح سے خالی اذکار کا شور تو بہت ہوتا ہے لیکن کلام الٰہی صرف الماریوں کی خوبصورتی ہے۔ اگر کبھی پڑھا بھی جاتا ہے تو برائے ایصالِ ثواب پڑھا جاتا ہے برائے ہدایت نہیں۔ ایسے میں ولایت کہاں؟

6.6 عمومی اذکار

عمومی حیثیت سے ذکر کون سا کیا جائے اور کیسے کیا جائے؟ جیسے ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ پچھلے بارہ سو سال سے صوفیاء کرام کے بے شمار حلقے اور سلسلے دراصل اسی سوال کے نتیجہ میں مستقل علیحدہ علیحدہ حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ حالانکہ بات وہی ہے جو ہم اوپر کہہ چکے ہیں اعلیٰ ترین ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت، اُس پر غور و فکر اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل میں ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اُس کی صفات کا ذکر ہے۔ مقصد ایک ہی ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی محبت کو بسایا جائے اور آدمی سب سے کٹ کر اسی کا ہو جائے اور یہ بات اپنے قول و فعل سے ثابت کرے۔ سورہ المزمل میں حکم ہے:۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلاً ○

"اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب سے کٹ کر صرف اسی کے ہو جاؤ۔ وہ مغرب و مشرق کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم اسی کو اپنا وکیل بناؤ"۔
(سورۃ المزمل، آیات 8-9)

ذکر کی پوری حقیقت اور ہمارے سوال کا جواب اس آیت مبارکہ میں واضح کر دیا ہے۔ یعنی ذکر کرو تو اپنے رب کے نام کا کرو، **اللہ اللہ اللہ** ۔ اور جب کرو تو سب سے علیحدہ ہو کر دنیا و جہان کے بکھیڑوں کو ذہن سے نکال دو اور نتیجتاً صرف اُسی کے ہو جاؤ۔

اسی آیہ مبارکہ میں بہت اہم یاد دہانی "**لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ**" کی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہی میرا ذکر ہے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کا بھی یہی ذکر تھا۔ آیہ مبارکہ میں "**فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا**" کا مطلب یہ ہے کہ "**لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ**" کے ذکر کے نتیجہ میں انسان کو دنیا کے جھوٹے خداؤں کی غلامی سے نکل کر صرف اللہ رب العالمین ہی کا ہو جانا چاہیئے اسی

کواپنا کارساز سمجھے۔دنیا کے اسباب کااستعمال کرسکتا ہے لیکن توکل اپنے رب پر ہی کرے۔

اسم ذات کےذکر کے لئے ایک مقبول اور قائل اثر طریقہ پاس انفاس کہلاتا ہے۔

جب آدمی سانس اندر کھینچے تواپنے خیال میں **اللّٰہ** کے اسم کودماغ سے دل تک لے جائے اور جب سانس باہر نکالے تو اسم **اللّٰہ** کودل سے دماغ تک لے جائے اور آنکھوں سے باہر نکال دے۔اگر یہ ذکر علیحدہ بیٹھ کرکیا جائے تواس طریقہ میں جب آپ سانس اندر لیں گےتو گردن جھکی چاہیے اور جب باہر کونکالا جائے تو گردن تھوڑا سااوپر اٹھ جائے اورآنکھیں کھل جائیں۔

شروع شروع میں یہ مشق کچھ مشکل معلوم ہوسکتی ہے لیکن بعد میں یہ ایک خودبخود عمل بن جاتا ہےاور آدمی کام کاج میں معروف رہتے ہوئے بھی ایک دن میں چالیس ہزار سے زائد مرتبہ ذکر کرسکتا ہے۔

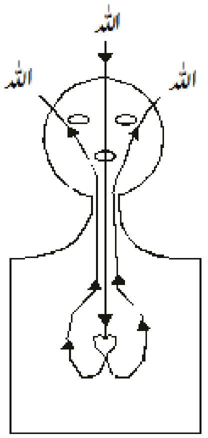

شکل نمبر 15: ذکرِ پاس انفاس کی کیفیت

"**لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ**" کاذکر بھی مومن کی طبیعت میں خودکار ہوجاتا ہے۔ضروری ہے کہ ہر نماز کے بعد تھوڑا عرصہ ذکر کیا جائے اور پھر رات کوسوتے وقت اپنا اختیار کردہ ذکر کرتے ہوئے سوجائیں۔
اگر قریب ہی کوئی ذکر کا حلقہ ہواور آپ کا دل مائل کرےتو وہاں سے سیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

یاد رکھیں کہ ذکر کا اپنا حق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مومن اپنی زندگی کو ذکر العالمین یعنی قرآن کریم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا رہے۔ اسی ضمن میں اسم ذات کا حق یہ ہے کہ مومن اپنے رب کا نام بلند کرنے کیلئے جہاد کرتا رہے، **لا اِلٰـهَ اِلا اللّٰـه** کا یہ حق ہے کہ رواج، مفاد اور دنیاوی اسباب، اور نا خداؤں کے خوف سے آزاد ہو کر صرف اپنے رب پر توکل کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ولی دنیا کے خوف و غم سے آزاد ہو کر اپنے رب کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔

قدرت اللہ شہاب اپنی خودنوشت کے باب "چھوٹا منہ بڑی بات" میں لکھتے ہیں کہ اگر اسم ذات یعنی **اللّٰـه اللّٰـه** کا ذکر اس تصور کے ساتھ کیا جائے جدھر منہ پھیرو ادھر ہی وہ ہے تو استغراق اور محویت کی کیفیت پیدا ہو کر ہر شے سے ذکر کی آواز سنائی دینے لگتی ہے مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ جب وہ خود ذکر کرتے تھے تو پہاڑ اور طیور بھی ان کا ساتھ دیتے تھے۔

وہ لکھتے ہیں کہ "اسم ذات **اللّٰه هُوْ** کا دوسرا ذکر پاس انفاس ہے جس میں سانس باہر کرتے وقت **اللّٰـه** کو سانس میں لے اور سانس کو اندر لیتے **هُـو** کو اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر و باطن میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی کا ظہور ہے۔ اس ذکر کو اس قدر غیر معمولی کثرت سے کریں کہ سانس ہر وقت ذکر کی عادی ہو جائے۔ اس طرح پاس انفاس سے بہرہ ور ہو کر قلب غیر اللہ سے صاف اور دیگر کدورتوں سے پاک ہو کر انوار الٰہیہ کا محور بن جاتا ہے۔"

6.7 ذکر اور جدید سائنس

میڈیکل سائنس کے ماہرین نے معلوم کیا ہے کہ انسان کے تالو کے اگلے حصے میں سامنے والے دانتوں سے ذرا پیچھے کچھ ایسے خلیات ہیں جنہیں **(Mecheno Receptors)** کا نام دیا گیا ہے۔ جب زبان ان سے آ کر ٹکراتی ہے تو ان سے ایسے ہارمونز خارج ہوتے ہیں جو صحت بخش اور دل کی تقویت کیلئے ضروری ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جب آپ "**اللّٰه**" کہتے ہیں تو زبان اسی مقام پر آ کر ٹکراتی ہے اور رک جاتی ہے اور منہ کھل جاتا ہے۔ چنانچہ ان صوتی اثرات کے مطابق ذکر کی تصویر کو شکل نمبر 16 میں دکھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام دو آوازوں پر مشتمل ہے

(1)ال ل ل ــــ اس آواز کو جب نکالتے ہیں تو زبان اُٹھ کر تالو کے خاص مقام میکنو ورسیپٹر (Mecheno Receptors)میں وہاں جا کر ٹھہر جاتی ہے ۔ (2)دوسری صوت لاہ ہ ہ ــــ کی ہے ۔اس صوت میں زبان کُھلے ہوئے مُنہ کے درمیان میں رُک جاتی ہے ۔اس وقفہ میں وہ ہارمونز جو تالو سے اُٹھائے گئے ہیں زبان کے اندر جذب ہو جاتے ہیں جو کہ ڈپریشن کی بیماری کا علاج ہے۔

اسی طرح لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کے ذکر پر سات مرتبہ ہارمونز نکلتے ہیں۔لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر چار مرتبہ۔ان سب اذکار سے قلب کو سکون ملتا ہے اور روح کو بالیدگی۔ارشاد باری تعالی ہے۔اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔(سورۃ الرعد، آیت 28) سن لو اللہ تعالی کے ذکر سے تمہارے دل اطمینان پاتے ہیں۔

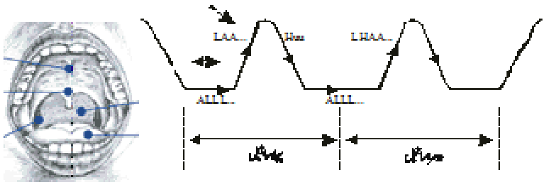

شکل نمبر 16: ذکرِ اللہ تعالی کے صوتی اثرات

6.8 ذکر ذات پاک پر قلبی کیفیات

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دوسرے بزرگوں کا قول ہے کہ اسمِ اعظم "اللہ" ہی ہے جو رب تعالی کا ذاتی نام ہے۔جیسے اوپر بار بار یاد دہانی کی گئی ہے کہ حکمِ ربی ہے "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ" سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے ۔زیادہ سے زیادہ روحانی فوائد کے لئے یہ اسمِ پاک کا ذکر کیا جائے ۔اسکی وضاحت اوپر ہو چکی ہے لیکن کس کیفیت میں کیا جائے؟اس کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ذکرِ ذات ،مشاہدہ ذات کیساتھ ہو جو مخلوق کی نسبت سے ہی ممکن ہے۔

ذکر کے وقت اپنے آپ کو دُنیا کے دھندوں اور دُنیا والوں سے علیحدہ کرلو۔ اگر علیحدہ کمرہ اور رات کی تنہائی میسر ہو تو کیا ہی کہنا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کو اپنے ذہن میں لاؤ اور جیسے ارشاد ہے "**اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ**" اللہ تعالیٰ ہی آغاز کرتا ہے، وہی دوبارہ زندہ کرے گا"۔ دل سے پوچھو سامنے چیز کو کس نے بنایا؟ کس نے بڑھایا؟ پھر کس نے مٹایا؟ آواز کو کھینچ کر جواب دو "**اَللّٰه**"، مثلاً

سورج کو ذہن میں دیکھو۔	کس نے بنایا	**اللّٰه**
درختوں کو ذہن میں لاؤ	کس نے بنائے	**اللّٰه**
سمندر	کس نے بنائے	**اللّٰه**
ستارے	کس نے بنائے	**اللّٰه**
چاند	کس نے بنایا	**اللّٰه**
بادل	کس نے بنائے	**اللّٰه**
بارش	کس نے برسائی	**اللّٰه**
پانی	کس نے بنایا	**اللّٰه**
پہاڑ	کس نے بنائے	**اللّٰه**

اس طرح چیزوں کو دیکھو کہ مٹ رہی ہیں۔ پوچھو کس نے مٹایا۔ جواب دو **اللّٰهُ**

چیزوں کو بڑھتے دیکھو۔ کس نے بڑھایا جواب **اللّٰهُ**

غرض رب تعالیٰ کی چھوٹی بڑی مخلوق کو ذہنی نقشہ پر بنتے، بڑھتے، مٹتے دیکھتے جاؤ اور جواب میں نہایت شوق و محبت سے مترنم نرم زبان میں **اَللّٰهُ اللّٰه** کہتے جاؤ۔ انشاء اللہ روح اپنے مالک کے قُرب کی طرف اسی نسبت سے آگے بڑھتی جائے گی۔

رب العزت کا حکم ہے اپنے منہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رکھو۔ ہر جگہ ہر سمت۔ اوپر نیچے، دائیں بائیں وہی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں آہستہ آہستہ اپنی جگہ پر کھڑے گھومتے جاؤ۔ تصور کی آنکھ سے سمتوں کو بدلتے دیکھتے کہو **اللّٰه** ۔ **اللّٰه**۔ **اللّٰه**۔ اسی طرح افلاک میں اوپر سے نیچے دیکھو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے جاؤ۔ رفتہ رفتہ گھومنے میں تیزی آجائے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ

کہ ذکر کی تکرار میں بھی تیزی آتی جائے۔

6.9 ذکر **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ** پر قلبی کیفیات

جیسے آپ کو معلوم ہے کہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ** کا ذکر دو کلموں پر مشتمل ہے پہلا **لَا اِلٰہَ** اور دوسرا **اِلَّا اللّٰہ**۔ پہلے کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی وجود مرئی یا غیر مرئی، معبود نہیں ہو سکتا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج، چاند، ستاروں کو دیکھ کر فرمایا۔ مٹنے والے میرے معبود نہیں ہو سکتے میرا معبود ہمیشہ رہنے والا **اللّٰہ** ہے۔ یہی کیفیت فرمانِ ربی **کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ O وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام O** (سورۃ الرحمٰن آیات 26,27) میں واضح کر دی گئی ہے کہ سب فنا ہے صرف اُسی کو بقا ہے۔ چنانچہ ذکر **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کے وقت جب **لَا اِلٰہَ** کہو تو آنکھیں بند کر کے تصوری دُنیا میں کسی چیز کو مٹتے مشاہدہ کرو اور پھر کہو **اِلَّا اللّٰہ**۔ تھوڑی دیر ذکر کے بعد ہر چیز پر قیامت کی کیفیت برپا ہوتی نظر آئے۔ ایک ایک کر کے سارے بت گر جائیں گے۔ واحد ذات اللہ تعالیٰ کی باقی رہ جاتی ہے۔

لَا اِلٰہَ (تصوری آنکھ سے دیکھو زمین مٹ گئی) **اِلَّا اللہ**
لَا اِلٰہَ (چاند مٹ گیا) **اِلَّا اللہ**
لَا اِلٰہَ (کوئی بڑے سے بڑا آدمی ختم) **اِلَّا اللہ**
لَا اِلٰہَ (دولت، سونا، چاندی کے پہاڑ ختم) **اِلَّا اللہ**
لَا اِلٰہَ (تصوری آنکھ سے بُت گرتے دیکھو) **اِلَّا اللہ**
لَا اِلٰہَ (اپنی شخصیت کو گرتے دیکھو) **اِلَّا اللہ**
لَا اِلٰہَ اپنی شان و شوکت ختم ہوتے دیکھو **اِلَّا اللہ**
لَا اِلٰہَ (اپنی اولاد، ماں، باپ، آباؤ اجداد کو ختم ہوتے دیکھو) **اِلَّا اللہ**

اس طرح ذکر کرنے سے آپ کی بصارت اور بصیرت دونوں میں غیر اللہ کے وجود کی حقیقت اور اہمیت بالکل عارضی، بے وقعت اور صفر ہو جائے گی۔ صرف اور صرف بزرگ و برتر اللہ تعالیٰ کی واحد ذات پاک باقی رہ جائے گی۔ جو پوری شان و شوکت کے ساتھ ازل سے ابد تک قائم

ودائم ہے۔وہی ہے ہمارا معبود۔باقی سب کچھ بے حیثیت مردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ولی **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه** کے اس راز کو پا کر دُنیا و مافیہا کی ہر چیز کی اہمیت اور محبت سے نکل جاتا ہے۔اس کی زندگی کا مقصد اور محبت کا مرکز صرف مالک کی ذات پاک رہ جاتا ہے اس کیفیت کے بعد اس کے دنیا سے تعلقات بھی خالق کی رضا کے لئے ہو نگے۔یوں اس کلمہ کی طاقت سے اللہ تعالیٰ کا ولی بڑے سے بڑے بت کو پاش پاش کر کے رکھ دیتا ہے۔

6.10 مراقبہ اور حصولِ مراتب

ذکر کے بعد مراقبہ کی باری آتی ہے۔مراقبہ کا لفظ رَقَبَ سے ہے جسکا مطلب مشاہدہ کرنا،توجہ سے کسی چیز کو نظر میں رکھنا، حفاظت کرنا،خوف سے دیکھنا وغیرہ ہیں۔تو مراقبہ توجہ اور مشاہدہ کے عمل کا نام ہے۔ذکر اور مراقبہ میں فرق یہ ہے کہ ذکر کسی ایک کلمہ کی تکرار ہے جبکہ مراقبہ اسکے معانی پر غور وفکر کرنا ہے۔اسکا مقصد اللہ تعالیٰ کی قربت اور صفاتِ عالیہ کا حصول ہے۔

اسکا طریقہ یہ ہے کہ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ منظور ہو اسکو یکسوئی کیساتھ آہستہ آہستہ دل میں یا زبان سے دہرائے اور ذہن کو دوسرے تمام خیالات سے خالی کر کے اسکے معنی پر اس قدر منہمک ہو جائے کہ دنیا و مافیہا سے بھی حتیٰ الوسع بے خبر ہو جائے۔یہاں تک کہ اپنا خیال بھی دل سے نکل جائے۔حکم ربی ہے **وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (سورة المزمل، آیت 8)** یعنی اپنے رب کے اسم کا ذکر کرو اور سب سے کٹ کر صرف اسی کے ہو جاؤ۔

یکسوئی کے لئے بعض بزرگ مراقبہ کے وقت کھڑکیوں پر پردے چڑھا دیتے ہیں، دروازے بند کر دیتے ہیں تاکہ کمرہ میں کچھ اندھیرا ہو جائے،اگر رات کا وقت ہو تو لائٹ کو بند کر دیتے ہیں۔یعنی ماحول ہر قسم کے شور سے ممکنہ حد تک پاک ہو جائے، نہ کانوں کا شور، نہ آنکھوں کا شور، تاکہ دل صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو۔

مراقبہ کے لئے آپ قرآن پاک سے اپنے حالات اور کیفیات کے مطابق آیات کا چناؤ کر سکتے ہیں ماشاء اللہ معانی کے اعتبار سے برکات کا نزول ہوگا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے صفاتی

ناموں کے مراقبہ سے ان کے خواص آپ میں سرایت ہوتے جائیں گے۔مندرجہ ذیل میں نمونہ کے طور پر کچھ آیات دی جارہی ہیں جن کے مراقبہ سے اولیاء کرام مستفید ہوتے آئے ہیں۔

1) **مراقبہ معیت ورفاقت۔"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه "**
---نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

یہ افضل الذکر ہے اور اس میں دل کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

2) **مراقبہ توبہ---"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"** ۔
نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا، تیری ذاتِ پاک سبحان ہے میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔

اس مراقبہ سے گناہ دھلتے ہیں،یہ بیماریوں کا علاج ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

3) **مراقبہ نور---"اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"** اللہ تعالیٰ زمین و آسماں کا نور ہے۔

اس مراقبہ سے روحانی لطافت اور عالم الغیب کے اسرار سے آگاہی پیدا ہوتی ہے۔

4) **مراقبہ معیت۔"وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ"** ---اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

اس مراقبہ سے اللّٰہ تعالیٰ کی قربت کا احساس اور اس کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ سائل اللّٰہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے ۔

5) **مراقبہ قربت۔"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد "**---اور ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی قریب ہیں۔

اس مراقبہ سے بھی اللّٰہ تعالیٰ کی قربت اور حفاظت ملتی ہے۔

6) **مراقبہ قدرت۔"وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر "**---اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس مراقبہ سے انسان کو قوت، طاقت اور رتبہ ملتا ہے۔

7) **مراقبہ غنا۔"وَرَبُّكَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَة**---اور آپ کا رب غنی ہے اور رحمت والا ہے۔

اس مراقبه سے اسباب میں ترقی هوتی هے اوردل غنی هوجاتا هے۔

8) مراقبہ رقابت۔ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا "۔۔ اوراللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اوراللہ تعالیٰ کافی مددگار ہے۔

اس مراقبه سے آدمی اپنے رب کے قریب هو تا جاتا هے اور اس کی نصرت ملتی هے۔

9) مراقبہ توکل۔ "تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں ۔اوروہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس مراقبه سے روحانی اور جسمانی دشمنوں سے نجات ملتی هے۔

10) مراقبہ قوت۔ "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه "۔۔۔۔نہیں ہے کوئی رعب اور نہ کوئی طاقت ماسوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اس مراقبه سے اللّٰہ تعالیٰ خوف، غم سے آزادی اور شر کی قوتوں سے حفاظت فرماتا هے۔

11) ان کے علاوہ آیت الکرسی جو اپنی شان کے لحاظ سے قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت ہے، کا مراقبہ روحانی درجات ،علم الدُنی کے حصول اور کفار پر عظمت وطاقت، رعب ودبدبہ اورشر کی تمام قوتوں سے حفاظت کے لئے بہت مفید ہے۔

12) سورہ فاتحہ کا مراقبہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ،اس پر توکل ،صراط مستقیم کی ہدایت اوردین کے دشمنوں سے حفاظت ،جسم اور قلب کی تمام بیماریوں سے نجات کے لئے اکسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور مراقبہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معنی کے مطابق انسان کی حاجت روائی ہو جاتی ہے ۔مثلاً مراقبہ رفاقت وحمایت سے حاجت مندی کے مسئلہ میں مدد حاصل ہو جائے گی ۔ غرض اللہ تبارک وتعالیٰ کے جس نام کا بھی مراقبہ اور ذکر کیا جائے اس نام کی نسبت سے انسان میں وہی صفات پیدا ہوتی جائیں گی اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ویسی ہی مدد حاصل ہو جائے گی ۔

مثلاً "يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيْمَ" کا ذکر علم میں ترقی کا باعث ہوگا، "يَا الرَّزَّاقُ يَا الرَّزَّاقُ" کے ذکر سے رزق میں برکت حاصل ہوگی،"يَا حَفِيْظُ يَا حَفِيْظَ" سے حفاظت

ملتی ہے۔"وَاِذَامَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ"کاذکر صحت کا باعث ہوگا۔(انشاءاللہ تعالیٰ العزیز)
اس لئے اپنے حالات اور میلان طبع کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دوست اسکے صفاتی ناموں کا اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں۔جسکی انتہا یہ ہے کہ مومن خودان صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔

6.11 اللہ تعالیٰ کا بندہ۔اللہ والا اور اللہ تعالیٰ جیسا

جیسے پہلے بھی ہم ذکر کر چکے ہیں دراصل اللہ تعالیٰ کا ولی اللہ والا ہی نہیں ہوتا بلکہ انسانی بساط کے پیمانوں پر وہ اللہ تعالیٰ کی صفات جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے۔یعنی خلافتِ الٰہیہ اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی کے مصداق بننے سے ملتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ" "اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق اپنے اخلاق بناؤ" اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ مومن اپنے رب کے رنگ میں رنگا جائے گا اور وہ اس فطرت پر آجائے گا جو اسکے رب کی فطرت ہے۔اللہ تعالیٰ کے 99 صفاتی نام ہیں ان میں سے ہر ایک نام اس خاص صفت کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ولی بشری بساط کے مطابق ان صفات کریمہ کے مظہر ہوتے ہیں۔مثلاً

- ☆ "اللہ رحمٰن رحیم ہے،اللہ تعالیٰ کا ولی بھی صفت رحیم میں بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔
- ☆ اللہ الودود ہے،اس لئے اس کا بندہ بھی سب سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ رب ہے،اس کا بندہ بھی صفتِ ربوبیت سے ممتاز ہوگا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ علیم،خبیر،حکیم ہے،اس کا بندہ بھی صاحب علم وحکمت اور خبردار ہوگا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ خالق صانع،مبدی ہے،اس کا ولی بھی ایک فعال تخلیق کار،نئے نئے خیالات کا موجد اور منصوبہ جات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا ہوگا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے،نگہداشت کرتا ہے،اس کا ولی بھی بانٹنے والا،لوگوں کا خیال رکھنے والا ہوگا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کو صفائی پسند ہے،اللہ تعالیٰ کا ولی بھی صفائی کی صفت کا مظہر ہوگا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ جمیل ہے،اللہ تعالیٰ کے ولی کی شخصیت میں بھی جمال ہوگا۔

☆ اللہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ولی کی شخصیت بھی کرم کے ساتھ ساتھ رعب وجلال والی صفت ہونی چاہئے۔

غرض ولی صحیح معنوں میں اپنے رب کے رنگ میں رنگا ہوا اس کا خلیفہ نظر آنا چاہیے۔ اخلاق باری تعالیٰ میں جس قدر کوئی زیادہ بلند ہوگا اسی قدر ہی وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہوگا۔

6.12 راہِ فرار

اذکار کی اہمیت کے بعد ہم دوبارہ فرار کے مسئلے پر آتے ہیں جب ذاکر ذکر کرنے لگتا ہے اور عابد عبادت میں مشغول رہنے لگتا ہے تو شیطان بالآخر اُسے روکنے میں ناکام اور مایوس ہوجاتا ہے۔اس وقت وہ ایک اور حربہ استعمال کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ولی کو ذکر اور عبادت میں وہ اس طرح لگاتا ہے کہ اُسے اِن میں بڑا مزہ آنے لگے۔یوں یہ عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ نفس کے مزہ کے لئے ہوجائیں۔اورعلاوہ ازیں اس مزے کے پیچھے پڑ کر وہ اپنے معاشرتی، خاندانی، گھریلو فرائض اور ذمہ داریوں سے الگ ہوجائیں۔کام کاج چھوڑ دیں۔جہاد فی سبیل اللہ سے نکل جائیں۔بس ہروقت تسبیح گھماتے رہیں اور اذکار کی روح کے بدلے عددی فکر میں مبتلا ہوں کہ اتنی دفعہ فلاں کلمہ پڑھنا ہے اور اتنی دفعہ فلاں۔پھر عبادت میں گُم سُم رہ کر دوسروں کے ساتھ ملنا جلنا نہیں۔کسی کو مسکراہٹ نہیں دینی۔یوں شیطان ایسے لوگوں کو خودغرض، لالچی، خشک زاہد بنا کر اسلامی معاشرہ کے لئے بیکار کردیتا ہے۔اس رویہ سے بچنا بہت ضروری ہے۔اسلام متوازن دین ہے اور اللہ تعالیٰ کے ولی بھی معتدل اور متوازن ہوتے ہیں۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "**خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاس**" لوگوں میں بہترین وہ ہے جو سب سے زیادہ ان کیلئے نفع بخش ہے۔" یہ معیارِ حق اور معیارِ ولایت ہے۔اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی چاہیے تو اُس کی مخلوق کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ کا باعث بن جائیں فرار کی بجائے اسلامی شعار کو اپنائیں۔

باب نمبر 7

نفس کی لطافت اور ولی کے مقامات

7.1 زمان ومکاں کے طبقات (Parallel Universes)

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنی کائنات کی بناوٹ کو سمجھیں۔ اسکی تخلیق کا بنیادی جوڑا زمان ومکاں (Time-Space) ہے۔ مکاں یعنی (Space) مسلسل نہیں بلکہ باہم متوازی طبق در طبق پٹیاں ہیں۔ ان کے قائمہ زاویہ پر وقت کے لمحات ہیں جو ان پٹیوں پر چھلانگیں لگاتے یکے بعد دیگرے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہر انسان وقت کے مسلسل حرکتی لمحہ پر سوار ہے اور اپنی زندگی میں ایک پٹی سے دوسری پٹی پر چھلانگوں کی صورت میں آگے بڑھتا جاتا ہے۔ زمان ومکاں کے انسانی طبقہ کے نیچے جناتی طبقہ ہے۔ ان سے اوپر ملائکہ کے طبقات ہیں۔

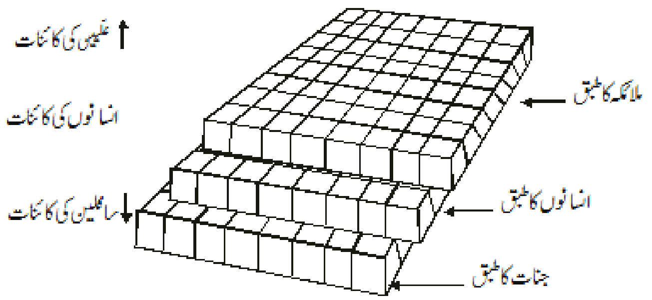

شکل نمبر 17

یوں مختلف غیر مرئی مخلوقات مختلف طبقات میں رہتی ہیں۔ ان غیر مرئی مخلوقات جن میں شیاطین اور جنات، ارواح اور فرشتے بھی شامل ہیں وہ ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کے درمیانی خلاء

سے آجا سکتے ہیں۔انسان اپنی جسمانی کثافت کی وجہ سے یہ قابلیت نہیں رکھتا تا وقتیکہ اس کا نفس حالتِ بیداری میں اپنے جسم سے علیحدہ ہو سکے جیسا کہ نیند میں ہوتا ہے جو سب کیلئے ممکن نہیں ہے۔ شکل نمبر 17 میں طبق در طبق زمان ومکاں جالی دار کیفیات (Nets) کو دکھایا گیا ہے۔

7.2 روح کی لطافت۔نفس کی کثافت

جیسے ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں روح اللہ تعالٰی کے نور سے ہے اس لئے اس کی لطافت لامحدود ہے لیکن اعمال کے زیر اثر اس سے جو شخصیت بنتی ہے اُسے نفس کہا گیا ہے۔یہ گناہوں کی نسبت سے کثیف ہوتا ہے۔اولیاء کرام توبہ اور تقوٰی سے اپنی روح کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اس لئے اُن کے نفوس لطیف ہوتے ہیں۔چنانچہ علیین کی طرف بڑھتے ہوئے ولی کا ایک انعام یہ ہے کہ اس پر عالم الغیب کے راز کھلنے لگتے ہیں۔وہ ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں آجا سکتا ہے۔ ان مقامات پر اللہ تعالٰی کا ولی علم اللدُنی کے ذریعہ دیکھتا ہے کہ عالم الغیب اور عالم الشہادت ایک دوسرے کے متوازی اور ساتھ ساتھ چل رہے ہیں جیسے شکل نمبر 18 میں دکھایا گیا ہے۔درمیان میں اگر کوئی پردہ ہے تو وہ انسان کی اپنی ہی کثافتوں کا ہے۔

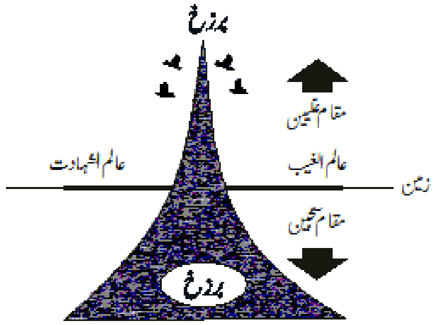

شکل نمبر 18: برزخ کے پردوں کی موٹائی یکساں نہیں بلکہ علیین کی طرف یہ لطیف ہے اور سجین کی طرف کثیف سے کثیف تر ہوتا جاتا ہے۔چنانچہ علیین میں اعلٰی مدارج والے لطیف نفوس برزخ کے آرپار آسانی سے گزر کر کائنات کی ہر سمت میں جا سکتے ہیں۔جبکہ گناہوں کی کثافت والے بھاری نفس سجین والے پردے میں گرتے جاتے ہیں۔

چنانچہ علّیین کی طرف چڑھنے والے اپنی لطافت کے مطابق عالم الغیب میں دور تک سیر کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں اور یوں مستقبل بھی ان کے لئے غیب کا علم نہیں رہتا بلکہ ان کے دل کی آنکھوں کو نظر آنے والے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ اس مقام پر علم غیب کا حاصل ہو جانا حاضر غیب کا جھگڑا نہیں بلکہ بینا اور نابینا کا معاملہ ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیبی علم پر جو لوگ حرف اٹھاتے ہیں انہیں شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطافت کا احساس نہیں۔

7.3 مکاشفات اور عالم الغیب کی سیر

علّیین کا مسافر ولایت اعلیٰ کی منازل پر پہنچ کر حالتِ بیداری میں بھی غیب اور شہادت کی دنیاؤں کے آر پار جا سکتا ہے وہ جنت، دوزخ، اعراف، فرشتوں، جنات سبھی کو اپنے علم اللدنی سے دیکھتا ہے۔ وہ عالم الغیب اور عالم الشہادت کو ایسے پاتا ہے، جیسے میٹھے پانی میں چینی جو آنکھ کے لئے غائب ہے لیکن ذائقہ کی حس فوراً سے دیکھ لیتی ہے۔

ملائکہ چونکہ بہت ہی لطیف مخلوق ہیں اس لئے عالم الغیب اور عالم شہادت میں ان کا آنا جانا عام رہتا ہے۔ جنات بھی اِدھر اُدھر سے غیبی خبریں اسی وجہ سے لے آتے ہیں کہ انسان سے لطیف تر ہیں لیکن ان کی ملائے اعلیٰ تک پہنچ ناممکن ہے اس سے بہت پہلے ہی شہاب ثاقب ان کا پیچھا کر کے بھگا دیتے ہیں۔ مومن کی روح ان دونوں سے زیادہ لطیف ہے لیکن زندگی کے ہنگاموں کے اثرات کے تحت اس سے جو نفس بنتا ہے وہ کثیف ہوتا ہے اس لئے اس کی زمان و مکاں میں پرواز رک جاتی ہے۔ اولیاء اللہ کے نفوس میں گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے فطرتی صلاحیت قائم رہتی ہے۔ چنانچہ علّیین کی طرف بڑھتی ہوئی منازل میں ایسے مقامات بھی ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ کا ولی حیرت انگیز کارنامے کر سکتا ہے۔ ان کی ایک مثال حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباریوں میں سے اللہ تعالیٰ کے اس بندہ کی ہے جو ملکہ سباء کا تخت آنکھ جھپکنے سے بھی کم عرصہ میں سینکڑوں میلوں سے اٹھا لایا (سورۃ نمل۔ آیت 40)۔ دوسری مثال اللہ تعالیٰ کے اس بندے کی ہے جنہیں حضرت خضر علیہ السلام کہا جاتا ہے، جن کی ملاقات کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے

لیکن باوجود وعدہ کے خاموش نہ رہ سکے اس لئے جلد ہی ساتھ چھوڑنا پڑا (سورۃ کہف آیات 62-82)۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالٰی کے ولی کے کارنامے عقل کی حدود سے باہر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اسکا نفس اس قدر لطیف ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب اور شہادت کے درمیان برزخی پردوں کے آر پار جا سکتا ہے، جیسے روشنی شیشے کے آر پار آسانی سے گزر جاتی ہے۔ اس لئے مکاشفات، الہامات، روحوں سے ملاقات، ماضی اور مستقبل کی سیر ان کیلئے کوئی حیران کن بات نہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی ہم کہہ چکے ہیں مستقبل بینی ولایت ہی کا خاصہ نہیں کسی حد تک بے دین لوگ بھی روحانی مشقوں اور خواہشات کو مار کر یہ قابلیت حاصل کر سکتے ہیں۔ جنات سے دوستی لگا کر بھی وہ یہ کام کرتے ہیں لیکن ان کا یہ علم ظنی ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالٰی کے ولی کی استعداد قابلِ بھروسہ ہوتی ہے۔

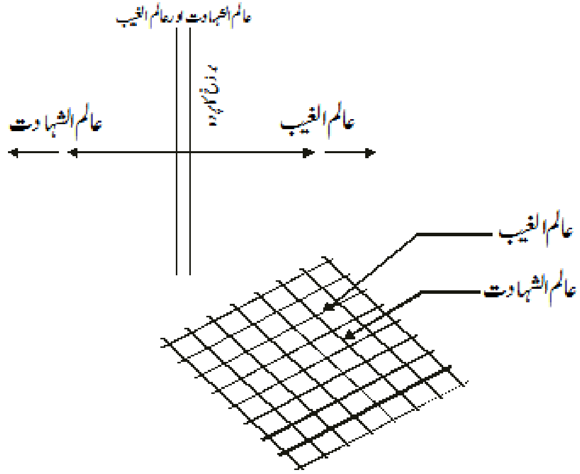

شکل نمبر 19 :عالم الغیب اور عالم الشہادت دو دو نہیں بلکہ ایک دوسرے میں یوں گُندھ ہیں جیسے پانی میں نمک۔ ان کے درمیان برزخ کا پردہ ہے۔ صاحب بصیرت اس پردہ کے آر پار جا سکتے ہیں اس لئے وہ عالم الغیب کے مناظر کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اوپر کی شکل میں پہلی تین سمتیں (Dimensions) عالم الشہادت کے لئے مخصوص ہیں جب کہ باقی تمام سمتوں (Dimensions) میں عالم الغیب پھیلا ہوا ہے۔

نفس کی لطافت کو سمجھنے کے لئے بہترین مثال انسانیت کے حقیقی رہبر و راہنما حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جن کا مبارک نفس نور کی طرح لطیف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علّیین کی ان منازل پر فائز تھے جنہیں معراج کہتے ہیں اور یوں بیک وقت سب عالموں میں رہتے تھے۔ غیب اور شہادت کی باتیں وہ علم الدنی کی آنکھ سے ہر وقت دیکھتے تھے۔ جب چاہتے فرشتوں اور ارواح سے بات کرتے۔ آنکھ کی ایک جنبش سے قیامت، جنت اور دوزخ کے مناظر کو دیکھ لیتے۔ عالم الغیب کے مقامات کی بلند ترین چوٹیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر معراج شریف کی رات ہُوا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرسی اور عرش معلی کے پاس وہاں تک پہنچ گئے جہاں جبرائیل علیہ السلام کی لطافت بھی کثافت تھی۔ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ یَااَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم) لیکن مت بھو لیے ان کو بھی یہ عطا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ودیعت تھی۔ جیسے آیت الکرسی والی آیت مبارکہ میں فرمایا ہے (وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ) بہرحال کسی بھی طریقہ سے حاصل ہوا انسان کا سارے کا سارا علم اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہُوا ہے۔ جہاں تک عام آدمی کا معاملہ ہے ان میں سے اکثر پر تو عالم الشہادت بھی غائب ہے۔ انکی زندگی پر بے شمار قسم کے پردے پڑے ہوتے ہیں۔ حقیقت کے ادراک کی نسبت سے وہ بہرے، گونگے، اندھے ہوتے ہیں اس لئے وہ حق کو کبھی پہچان نہیں سکتے، (سورہ البقرہ، آیت 18)۔ ان میں اکثر تو ہٹ دھرم ہوتے ہیں لیکن انکی یہ ہٹ دھرمی بھی ان کی اپنی جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ اپنے نفس کی کثافتوں کی وجہ سے غیبی حقائق تو دور کی بات ہے اپنے مالک کا ادراک بھی نہیں رکھتے جو ان کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ جیسے ایک بھاری پتھر کیچڑ میں اترتا جاتا ہے یہ کثیف نفس سجّین کی گہرائیوں میں غرق ہوتا جاتا ہے۔

7.4 مکاشفات میں دھوکہ

جیسے ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ مشاہدات، مکاشفات والہامات مقام ولایت کا انعام ہیں لیکن ولی کو ان کے بارے بہت ہی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ بتایا ہے

کہ شیاطین اور جنات بھی عالم الغیب کی خبروں کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی بات ہاتھ آتی ہے وہ فوراً اپنے ساتھی باطل پیروں فقیروں کو پیش کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی دوکان خوب چمکتی ہے۔ گمراہ کرنے کے لئے وہ مومنوں کو بھی کچھ نہ کچھ بتا دیتے ہیں۔ گمراہ لوگوں پر شیاطین کے اترنے کے متعلق کلام اللہ میں ارشاد ہے:۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ○ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ○

"کیا میں بتادوں کہ کس پر شیاطین اترتے ہیں؟ ہر بڑے بہتان باز گنہگار پر"۔(سورۃ الشعراء آیات نمبر 222-221)

جیسے ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں چونکہ روحانی مکاشفہ اور شیطانی مکاشفہ کا فرق کرنا مشکل ہے اس لئے یہ کہنا کہ مکاشفات ومشاہدات وغیرہ صرف اولیاء اللہ کی نشانی ہیں، غلط بات ہے۔ ہندو، یہود، نصاریٰ اور لامذہبوں میں بھی ایسے نام نہاد پہنچے ہوئے بزرگ، رشی، پادری، مقدس لوگ ملیں گے جو غائب کی باتیں بتاتے ہیں اور وہ بعض اوقات ٹھیک بھی ہوتی ہیں۔ انکی غیب دانی کا ذریعہ شیاطین، جنات اور بھوت پریت ہوتے ہیں یا وہ اپنے خیال کی قوت سے یہ کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس لئے ہم دوبارہ کہیں گے کہ غیب کی باتوں کا علم، مکاشفات اور الہام ولایت کی ہرگز دلیل نہیں۔ یہ کسبی علوم ہیں جن میں مختلف قسم کے مجاہدات کے ذریعہ کمال حاصل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اگر ولی صاحب شریعت اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا پابند ہو، نہی عن المنکر اور امر بالمعروف پر عمل کرتا ہو اور حلال رزق کھاتا ہو تو اس کے مکاشفات اور الہامات منجانب اللہ ہوں گے۔

غیب کی خبروں ہی کے سلسلہ میں یہ بات سائنسی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ لاکھوں لوگوں میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور پیدا ہوتا ہے جس کا نفس قدرتی طور پر ہی بڑا لطیف ہوتا ہے یا

اس کا شیاطین، جنات اور ملائکہ سے ایک قدرتی رابطہ ہوتا ہے جن کے ذریعے وہ غیب دانی، بلاواسطہ پیغام رسانی اور بیماریوں کا روحانی طور پر علاج کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ کسی میں کم، کسی میں زیادہ لیکن یہ صلاحیت ہوتی سب میں ہے۔ جن میں زیادہ ہوتی ہے لوگ انہیں پیدائشی ولی سمجھ کر پیچھے لگ جاتے ہیں لیکن یہ ولایت نہیں بلکہ ایک فطری صلاحیت ہے۔ اگر ایسا شخص صاحبِ شریعت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

شعبدہ باز جادوگر قسم کے جعلی بزرگوں سے بچنے کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ "اگر کوئی شخص آپ کے پاس ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لئے آتا ہے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر کاربند نہیں تو وہ شعبدہ باز ہے۔" لہٰذا ولایت کا صحیح ٹیسٹ اور کرامت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی کو ڈھالنے میں ہے اور یہ کوئی کم کرامت نہیں۔ اگر کوئی نام نہاد پیر، شیخ یا بزرگ اس معیار پر پورا نہیں اترتا تو محض شیطان کا کارندہ ہے اس سے دور رہنے میں ہی دین کی بچت ہے۔

7.5 ولی کے مقامات میں بلندی اور نیکیاں

اللہ تعالیٰ کے قُرب کی طرف ولایت کے درجات کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ ہی کسی کا کوئی خاص مقام ہے اور نہ ہی کوئی ولی اپنی جگہ پر جامد ہے۔ یہ ولی کے مقامات اُسکے ایمان کی حالت کے مطابق بڑھتے گھٹتے رہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی بھی ایسی ہی کیفیت تھی۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے تو ان کے نُوری اثرات کہیں سے کہیں پہنچ جاتے، جب ان سے دُور ہوتے تو حالت بھی بدل جاتی۔ اسی طرح اولیاءاللہ کے روحانی مقامات میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ فکر یہ ہونی چاہیے کہ سفر متواتر اوپر کی طرف جاری رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مومن کل والے مقام پر ٹھہرا رہا وہ نقصان میں ہے۔ سورۃ العصر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے "قسم مجھے زمانے کی۔ تحقیق انسان خسارے میں ہے، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور

نیک عمل کرتے رہے اور باہمی حق کی تلقین کرتے رہے اور باہمی صبر کی وصیت کرتے رہے۔"
مندرجہ ذیل شکل میں ایک کامیاب ولی کی روحانی حالت دکھائی گئی ہے۔ اگرچہ مدوجزر ہر وقت ہے لیکن ترقی مسلسل ہے۔

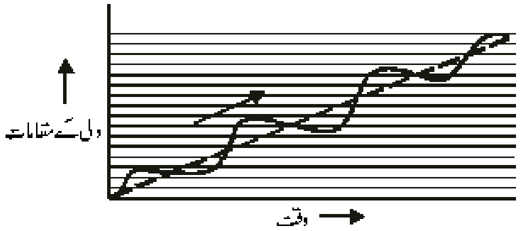

شکل نمبر 20-A: ولی کے مقامات ہر وقت گھٹتے بڑھتے ہیں لیکن مجموعی حیثیت میں اُڑان اوپر کی طرف بڑھتی جاتی ہے۔

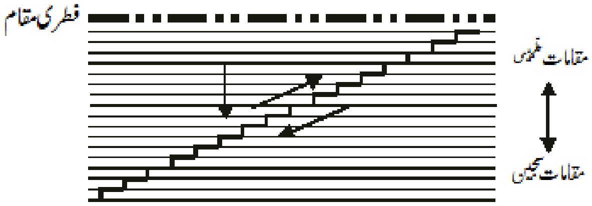

شکل نمبر 20-B: نیکی اوپر کی طرف سیڑھی کا زینہ ہے اور برائی نیچے کی طرف

بہر حال جیسے ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں کہ ولایت کے بے شمار درجے ہیں اور قرب کی اگر کوئی انتہا ہے تو وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام محمود ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر مومن کی یہ قدرتی خواہش ہوگی کہ وہ جہاں تک ممکن ہو قربِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قربِ الٰہی کے بلند سے بلند مقامات پر پہنچ سکے، لیکن اعلیٰ مقامات کیسے ملیں گے؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں نیکی اور برائی کے اثرات کو سمجھنا پڑے گا۔

سب سے پہلی بات نیت کے اخلاص کی ہے اور دل کی چاہت کی ہے۔ خلوصِ نیت اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے لئے جو بھی صالح عمل کرو گے وہ اس کے قرب کی طرف اُٹھتا ہوا قدم

ہےاور بڑا نیکی کا کام ہے۔

یوں ہر نیکی ولایت کے بالاخانوں کی طرف اٹھتا ہوا قدم ہوتی ہےاور ہر برائی نیچے کی طرف اترنے والا قدم ہے جس کا مداوا صرف نیکی اور توبہ ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم کے ہر حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں تو مطلب یہ ہے کہ اگر کلام اللہ کو اس طرح پڑھا جائے جیسے کہ اس کا حق ہے تو یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف دس درجے اوپر چلے جائیں گے۔ یوں جتنی زیادہ نیکیاں کرتے جائیں گے اسی حساب سے اوپر چڑھتے جائیں گے۔ ان کے مقابلے میں ہر برائی نیچے کی طرف گرتا ہوا قدم ہوگا۔

ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کے لئے اکیلی نیکیاں کافی نہیں ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کا فضل چاہیے۔ وہ جس پر چاہے اپنی رحمت مخصوص کر دیتا ہے۔ یہ فضل کوشش سے نہیں ملتا بلکہ عاجزی سے حاصل کیا جاتا ہے۔

بہت بلند چوٹیوں پر پہنچنے کے لئے توفیق ضروری ہے۔ توفیق ایک انعام ہے جس میں کوشش سے زیادہ راضی برضا ہونے کا دخل ہے۔ **يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ** ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ولی جس حالت میں بھی مالک رکھے اس پر خوش ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک مقامات اہم نہیں، مالک کی خوشی اہم ترین ہے۔

7.6 عبداللہ۔ خلیفۃ اللہ

ولایت کی حد مقام عبدیت ہے اجر جسکا خلافت الٰہیہ ہے۔ جو خوش نصیب وہاں تک پہنچ جاتے ہیں وہ عبداللہ اور خلیفۃ اللہ کا مرتبہ پاتے ہیں۔ نفسِ مطمئنہ کا آغاز بھی یہیں سے ہوتا ہے۔ ان عالی مقام والوں کے نزدیک اپنا کچھ نہیں سب کچھ مالک کا ہے۔ انکا محبوب ترین مشغلہ مالک کے احکام کو سرانجام دینا اور اسکی بڑائی کرنا ہے۔ وہ اسکے دوستوں کے دوست اور اسکے دشمنوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ یہ وہ قابلِ رشک لوگ ہیں جو گناہوں سے دُور رہتے ہیں، مضبوط کردار، بے لوث اخلاص جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن پر استقلال کیساتھ لگے رہتے ہیں۔

جیسے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے ۔ **تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ** ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے یہ مقرب بندے اللہ والے ہی نہیں بلکہ صفاتی لحاظ سے بساط بھر اللہ تعالیٰ جیسے ہوتے ہیں ۔ ان کی اعلیٰ ترین مثال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات ہے جن کی عبدیت کے حوالے سے سورہ بنی اسرائیل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○

"سبحان ہے وہ ذات پاک جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کیطرف لے گیا، جس کے اردگرد ہم نے برکات رکھی ہیں۔ اس لئے کہ (اپنے اس بندے) کو اپنی قدرت کی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ (اللّٰہ تعالیٰ) سمیع و بصیر ہے"۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 1)

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کو بھی ان کے درجات کے لحاظ سے عالم الغیب کے مقامات کی سیر کراتا رہتا ہے اور ان پر اپنی نشانیاں کھولتا ہے کہ وہ ایمان اور یقین میں آگے بڑھتے جائیں ۔ اس میں جیسے پہلے کہا جا چکا ہے مدوجزر ہوتے ہیں لیکن سفر مسلسل جانب علّیین جاری رہتا ہے ۔ یوں عبداللہ خلیفۃ اللہ اپنے مالک کے رنگ میں رنگا ہوا، زمین پر صفاتِ الٰہیہ کا مظہر ملائکہ کے لئے بھی قابلِ رشک ہوتا ہے ۔ جیسے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ الرحمٰن الرحیم ہے اس لئے اس کے ولی میں بھی بدرجہ اتم رحم کے جذبات ہوں گے، رب تعالیٰ کی شان ربوبیت ہے اس لئے اس کا ولی بھی مخلوق کی ربوبیت میں کوشاں رہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ جبار و قہار ہے اس کا ولی بھی رعب و

داب والا ہوتا ہے، وہ صانع، خالق اور بدیع ہے اس لئے اس کا ولی بھی انہی صفات کا حامل ہوگا۔ جیسے جیسے مومن اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنتا جاتا ہے ویسے ویسے ہی اس پر انوارِ الٰہیہ کی برکات بڑھتی جاتی ہیں جن کی روشنی میں شیطان اندھا ہو جاتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے ولی اُس کے نور سے دیکھتے ہیں اور اس نور کی طاقت سے زمان و مکاں کی انتہائی بندیوں پر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

ولایت کے ان اعلیٰ مقامات کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ ایسے ولی کے حضور رعب، محبت اور سکون پایا جاتا ہے، ان کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس ہوتا ہے۔ جنت اور دوزخ کا جب ذکر ہوتا ہے تو ان کے مناظر ایسے نظر آتے ہیں جیسے وہ سامنے کی حقیقت ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے دربار میں شکوک و شبہات اڑ جاتے ہیں، حجاب اٹھ جاتے ہیں، اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔

انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ عالی وقار میں حضوری حاصل ہوتی ہے لیکن بلا اذن نہیں۔ کسی کی کیا مجال کہ بلا اذن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آنکھ بھی اُٹھا سکے۔ ان مقامات پر فائز مومنین اپنے فرائض کو انتہائی احتیاط خوف اور شوق سے ادا کرتے ہیں کہ مالک اور زیادہ خوش ہو جائے اور خوف اس لئے کھاتے ہیں کہ کہیں نظروں سے نہ گر جائیں۔ اس لئے اپنی ذات کی نفی انکا خاصہ ہوتا ہے۔ شوقِ ملاقات میں زندگی ان کے لئے مانند جیل ہے اور موت آزادی کا پروانہ۔

7.7 معرفت کے مقامات کی جھلکیاں

دراصل اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کا مقصودِ نظر اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا عارف بننا چاہتا ہے۔ معرفت کے اس مقام پر بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی تعلق میں بڑی گہرائی اور اپنائیت ہوتی ہے لیکن یہ اس وقت ملتا ہے جب بندہ اپنے مالک کے رنگ میں رنگا جائے اور محبوبِ الٰہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں آجائے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی معیت کے بغیر کسی طرح کے مقام کی پہنچ ناممکن ہے۔ جو مومن بلاچون وچراں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ماں باپ، اولاد، اپنی جان اور مال سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اُنہیں کو یہ اُونچے مقامات ملتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مضبوط تعلق کے بغیر معرفت الٰہیہ کا انعام ملنا ناممکن ہے۔ درود پاک کا کثرت سے ذکر اس منزل کی کنجی ہے۔ ایسی اعلیٰ ہستیوں کی کچھ کیفیات کا بیان تو اوپر ہو چکا ہے، مندرجہ ذیل میں اس مقام کی مزید خصوصیات کا ذکر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم "سجدہ کر اور قریب ہو جا" (وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ) میں معرفت کی طرف بلاوا ہے۔ لہٰذا معرفت راتوں کو طویل سجدوں سے حاصل ہوتی ہے۔ سجدہ کی یہ کیفیت بیچارگی کے ساتھ مالک کے سامنے مکمل حوالگی کی ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں کہ "ایک رات میں نے دیکھا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ میں سر رکھا، یہ سجدہ اتنا طویل تھا کہ میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ پرواز نہ کر گئی ہو۔"

معرفت کے یہ لمبے لمبے سجدے راز و نیاز کے سجدے ہوتے ہیں۔ بندہ اپنا سینہ چاک کر کے مالک کے سامنے رکھ دیتا ہے، آنسوؤں کے ساتھ اپنی کمزوریوں اور گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور آئندہ باز رہنے کا وعدہ کرتا ہے۔ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو مالک کے سامنے رکھتا ہے اور مانگتا ہی جاتا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہ کرے؟ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے علاوہ دینے والا کوئی اور ہے بھی تو نہیں۔

مقامِ معرفت کی ایک خصوصیت احساسِ شرمندگی ہے کہ مالک کی بندگی کا حق ادا نہ ہوا، آنکھیں آنسو بن کر اُبلتی ہیں کہ محبت کر نہ سکا، گردن شرمساری سے جھکی رہتی ہے کہ نعمت کا شکر ادا نہ کر سکا۔

ولی کے مقامِ معرفت کی پہچان یہ ہے کہ اس مقام پر اس کا دل دنیا کے جھمیلوں سے اچاٹ ہو جاتا ہے، مالک کے لئے اپنا قلب صاف ستھرا رکھتا ہے اور دنیا کی محبتوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر یہ دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ کا ولی کم آمیز، کم گفتار اور بہتے دریا کی طرح سخی ہوتا ہے۔

اسے تنہائی مرغوب ہو جاتی ہے، دنیا کی چیزوں کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے، اور ہر چیز سے زیادہ وہ اپنے رب کی شان کی دید کا اشتیاق رکھتا ہے، اور اسکی رضا اسے سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی ہوتا ہے، حتیٰ کہ تکلیف پر بھی خوش ہوتا ہے کہ مالک نے اسے یاد کیا ہے۔ وہ مخلوق سے بے پناہ پیار کرتا ہے اس لئے کہ یہ اس کے رب کا کنبہ ہے۔ کافر کی دل آزاری سے بھی بچتا ہے کہ وہ بھی اس کا بنایا ہوا انسان ہے۔ اسے مخدوم بننے کی بجائے خادم بننا زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ عارف بندہ ہر حسن میں اللہ تعالیٰ کا حسن دیکھتا ہے، ہر خوبی میں اسکی خوبی کو پاتا ہے، ہر نغمہ میں اسے اپنے رب کی تعریف سنائی دیتی ہے۔ ہر تخلیق اسے خالق کی یاد دلاتی ہے۔ وہ ذکر و فکر کا نمونہ ہوتا ہے۔ پانی کا قطرہ ہو یا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہو، پھول کی پتی ہو یا ہیرا، ریت کا ذرہ ہو یا مہتاب، زمین ہو یا آسمان، غرض وہ جدھر بھی دیکھتا ہے وہاں اُسے اپنے رب کی شان پاک نظر آتی ہے۔ عشق و مستی کے اس عالم میں جھوم جھوم کر سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ اُس کا ورد ہوتا ہے۔

معرفت کے اس مقام پر ولی اپنی ہستی سے بیگانہ ہوتا ہے لیکن لوگوں کا وہ یگانہ ہوتا ہے۔ مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی غرض کافر بھی ان کے دربار میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ کس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن پکے کافر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بارش کی دعا کروانے حاضر ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ولی کسی کو مایوس نہیں کرتے بلکہ اپنی قبروں سے بھی وہ چشمہ فیض ہیں۔ ان کے مزار مرجع خلائق ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے عارفوں کو ان کی زندگی اور موت دونوں میں عزت عطا فرماتا ہے۔

7.8 معیت اور فناء فی اللہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "هُوَمَعَكُمْ اَيْنَ مَاكُنْتُم" "وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں

بھی تم ہوتے ہو'' کیا بندے کیلئے بھی یہ ممکن ہے کہ وہ ذاتِ پاک کے ساتھ محو جائے؟ یہ مقامِ معیت ہے۔ یہ معرفت کے بعد کی منازل میں سے ایک منزل ہے جو ولی کا منتہائے نظر ہے جہاں اہلِ معرفت کی ہستی اپنے رب میں یوں گم ہو جاتی ہے جیسے نمک پانی میں گم ہو جاتا ہے یا خوشبو ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر فنا کے بغیر چین نہیں، قطرہ دریا میں مل کر دریا بن جانا چاہتا ہے۔ جہاں پہنچ کر خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ آدمی جنت اور جہنم سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی طرح یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا ولی چاہتا ہے کہ جنت کے لالچ اور جہنم کے خوف سے آزاد ہو کر اپنے رب کی عبادت کرے۔ صرف وصل کی خواہش باقی رہ جاتی ہے، وجود کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس منزل پر ماسوائے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زیادہ دیر ٹھہرنا کسی اور امتی کے نصیب کی بات نہیں۔

یہاں بڑی ہوش کی ضرورت ہے ورنہ بے خودی کے عالم میں بہت سے منصور حلاج بن جاتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا فرمان ہے کہ ''جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا اور جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان بند ہو گئی۔'' زبان کا بند ہونا عالمِ تحیّر سے ہے اور معیت میں وہ حیرت ہے کہ منہ کھلا کا کھلا رہ جاتا ہے۔ ماسوائے بڑے اولی الالباب کے، اس حال کو برداشت کرنا ناممکن ہے۔ نور کی ایک جھلک نے حضرت موسیٰ کو چالیس دن کیلئے بیہوش کر دیا، عام آدمی یہاں کیا کر سکتا ہے؟ ماسوائے کہ بولنے سے عاجز ہو جاتا ہے، حواس کھو بیٹھتا ہے اور چپ سادھ لیتا ہے۔ اس حال کو مجذوبیت بھی کہا جاتا ہے جو بحیثیت انسان ولی کی موت ہے۔ اسکی مثال پانی کا برف بن کر جم جانا ہے، جس میں نہ کوئی حرکت، نہ نغمہ، نہ سرور۔ برفانی پتھر کا ایک تودہ (Iceberg) ہے جو سمندر کے سر پر تیرتا ہے۔ ان کے مونہوں سے الٹی سیدھی باتیں نکلتی ہیں۔ حتیٰ کہ گالیاں تک دے دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہوش کھو دیتے ہیں، محض مجبور ہیں اور لوگوں کے فائدہ کیلئے بے کار ہیں۔ چونکہ **خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس**۔ اس لئے فنا کے مقام سے درجات کا تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ اس حالت سے بچنے کیلئے بہت سا علم اور بے پناہ عمل چاہیے ورنہ صاحبِ جذب بے خودی کے سمندر سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا اور اسی حالت میں مر جاتا ہے۔

معیت کے اعلیٰ مقامات پر جو ہوش قائم رکھ سکے اس کی زبان سے حق بولتا ہے لیکن یہ بڑے ہی اولوالعزم انسانوں کا نصیب ہے۔ جس کی اعلیٰ ترین مثال حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خود اپنی ذات اقدس ہے۔ جو سدرۃ المنتہیٰ پر محض دو قوس کے فاصلہ پر ملاقات فرماتے ہیں اور باوقار واپس مقامِ نبوت کو لوٹ آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیں جو مقام معرفت و معیت کے باوجود بھی اپنے انسانی مقام سے ہر حال میں تسخیر کے عمل میں لگے رہتے تھے۔ یہی لوگ صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ اور لائق مسجودِ ملائکہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان درخشندہ ستاروں (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے نور کو مزید ترقی دے اور ہمیں ان کی روشنی میں آگے بڑھنے کی توفیق دے۔

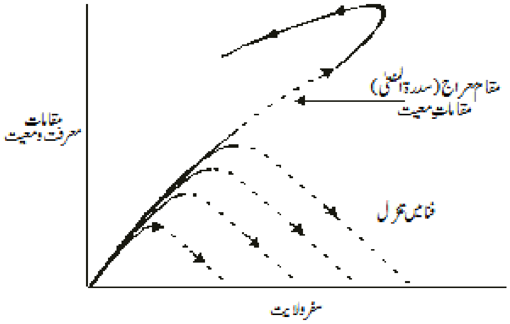

شکل نمبر 21: ولایت کے سفر کی کوئی انتہا نہیں لیکن مقاماتِ معیت کی برداشت صرف انبیاء کرام علیہ السلام کو نصیب ہے۔ ولی وہاں کی حالت کو صرف قلبی نور سے دیکھ سکتا ہے لیکن وہ بھی تھوڑے عرصہ کیلئے ورنہ فنا ہو کر عزلی کا شکار ہو جائے گا۔ معیت کی انتہا صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ دو قوس کے فاصلے سے ملاقات فرمائی، پھر بھی وقار سے واپس زمین کو لوٹ آئے۔

7.9 توفیق اور فضلِ ربی

اب ہم ولایت کے درجات کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی توفیق کا کچھ ذکر

کرتے ہیں۔معلوم ہونا چاہیے کہ بندے کا ایمان اور اسکا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے حکم، اجازت اور رضا سے ہے۔ اگر وہ نہ چاہے تو ہم چاہ بھی نہیں سکتے۔اس لئے قرب کے مقامات رب العالمین کے خصوصی فضل سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔وہ جس کو چاہے دے اور جتنا چاہے دے، اور جس کو چاہے دھتکار دے، اس لئے کہ ہماری انفرادی وقعت اور استطاعت سے وہ خوب واقف ہے۔ لیکن یہ بندے کا اپنا ہی عمل ہوتا ہے جو اسے دھتکارے جانے تک لے جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی شان تو **اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم** ہے۔اس لئے چاہیے کہ حسن ظن رکھتے ہوئے مومن اللہ تعالیٰ کے فضل کو عاجزی، محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں تلاش کرتا رہے۔انشاءاللہ توفیق باری تعالیٰ کے دروازے کھل جائیں گے۔

لہذا اگر اللہ تعالیٰ سے دوستی چاہتے ہو تو اس سے خوب دل بھر کر دوستی کی تمنا کرو۔اپنی کمزوریوں کا اعتراف اور اس کی مہربانیوں کا بے حساب ذکر کرو، چنانچہ **لَآ اِلٰـــهَ اِلَّآ اَنْـــتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ**۔ ولایت کے خواہش مند غلاموں کا محبوب ذکر ہوتا ہے۔انشاءاللہ تمنائے شوق کو رب العالمین ضرور قبول فرمائیں گے۔لیکن رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ شرط ہے۔

حکم ربی ہے"**اَطِیْعُوا اللّٰـهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ**"یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے مشروط رکھی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل نہیں ہو جاتی، اللہ تعالیٰ کے دربار سے بھی منظوری نہ ہوگی۔خالق کون ومکاں کا حکم ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت، اس کی اپنی اطاعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اس کی اپنی محبت ہے۔اس لئے کسی بھی درجہ کی ولایت کی خواہش رکھنے والوں کو چاہیے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پاک بھیجیں۔ بیشک حق تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ہم کیوں پیچھے رہ جائیں؟ توفیق اور فضل ربی کا چشمہ انہی کی طرف سے بہتا ہے۔

7.10 پیدائشی ولی

جہاں تک پیدائشی ولی اللہ ہونے کی بات ہے یہ عین ممکن ہے۔جیسے ہر آدمی دوسرے سے اپنی فطری صلاحیتوں میں مختلف ہے۔اولیاء کرام کی استطاعت میں فطری فرق ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فضل آزمائش بھی ہوسکتا ہے،اس لئے کہ فطری صلاحیتوں جیسی نعمتوں کا شکر ادا کرنا آسان نہیں۔

جہاں تک یہ سوال کہ پیدائشی ولایت کے پیچھے کیا سبب ہیں،ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ روح کا ازلی مقام ہے جو عالم امر سے چلا آرہا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو روحیں اِس عالم میں ایک دوسرے کے قریب تھیں وہ اُس عالم میں بھی فطری طور پر ایک دوسرے کے قریب ہوں گی۔اس لئے ہوسکتا ہے کہ پیدائشی اولیاء کی ارواح عالم امر میں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے قریب رہتی ہوں۔بہر حال اللہ تعالیٰ جسے چاہے دے اور جتنا چاہے دے وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں۔بندے کا کام یہ ہے کہ اسکی عطا پر راضی ہو اور اس سے اس کا فضل طلب کرتا رہے۔

7.11 مرنے کے بعد ولی

کیا ولی مرنے کے بعد بھی ولی رہتا ہے، کیا وہ زندہ انسانوں کیلئے بھی کسی طرح فائدہ مند ہوسکتا ہے؟ لوگ ان کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے سے دعائیں کرتے ہیں، کیا وہ دعائیں سنتے ہیں؟ کیا ان کی سفارش کسی کام آتی ہے؟ اور یہ کہ کیا مرنے کے بعد انکی ولایت کا ورثہ ان کے مقرر کردہ شیخ یا اولاد میں سے کسی ایک کو منتقل ہوجاتا ہے اور یوں نسل در نسل فیض جاری رہتا ہے؟

ولایت کے سلسلہ میں یہ نہایت اہم سوالات ہیں اور انہی کے جوابات بہت سے جھگڑوں کا باعث بھی ہیں۔کچھ لوگ ولیوں پر اندھا اعتقاد رکھتے ہیں۔اور اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ زندہ ہو یا مردہ اپنے پیر کو وہ اللہ تعالیٰ کی خدائی میں حصہ دار تک بنا دیتے ہیں۔لیکن ان کے برعکس کچھ ایسے بھی ہیں جو ولی کے تصرفات سے سراسر انکاری ہیں اور اُن کا سکون ان کی قبروں کے

نشانات تک مٹانے میں ہے۔

حقیقت یقین بین ہے، کہ موت مٹ جانا نہیں بلکہ ایک تخلیقی امر ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے حیات ایک تخلیقی امر ہے (سورہ الملک آیت 2) اس لئے موت کو انتقال بھی کہا جاتا ہے۔ جسم جل کر راکھ بھی کیوں نہ ہو جائے، نفس یعنی شخصیت باقی رہ جاتی ہے۔ یوں اس کے تصرفات بھی ختم نہیں ہوتے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ولی ہو یا نبی اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے۔ اس لئے ان کا اپنا کوئی دعویٰ نہیں۔ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرتا ہے تو وہ فراڈ ہوگا۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا بڑا قدر دان ہے اور جیسے بخاری شریف کے حوالہ سے ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ مالک کون و مکاں انہیں اتنی عزت بخشتا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ میں خود ایسے بندوں کی زبان، ہاتھ، پاؤں اور دماغ بن جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ حضرت اویس قرنیؓ والی حدیث مبارکہ بھی جانتے ہوں گے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذاتِ خود حضرت عمرؓ کو فرمایا تھا کہ ان سے دعا کروانا۔ (بخاری و مسلم) یعنی احادیث مقدسہ اور قرآن کریم کی کئی آیات سے اولیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کی عطا واضح ہیں اور موت اپنے رب کی عطا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔

وجہ یہ ہے کہ موت آدمی کی فنا نہیں، بلکہ قرآن کریم تو ہمیں بتاتا ہے کہ جسمانی بوجھ سے ہلکا پھلکا ہو جانے کے بعد تو شعور کی حدود بہت آگے نکل جاتی ہیں، اس بات کو سمجھنے کے لئے سورہ التکاثر کی آیات آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ **حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ o كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ o** ان آیاتِ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ مومن تو مومن، گناہ گار بھی اپنی قبروں (عالم برزخ) میں نہ صرف زندہ ہوتے ہیں بلکہ حقیقت کی آگاہی میں ان کا شعور پہلے سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللّٰہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے بھی موت، موت نہیں بلکہ ایک اعلیٰ پائے کی حیات ہے۔ اس

ضمن میں شہداء کرام کے متعلق تو واضح حکم ہے کہ انہیں مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں لیکن دنیا دار ان کی حیات کی نوعیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ (سورۃ البقرہ، آیت 154)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی، صدیقین، صالحین، اولیاء اللہ اور شہداء کے نفوس دنیا سے مرنے کے بعد بھی عالم برزخ میں روحانی حیات کے ساتھ بلند شعور اور تصرف کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور جیسے سورہ القدر میں ارشاد ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ فرشتے اور روح اس (لیلۃ القدر) میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اُترتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے نیک بندوں کی ارواح کو ملائکہ کے ساتھ کچھ اعلیٰ فرائض کی ادائیگی پر تعین کرتا ہے اور ان کے سامنے کائنات کی سیر کھول دی جاتی ہے۔

قرآن کریم سے تو یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ ولی تو ولی، ان کے نوادرات بھی برکت کا خزینہ ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے نبیوں کے نوادرات والے صندوق کا ذکر ہے جس کا نام صندوق سکینہ ہے، جسے فرشتے حضرت طالوت علیہ السلام کے پاس لے کر آئے (سورہ البقرۃ، آیت 248)۔ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کا بھی ذکر ہے جس کے چھونے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں دوبارہ روشنی آ گئی (سورۃ یوسف)۔ عظیم مسلم سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک اپنی ٹوپی میں لگا رکھے تھے اور انہیں ہمیشہ فتح ہوئی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھڑی اور تلوار کی کرامات بھی مصدقہ ہیں۔ یوں اولیاء اللہ سے متعلقہ چیزیں جن میں ان کی اولاد بھی شامل ہو سکتی ہے باعث برکت ہوں گی لیکن یہ برکت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کہ وہ اپنے بندوں کی قدر افزائی کرتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں یہ بھی آتا ہے کہ بعض اوقات صحابہ کرام، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کی وساطت سے دعا

کروایا کرتے تھے اور وہ دعائیں پوری بھی ہوتی تھیں۔ اس لئے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ باذنِ ربی اولیاء اللہ اپنی وفات کے بعد بھی سرچشمہ برکات وہدایت رہتے ہیں اور ان کی قبریں بھی خصوصی اہمیت کے مقام ہیں۔ ان کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے لیکن ان سے مانگنا شرک ہے۔ دینے والا اور وہ جس سے مانگا جائے صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

اب یہ سوال کہ کیا ان کی اولاد یا مقرر شدہ سجادہ نشین میں ان کی برکات خودبخود منتقل ہوجاتی ہیں، یہ بات سچ نہیں۔ البتہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے راستہ پر چلتے ہیں تو پھر انہیں بھی یہ فیض حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا ہے جو انہوں نے اپنی نسلوں کیلئے کی تھی۔ جواب میں فرمایا گیا کہ آپ کی یہ درخواست ظالموں کیلئے قبول نہیں۔ "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

"اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کو اسکے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا، اور اس نے وہ پوری کر دکھائیں (تو انعام میں اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا)، میں تمہیں لوگوں کا امام (پیشوا) بناتا ہوں، ابراہیم نے عرض کی "اور میری اولاد میں سے، اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا، "میرا عہد ظالموں کیلئے نہیں ہے۔" (سورۃ البقرہ آیت نمبر 124)

اس آیت مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ نیک اولاد جو اپنے آباؤاجداد کی سنت کو قائم رکھتی ہے وہ ان کے مرتبہ وفضیلت کی بھی مستحق ہوگی لیکن ان میں جو ظالم ہیں یعنی وہ جو اپنے صالح بزرگوں کی روایات کو زندہ نہیں رکھتے، ان کی روحانی وراثت کے خلیفہ بھی نہیں ہوسکتے۔

آخر میں یہ یاددہانی کرانا بہت ضروری ہے کہ اولیاء کرام اور ان کی درگاہیں مقام ادب اور مقام فیض ہیں، ان کے ہاں اس خیال سے جانا چاہیے کہ یہ میرے رب کے پسندیدہ بندے ہیں۔ یہ ان کی عزت کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خود سورۃ الفاتحہ میں صراط مستقیم کی نشاندہی اپنے ایسے ہی انعام یافتہ بندوں کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ O صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ O اس لئے ان کا جتنا بھی احترام کیا جائے اور ان سے جتنا بھی سیکھا جائے کم ہے، لیکن کبھی نہ بھولیے کہ مقامِ اتباع صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے اور عطا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ منزل ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ ہیں جب کہ اولیاء کرام اس راستہ کے نشانات ہیں جن کی مدد سے انسان راستہ نہیں بھٹکتا، لیکن وہ قیام کا مقام نہیں بلکہ آگے بڑھنے کی دعوت ہیں۔

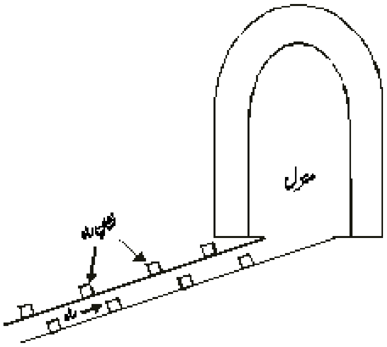

شکل نمبر 22: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اولیاء کرام راستے کے نشان راہ ہو سکتے ہیں لیکن راہ نہیں، راہ اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور منزل رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

7.12 حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و غیب کا مسئلہ

شہداء، صالحین اور اولیاء اکرام کی حیات بعد الموت کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ سرور

کائنات رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی زندگی کے متعلق ہے۔ جس پر بعض لوگ سخت ذہنی اذیت کا شکار ہیں۔ ان کے نزدیک جو مر گیا سو مر گیا۔ شہداء کرام کی زندگی کا تو قرآن کریم کی بیّن آیات کی روشنی میں انکار نہیں کر سکتے لیکن باقیوں کے متعلق وہ بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جو غایت کائنات، رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرف الانبیاء ہیں، جنہیں بار بار اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں "یا" جیسے الفاظ سے خطاب فرماتا ہے، (**یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ**) انہیں اگر کوئی امتی "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" کہہ دے تو تململا اٹھتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنی صلوٰۃ کے قعدہ اخیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح سلام عرض کرتے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضری دے رہے ہوں۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ۔

تمام زبانی عبادات اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہیں (اس کے علاوہ) بدنی عبادات بھی اور مالی عبادات بھی (اللّٰہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔ سلام ہو آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اے نبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اور اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم پر اور سلامتی ہو ہم پر اور اللّٰہ تعالیٰ کے تمام (اگلے پچھلے) نیک بندوں پر۔

(راوی حضرت عمرؓ کتاب الصلوٰۃ۔ بیہقی۔ مستدرک حاکم)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کا درجہ شہداء سے بلند تر ہے۔ اس لئے کہ حق کی شہادت میں آپ صاحبانِ (علیہم السلام) سب سے پہلے ہوتے ہیں اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے تو کیا ہی کہنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام اگلے پچھلے سب لوگوں پر

شاہد ہیں۔صاحب المعراج بتمام اگلی پچھلی ارواح کے امام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفرِ معراج کے پہلے مرحلے میں تمام انبیاء کرام کی دنیا میں بیت المقدس کے مقام پر امامت فرمائی اور وہاں سے اُٹھ کر عالم الغیب کی سیر پہ گئے اور جلیل القدر انبیاء سے مختلف آسمانوں پہ دوبارہ ملاقات فرمائی۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت پاک زمان و مکاں پہ حاوی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جب کچھ نہیں تھا ،اپنی پیدائش سے پہلے بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ارضی دنیا سے انتقال کے بعد بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔جس طرح ملائکہ اور ارواح کا نزول برحق ہے(سورہ القدر)اس سے زیادہ حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں اپنی قبر میں محبوس نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے آزاد بندے ہیں جہاں چاہیں وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔تمام دنیا اور ساری کائنات آپ کیلئے برابر ہے۔اللہ تعالٰی کے نیک بندوں ،اولیاء کرام سے ملاقات فرماتے ہیں۔خوابوں میں بھی ملتے ہیں اور یہ خواب جاگنے سے بہتر ہوتے ہیں۔درود وسلام وصول فرماتے ہیں اور اپنے پیاروں کی دلجوئی کرتے ہیں۔

خبردار،خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم نہیں ہو گئے ،نہ ہو سکتے ہیں ۔(ورنہ دوسرے نبی کی ضرورت ہوتی) بلکہ قیامت اور اس کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قائم ہے۔اللہ تعالٰی کی ولایت صرف اس کو ہی ملتی ہے جو سرورِ کائناتؐ محبوب مالک کون و مکان کا منظورِ نظر بن جاتا ہے۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لامحدود درود وسلام پڑھیں۔احساسِ باری تعالٰی کے ساتھ دعائیہ درود بھی جیسے(اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ)ہے،اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تصور میں لاتے ہوئے براہ راست بھی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ۔دونوں ٹھیک ہیں۔کسی ایک پر ضد کرنا ولایت کے لئے حجاب بن سکتا ہے۔اللہ تعالٰی کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا زندہ تعلق ہونا چاہیے۔زندہ زندہ کو پکارتا ہے،اپنی التجائیں پیش کرتا ہے،اپنا دکھ درد سناتا ہے۔اس لئے آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حجاب نہ کریں بلکہ کھُل کر

محبت سے اپنا مدعا بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے قرآن ذکر العالمین ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت اللعالمین ہیں۔ نہ عالمین ختم ہوئے نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ختم ہوئی۔ اس لئے آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح مانگیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم مانگتے تھے۔ ان کا دور دیدار عام کا وقت تھا، اب دیدار خاص کا وقت ہے۔ اللہ زندہ ہے قرآن زندہ ہے، اور اس کا نبی زندہ ہے۔ وہ پردے میں نہیں، پردہ ہماری آنکھوں کے سامنے پڑا ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کی ولایت کے خواہش مند ہو تو اپنے حجابات کو دور رکھو۔ اگر آپ علتِ کائنات، خاتم النبیین، صاحب القرآن، صاحب المعراج، اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے یہ تصور رکھتے ہیں کہ انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چشمہ فیض خشک ہو چکا ہے تو خبردار! ایسے اعتقاد والا اللہ تعالیٰ کا ولی تو کیا، راندۂ درگاہ ہو سکتا ہے۔ خدشہ ہے کہ اس گستاخی کی وجہ سے اُس کے سارے کے سارے اچھے اعمال بھی ضائع ہو جائیں۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک سے محبت کا تعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے صحیح عقائد رکھنا بہت ہی ضروری ہے۔

باب نمبر 8

ولایت اور جہاد

تصوف کے مروجہ سلسلوں کی باقیات کے حوالے سے بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تصوف فرارِ زندگی ہے۔جس کی تصدیق چلہ کشیوں، عملیات، تعویزات، تسبیحوں اور کراموں کے مکروفریب کی فضا میں آج کل کے نام نہاد پیروں فقیروں اور اہل اللہ کے طرزِ عمل سے ہوتی ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی میں تصوف کا بڑا عمل دخل ہے۔لیکن یہ تاثر صحیح نہیں۔حقیقی تصوف فرارِ زندگی نہیں بلکہ انقلاب زندگی ہے اور حصول ولایت کا انحصار جہادِ زندگی سے ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی ولی امر بالمعروف (اچھی باتوں کا حکم کرنا) اور نہی عن المنکر (بری باتوں سے روکنا) کا مجاہد ہوتا ہے۔اگر کوئی بزرگ مجاہد نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی بھی نہیں ہو سکتا۔خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی رسالت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں اتنی مصروف تھی کہ ربِ کائنات بھی پیار سے فرماتے ہیں۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ O

"پس جب آپ (رسالت کی ذمہ داریوں سے) فارغ ہوں تو پھر مضبوطی سے کھڑے ہو جائیں اور اپنے رب کی طرف (عبادت میں) دل لگائیں"۔

(سورۃ الم نشرح آیات 7-8)

دراصل ولایت اور جہاد لازم وملزوم ہیں۔ایمان بہت قیمتی چیز ہے۔اس کی حفاظت کے لئے وطن کو چھوڑ دینے اور مخالف قوتوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار رہنا جہاد ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اس کی بہترین مثال ہے۔اس کے بغیر ولایت کا پانا خام خیالی ہے۔ حکم ربی ہے:۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓـئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے (اللّٰہ تعالیٰ کے لئے) ہجرت کی اور اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللّٰہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا ہے"۔

(سورۃ البقرہ، آیت 218)

آیئے غور کریں کہ جہاد کیا ہے؟ لفظ جہاد، جدو جہد، مجاہدہ وغیرہ ایک ہی مصدر سے ہیں۔ لغوی معنوں میں اس کا مطلب مسلسل کوشش ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو بھی کام کیا جائے وہ جہاد ہے۔ سورہ مدثر جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا دیباچہ ہے حکم ہوا کہ:۔

يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۝ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ ۝

"اے کمبل میں لپٹے ہوئے اٹھ! (اب کمبل پھینک دو) دنیا کو اس کے انجام سے ڈرائیں (کہ اچھا برا کیا ہے) اور اپنے رب کا نام بلند کریں"۔ (اسی کی سچی بادشاہی ہے)

(سورۃ المدثر، آیات 1-3)

اس لحاظ سے اپنے رواج کو چھوڑ کر، مفاد کو نظر انداز کر کے دنیا کے سامنے اٹھنا، لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا، انہیں زندگی کی حقیقت سے خبردار کرنا، اپنے اللہ تعالیٰ کے قریب لانا، کلمہ حق کو غالب کرنا اور دنیا پر خلافت الٰہی کے قیام کے لئے سعی کرنا، رسالت کے فرائض ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی دن رات کی محنت کا منتہائے نظر ہیں۔ یہی جہاد زندگانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اسی کام کیلئے بھیجے تھے جو سب کے سب مجاہد تھے اور کئی ایک شہید بھی ہوئے ۔اس سنت کے مطابق اولیاءاللہ بھی وہی ہوں گے جو اپنے رب کا بول بالا کرتے ہیں، انسان کو اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور غلبہ حق کے لئے کام کرتے ہیں ۔جہاد کا اول اور آخر مقصد اعلائے کلمۃ الحق اور طاغوت کا انکار ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کا مشن ہونا چاہیے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

" اب دین میں جبر نہیں۔بے شک ظاہر ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے ۔پس جو کوئی انکار کرے گا طاغوت سے اور ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر پس اس نے یقینی طور پر ایک مضبوط سہارا پکڑ لیا،جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

(سورۃ البقرہ آیت 256)

تبلیغ حق کے سلسلہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ۔"اگر ایک آدمی کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہدایت دے دی تو یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے جہاد کے دو حصے ہیں ۔پہلا حصہ طاغوت یعنی ہر طرح کے ظلم اور شیطانی قوتوں سے بھرپور انکار کرنا ۔(جب طاغوت کا انکار ہو

گا تو طاغوتی قوتوں سے جنگ ناگزیر ہے اس کے لئے تیاری کرتے رہنا اور اگر وہ حملہ آور ہوتو پھر اس وقت تک لڑتے رہنا ہے جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے۔)

دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ پر دل وجان سے ایمان لانا ہے۔(جس کی عملی صورت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے)۔ جہاد اور اطاعت کے نتیجہ میں رب کائنات کا مضبوط سہارا ملے گا، ایسا مضبوط جو کبھی نہیں ٹوٹے گا،(جسے پکڑ کر اللہ تعالیٰ کا ولی اعلیٰ ترین مراتب پر پہنچ سکتا ہے)۔

کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه کے اقرار میں یہ سب کچھ شامل ہے۔ آغاز کلام **لَا اِلٰهَ**، ہر طرح کے طاغوت کا انکار ہے۔ **اِلَّا اللّٰهُ** صرف ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی میں آنے کا اعلان ہے۔ **مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه** آپ کی رسالت کا اقرار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی شہادت ہے۔ کلمہ طیبہ کی روح کے مطابق اسلام پر ڈٹ جانے کا نام جہادِ زندگی ہے۔

اس تعریف کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا کوئی لمحہ جہاد سے غفلت میں نہیں گزرتا۔ وہ دنیا میں رہتے ہیں تو اس مقصد کے لئے، کماتے ہیں تو اس مقصد کے لئے، کھانا کھاتے ہیں تو اس مقصد کے لئے، جیتے ہیں تو اس کے لئے اور مرتے ہیں تو اسی کے لئے۔ غرض ان کی جان ومال، عہدہ، طاقت اور عزت سب کا ایک ہی نصب العین ہوتا ہے کہ طاغوت کو شکست ہو اور دنیا میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا نام بلند ہو اور یہ کہ انسانیت جہنم کی آگ سے بچ جائے۔ ان کے لئے رہنما اصول یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "**اِنَّا صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ**" بے شک میری تمام عبادات، اور سالی قربانیاں، زندگی وموت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، جو رب العالمین ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا جہاد نہ کشور کشائی کے لئے ہے نہ انتقام کے لئے، بلکہ اس کی روح محبت ہے کہ جہالت مٹ جائے اور کل عالم محبت اور حکمت کے راستے اللہ تعالیٰ کے دین

پر عمل پیرا ہو کر جہنم سے بچ جائے۔ جو اس اعلیٰ کام سے روکیں، ان سے بھی حتی الوسع لڑائی سے گریز کیا جائے لیکن جب مقابلہ کے بغیر کوئی چارہ نہ رہ جائے تو پھر آخری دم تک ڈٹ جائیں۔

بہر حال مقابلہ (Confrontation) کی پالیسی کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو یہ زیادہ پسند ہے کہ اس کے دین کو پھیلانے کے لئے صلح جوئی کی پالیسی کو اختیار کیا جائے۔ حکم ہے کہ اگر دشمن ہتھیاروں سے لیس ہو کر بھی رب العزت کے پیغام کو روکنے کے لئے آ جائے تو بھی انہیں پہلے صلح کی دعوت دیں۔ اگر پھر بھی وہ باز نہیں آتے تو ان کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اس وقت تک لڑتے رہیں جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے یا دشمن صلح کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اس لئے کہ فتنہ قتل سے شدید تر برائی ہے۔ اس راہ میں اگر جان چلی جائے تو اللہ تعالیٰ کا ولی اسے اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ اس کا ظلیہ خلیہ پکارتا ہے "میری عبادتیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور موت صرف اور صرف رب العالمین کے لئے ہے" دنیا دار کہیگا، بیچارا مر گیا لیکن وہ کہتا ہے کہ "رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا" (سبحان اللہ) غرض اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی زندگی کی معراج شہادت کی موت ہے۔ ایسے مسلمانوں کی شان میں رب العزت خود فرماتے ہیں۔

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

"یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں، بے شک ہم اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰۃ، رحمتیں نچھاور ہوتی ہیں اور یہی لوگ حقیقت میں ہدایت یافتہ ہوتے ہیں"۔ (سورۃ البقرہ، آیت 156-157)

ان عظیم لوگوں کی عظیم جدوجہد مندرجہ ذیل ترجیحات پر مشتمل ہے۔

8.1 اپنے جسم کے خلاف جہاد

جہاد کی یہ پہلی منزل ہے۔اس کا مقصد اپنے جسم کے ملک پر اپنے رب کی حکومت قائم کرنا ہے۔چنانچہ ولی کے سامنے پہلا کام اپنے آپ پر **نھی عن المنکر** اور **امر بالمعروف** کا نفاذ کرنا اور جسم کی سفلی خواہشات کی مخالفت میں ہے۔یعنی اپنے جسم کی مملکت پر فتح حاصل کرنا،اللہ تعالٰی کے ولی کی اولین ترجیح ہے۔اس میں کامیابی کے لئے تعلیم وتربیت اور علم کا حصول لازمی ہے۔ولایت کے راستہ میں یہ وہ پہلی جنگ ہے جسے مومن کو جیتنا ہے۔"دیگراں رانصیحت خودرا فضیحت"یعنی اسی بات کا حکم کرنا جو انسان خود نہیں کرتا،یہ اللہ تعالٰی کی ناراضگی کی دعوت دینا ہے۔اللہ تعالٰی کو یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ انسان وہ کہے جو وہ خود نہیں کرتا۔

لہٰذا ولی کے قول وفعل میں فرق ہو ہی نہیں سکتا۔اگر فرق آ گیا تو ولی جیتے جی مر گیا۔اس لئے وہ سب سے پہلے اپنی اصلاح پر توجہ دیتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مطابقت اور اتباع میں زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ولایت کا حقیقی ٹیسٹ بھی یہی ہے کہ دیکھا جائے اس کے قول اور فعل میں کس قدر تضاد ہے اور وہ اُسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنانے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔لازمی ہے کہ اس پر اللہ تعالٰی کا رنگ غالب ہو۔ایسا شخص لوگوں کے ہجوم میں بھی صاحبِ وقار،صاحبِ جلال،صاحبِ جمال اور صاحبِ کمال نظر آئے گا۔یاد رکھو اگر کسی آدمی کے قول وفعل میں تضاد ہے تو وہ فراڈ ہے۔اس کی باتوں میں اثر ختم ہو جاتا ہے۔

8.2 اسباب کے لئے جہاد

جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے جہاد فی سبیل اللہ ایک اہم اور مسلسل فریضہ ہے جس کے لئے وہ اپنے آپ کو ہمیشہ تیار رکھتے ہیں اسی کے لئے وہ کئی طرح کی ریاضتیں کرتے ہیں۔اسی میں علم کا حصول،رزق کی کمائی،جسم کو صحت مند رکھنا،تدبیر،منصوبہ بندی،اسباب کا حصول،ہتھیاروں کی ایجاد اور صنعت سازی وغیرہ بھی شامل ہیں۔یوں تو یہ سب دنیاداری کے

کام نظر آتے ہیں ہیں لیکن اگر نیت اعلائے **کلمة الحق** کی ہو تو بہت بڑی عبادت ہیں۔ اس سلسلہ میں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ جہاں مومنین پر اسباب کی تیاری واجب ہے اُن پر توکل کرنا حرام ہے۔ اس لئے مقدور بھر جہاد کی تیاری کے بعد **توکل علی اللہ** جہاد کی تیسری شرط ہے۔ یاد رہے کہ توکل ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر من وسلویٰ کے انتظار میں بیٹھ جانا نہیں بلکہ حتی الوسع تدبیر و کوشش کرتے ہوئے نتائج اپنے رب کے سپرد کر دینا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ولی خوف و غم سے آزاد اپنے رب کے فیصلے کا منتظر ہوتا ہے۔ فتح ہو یا شکست، بہر حال کلمۃ الحق کو غالب کرنے کا مشن جاری رہتا ہے۔

8.3 صلح کے لئے جہاد

یہ بھی یاد رہے کہ جہاد صرف لڑائی نہیں بلکہ صلح کے لئے کوشش کرنا بھی جہاد ہی کا حصہ ہے۔ اس کے لئے **میثاق** مدینہ اور صلح حدیبیہ جیسی اعلیٰ ترین مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اصل مقصد لوگوں تک دین حق پہنچانا اور مخالفین کے دل جیت کر انہیں اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا کر دینا ہے۔ اس لئے حتی الوسع صلح کے لئے کوشش کرنا اور مخالفوں کے اندر رہ کر ان کو دین کی تبلیغ کرنا جہاد اکبر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ترجیحی پالیسی محبت، محنت، حکمت اور صلح جوئی کی ہوگی۔ وہ ہر صورت میں فتنہ سے بچے گا اور لڑائی میں پہل کرنے سے کترائے گا۔ اس کے نزدیک لڑائی سے بچنے کی کوششیں بھی جہاد ہیں۔ اس لئے ڈپلومیسی، ملاقاتیں، بات چیت، مذاکرات وغیرہ بھی جہاد کے زمرے میں آتے ہیں۔ اگر دشمن اللہ تعالیٰ کے دین کی راہ میں مزاحمت سے باز نہیں آتا اور آپ وہاں دعوت کا کام جاری نہیں رکھ سکتے تو بالآخر وہاں سے ہجرت کرنا بھی جہاد ہی کا حصہ ہے۔ اس لئے کہ بلا مجبوری اپنے آپ کو قبل از وقت تیار کئے بغیر دشمن کے مقابلہ میں لا کر ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے مدینہ ہجرت اس کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

8.4 جہاد اور قتال

قتال جہاد کی آخری شکل ہے۔ جب دشمن آپ پر چڑھ دوڑتا ہے اور فتنہ سے باز نہیں

آتا، اس وقت قتال ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اب ماسوائے جنگی حکمت عملی کے (Strategic Retreat) پیچھے ہٹنا حرام ہے۔ اگر خوف سے بھاگتے ہوئے مر گیا تو حرام موت ہو گیا۔ اس لئے جہاد کے اس مقام پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا ولی اپنی جان و مال اپنے رب کی راہ میں خوشی خوشی پیش کر دیتا ہے، اور اس وقت تک لڑتا رہتا ہے جب تک فتنہ ختم نہیں ہو جاتا یا وہ خود ختم نہیں ہو جاتا۔ اگر اس دوران موت آجائے تو وہ شہید ہے، اگر بچ جائے تو غازی ہے۔ ہر حال میں جیت اُسی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے لئے یہ دونوں ہی اعلیٰ ترین اعزاز ہیں۔

8.5 روحانی جہاد اور اہل اللہ کے فرائض

جاننا چاہیے کہ اہل اللہ کو جو انعامات عطا ہوتے ہیں وہ انکا اپنے لئے نہیں بلکہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی خدمت کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ ارشاد ہے **خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاس** ۔ لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی اپنے رب کی مخلوق کو نفع پہنچانے میں لگا رہتا ہے۔ جہاں تک انکی اپنی ذات کے لئے فوائد کا تعلق ہے وہ انہیں آخرت میں ملیں گے۔ وہ احسان کرتے جاتے ہیں لیکن بدلہ کی تمنا کیساتھ نہیں بلکہ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے۔ اس دنیا میں ان کا بڑا مقصد لوگوں کو دین کی طرف بلانا اور انہیں جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ ان کا یہ مقصدِ حیات سورۂ حٰم سجدہ کی آیت 33 میں واضح کیا گیا ہے۔

"وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰه وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ"

"اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہو گی جس نے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں؟" (سورۃ حٰم سجدہ، آیت 33)

سب سے اچھی بات لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کے لئے

اللہ تعالیٰ کے اولیاء خدمت اور عاجزی کی راہ اپناتے ہیں اور حکمت سے حالات کے مطابق لوگوں سے معاملہ کرتے ہیں اور ان کے اسلام پر خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے اولیاء اللہ کے ہاں لوگوں کی ذہنی و جسمانی اور روحانی ضروریات کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے، اور اعلیٰ مثالیں قائم کی جاتیں ہیں تا کہ لوگ ان کے کردار سے متاثر ہو کر دین کی طرف آئیں۔

8.6 حکمرانوں کی وسواس الخناس سے حفاظت

ایک خاص نکتہ جس کی طرف آج کل اہل اللہ بہت کم توجہ دیتے ہیں وہ اہم قومی شخصیات کو دشمنوں کے جناتی، شیطانی اور جادو کے حملوں سے بچانے کی کوشش ہے۔ اسلامی حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر فائز لوگ خاص طور پر دشمن کے ٹارگٹ ہوتے ہیں۔ ان کے جوگی، فقیر، جادو اور جنات کے عامل اور روحانی طاقتوں (Psychic Powers) کے مالک مسلمان لیڈروں کے اذہان پر وسوسوں، خوف اور ذہنی انتشار کے بم پھینکتے رہتے ہیں جس کے زیر اثر وہ صحیح فیصلہ کرنے کی بجائے خوف اور ذہنی انحطاط کا شکار ہو کر دشمن کی حسب مرضی فیصلے کرنے لگتے ہیں۔ عام لوگ کہتے ہیں انہیں طاقت کی کرسی نے بدل دیا ہے حالانکہ وہ بے چارے وسواس الخناس کے شکار ہوتے ہیں۔ اس کام میں یہود و ہنود خاص طور پر ماہر ہیں۔

امریکی مصنف ڈیوڈ مور ہاؤس (David More House) جو خود CIA کے روحانی سراغ رسانی کے محکمہ میں پندرہ سال رہے ہیں اپنی کتاب Psychic Warriors جو کہ 1999 میں یو۔ ایس۔ اے میں چھپی ہے، میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی اس سب سے بڑی سراغ رسانی کی ایجنسی میں روحانی سراغ رسانی کا بڑا منظم محکمہ ہے۔ جس میں وہی افسر لئے جاتے ہیں جو قدرتی طور پر روحانیت میں زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں اور پھر خصوصی تربیت کے ذریعہ ان کی ان صلاحیتوں کو مزید نکھارا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ خیال کی قوت کے زور پر اپنے دشمن کے راز معلوم کرنے، ان کے ہتھیاروں کے ڈیزائن کا کھوج لگانے اور ذمے دار عہدوں پر فائز اشخاص کے ذہنوں کو حسب مرضی متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میجر مور ہاؤس کے مطابق CIA نے اس شعبہ میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔

یقیناً یہ روحانی علوم کا غلط استعمال ہے لیکن افسوس کہ ایسا ہو رہا ہے اور ان کے خصوصی شکار ہم مسلمانوں کی ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ ان کے خطرناک سائیکی اثرات سے بچنے کے لئے یا تو ذمہ دار لوگ خود روحانی طور پر اتنے طاقتور ہوں کہ دشمن کے Psychic حملے ان پر اثر انداز نہ ہوں یا اہل اللہ ان کی حفاظت کریں۔ یہ ان کی طرف سے قومی جہاد میں حصہ لینے کے مترادف ہوگا۔ اس لئے چاہیے کہ اہل اللہ دشمن کے روحانی، جناتی اور جادوئی حملوں کے خلاف خاموشی سے اپنے قومی راہنماؤں کی روحانی حفاظت کرتے رہیں۔ یقیناً روحانی جنگ کا مقابلہ تو صرف روحانی جنگ سے ہی ہو سکتا ہے۔ (تفصیلات کے لئے مصنف کی کتاب "**ماورنے**" سے استفادہ فرمائیں)۔

عام قاری کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ جادوگروں کے جادو، حاسدوں کے حسد، وسواس الخناس کے شر، شیاطین، جنات اور انسانوں کی برائی سے بچنے کے لئے سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے مراقبہ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعا کرتے رہیں اور آیت الکرسی کا بھی مراقبہ کریں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ رات سونے سے پہلے اپنے جسم اطہر پر ان سورتوں کی تلاوت کے ساتھ دم فرماتے۔ گھروں اور دفاتر میں بھی ضروری ہے کہ روزانہ ان کا دم کیا جائے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا تعلق ہے چونکہ وہ شیاطین کے حملوں کا خصوصی ٹارگٹ ہوتے ہیں اس لئے انہیں چاہیے کہ خود بھی دن میں کئی بار کلام اللہ کی یہ سورتیں پڑھ کر اپنے رب کی پناہ ڈھونڈیں۔ ان سے کوئی کام خلافِ شرع سرزد نہیں ہونا چاہیے ورنہ حفاظت کا حصار کمزور پڑ جائیگا۔ فرشتے وہاں سے ہٹ جائیں گے اور شیطان ان کمزور مقامات سے تابڑ توڑ حملے کر کے مقامِ ولایت کو غارت کرنے کی کوشش کریں گے۔

باب نمبر 9

اولیاءاللہ کی مجالس اور ان کے خصائل

9.1 فریب خانوں سے بچو

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ اولیاءاللہ کی مجالس کیسی ہوتی ہیں؟ مسلمانوں کو حکم ہے کہ اہل اللہ کی مجالس سے فیض حاصل کرو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا تھا (بخاری، مسلم)۔ یہ سوال کہ اتنی ساری گدیوں اور پیر خانوں میں ہمیں کیسے پتہ چلے کہ کہاں جائیں اور کہاں رک جائیں؟ بڑا مشکل سوال ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کے سچے ولی کم آمیز، کم گفتار، عاجز، بے نام بندہ ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ ان کے برعکس جعلی پیروں کی گدیاں کاروباری ادارے ہیں جن کی باقاعدہ تشہیر اور مارکیٹ ہوتی ہے۔ لہٰذا زیادہ تر لوگ اطمینان کی تلاش میں ان کی شعبدہ بازی، کراماتوں کے ڈھنڈورے کے پیچھے پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے ڈبہ پیروں کے مقامِ عالیہ کا حساب مریدوں کی تعداد سے لگتا ہے۔ ان کے پیر خانے شیطانوں کی وہ جولان گاہیں ہیں جہاں سب کچھ برباد ہو سکتا ہے اور آپ کو خبر بھی نہ ہو۔ اس لئے رہبر کے چناؤ میں بہت احتیاط کریں۔ غلط رہبر سے رہبر کے بغیر رہنا بہتر ہے۔

9.2 حقیقی ولی کی مجلس

اللہ تعالٰی کے ولیوں کی پہلی پہچان یہ ہے کہ ان کی مجالس اللہ تعالٰی اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے آباد ہوتی ہیں اور ان کے ہاں ہر بات کا مقصد، اس کا آغاز اور اختتام سب اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بھی کہتے تھے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے رب سے عشق ہو گیا ہے" اور اللہ تعالیٰ بھی آپ کی اسلام کیلئے جدوجہد دیکھ کر فرماتے ہیں، "اے نبی کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگوں کو تبلیغ کرتے کرتے اپنے آپ کو ہلکان کرلیں گے؟" اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے ہاں بھی یہی اُسوہ حسنہ نظر آنا چاہیے۔ ان کی مجلس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاں "میں اور ہم" کی بجائے "وہ اور اس" کی بات ہوتی ہے۔ اسی کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں اگر فکر ہے تو لوگوں کو جہنم کی آگ میں گرنے سے بچانے کی فکر ہوگی اور اپنے انجام بخیر کی۔ یہی ان کی حقانیت کی پہچان ہے۔

اگرچہ کوئی آدمی اپنی کرامات میں کتنا ہی پہنچا ہوا کیوں نہ ہو لیکن اس کا دربار اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے خالی ہے یا ان کا ذکر اول درجے پر نہیں ہوتا تو وہاں شیطان رہتا ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ وہاں سے اٹھ جائیں۔

ولی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ دینے والا ہوتا ہے لینے والا نہیں۔ وہ قاسم ہے جمع کرنے والا نہیں، وہ سخی ہے بخیل نہیں۔ ان کے ہاں خواص اور عوام کی بات نہیں سبھی اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ نذرانوں اور چڑھاووں کی اہمیت نہیں۔ بیت المال میں اگر کچھ آ گیا تو وہ جمع کرنے کیلئے نہیں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کا ہے۔ اگر آپ کسی دربار میں یہ باتیں نہیں دیکھتے تو سلامتی اسی میں ہے کہ خاموشی سے بچ کر نکل آئیں۔

آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کی مجلس میں انسان کے اکرام اور حقوق العباد کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں امام الانبیاء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھایا کہ انسان کی تکریم خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے اور خود خالقِ کائنات کا ارشاد ہے، "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ" (سورۃ بنی اسرائیل، آیت 70) "اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو مکرم بنا دیا ہے"۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے دربار میں آپ دیکھیں گے وہاں آدمی کے رتبہ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کی آدمیت کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ کافر بھی وہاں پہنچ جائے تو امان پاتا ہے۔

9.3 اللہ تعالٰی کے ولی کی ذات وصفات

اوپر ہم نے جو اولیاء اللہ کی مجالس کا ذکر کیا ہے دراصل یہ ولی کا اپنا ہی رنگ ہوتا ہے۔ ان کے ہاں آپ دیکھیں گے کہ نفع ونقصان، آرام وتکلیف، صحت وبیماری، غریبی وامیری، اچھے برے ہر قسم کے حالات کو "اللہ" کی یاد سمجھتا ہے۔ اللہ تعالٰی کا ولی تکلیف کی شکایت نہیں کرتا، نعمت کی خوشی میں بے قابو نہیں ہوتا، وہ ہر حال میں مطمئن رہتا ہے۔ حرف شکایت کی بجائے اللہ تعالٰی کا شکر اس کا وظیفہ ہوتا ہے، وہ تکلیف اور راحت دونوں میں اللہ تعالٰی کی رضا ڈھونڈتا ہے۔ چیزوں کو منفی نہیں بلکہ مثبت انداز میں لیتا ہے۔ اس کی نظر تقدیر پر نہیں بلکہ اپنے اعمال پر ہوتی ہے اس کے نزدیک تقدیر مالک کی طرف سے امتحانی پرچہ ہے۔ چونکہ ہمارا حساب تقدیر کے اس پرچہ پر ہمارے ردِ عمل پر منحصر ہے اس لئے باہر سے جو وارد ہوتا ہے اس پر شکایت کی بجائے اندر سے جو ردِ عمل نکلتا ہے اس پر وہ سوچتا ہے یہی وجہ ہے آخرت کی خاطر وہ دنیا کے کھو جانے کے خوف سے آزاد ہوتا ہے۔ دنیا کے حال میں سے اگر اس کی کوئی فکر ہے تو مثبت ردِ عمل، نیک اعمال اور حلال رزق ہے۔ ولی کی مجالس بھی ان صفات کا بھرپور مظاہرہ ہوتی ہیں۔

ایسے اولیاء اللہ کی شان میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے "**لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ**" (سورہ یونس، آیت 62) نہ ان پر خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ اگرچہ تکلیف میں ان کے جسم پر درد کے اثرات ہوں گے جو کہ فطری امر ہے لیکن یہ تکلیف ان کی روح کو پراگندہ نہیں کرتی۔ اللہ تعالٰی کا ولی اپنے رب پر اس قدر اعتماد اور توکل رکھتا ہے کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ اپنے ساتھیوں کے لئے صبر، بہادری اور امید کی چٹان ہوتا ہے۔ غزوہ احد اور غزوہ حنین میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ان کے لئے راہنما مثال ہے۔

اللہ تعالٰی کا ولی زندگی سے محبت کرتا ہے، اس لئے کہ وہ اس میں رہتے ہوئے لوگوں میں اپنے رب کا نام بلند کرسکتا ہے، وہ موت سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ یہ اللہ تعالٰی سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ وقت وفات آپ اللہ تعالٰی کے ولی کے لبوں پر مسکراہٹ، چہرہ پر سکون اور دل

اپنے رب کی طرف سے پرامید پائیں گے۔ان کی مجالس میں بھی یہی خصوصیات نظر آئیں گی۔

ان کے لئے اگر کوئی واقعی مشکل بات ہے تو دوسروں کے سامنے اپنی ذات کے لئے دستِ سوال دراز کرنا ہے۔مریدوں کی محنت کی کمائی اور تحفے تحائف وصول کرنا ان کا کام نہیں۔ البتہ دین کی تبلیغ اور مظلومین کی امداد کے لئے وہ سب کو ابھارتے ہیں اور سفارش بھی کرتے ہیں۔

اولیاءاللہ کی ذات میں آپ ایک اور خاص بات یہ بھی دیکھیں گے کہ وہاں شریعت پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور طریقت کے نام پر بھی وہاں کوئی غیر شرعی بات نہیں ہوتی۔جیسے ہم ابتداء ہی میں بتا چکے ہیں طریقت شریعت ہی کے اندر ہے اور اس کی پابندی سب پر لازم ہے۔چنانچہ اولیاءاللہ کے نزدیک شریعت کے مطابق گناہوں کی کثافت سے بچنا،نیکیوں میں سبقت لینا،دوسروں کے لئے نفع بخش ثابت ہونا،سفلی جذبات کو قابو میں رکھنا،دوسروں پر ستم ظریفی سے بچنا،دنیا کی محبت سے دور رہنا اور خاص طور پر کمانے اور کھانے پینے میں حلال وحرام کی تمیز کرنا نہایت اہم امور ہیں۔

امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ ولی کی مجلس میں نہی عن المنکر پر بھی برابر کا زور دیا جاتا ہے۔نہی عن المنکر میں زیادہ خطرناک جذبے مخلوقات پر ظلم،لوگوں سے حسد،دنیاوی شان وشوکت کی حرص،جہاد سے بزدلی،شریعت سے غفلت اور سنتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری کے ہیں۔انہی میں سے اپنی ذات کے لئے غصہ اور نفرت کا جذبہ ہے لیکن اگر نفرت اور غصے کا سبب اللہ تعالٰی کی محبت ہو تو یہ دونوں جذبے نفس کی تطہیر کا باعث ہیں۔اس لئے ولی کی حرص کا رخ اللہ تعالٰی کی ذات ہوتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ مومن نیکی کے لئے ایسے ہی حریص ہوتا ہے جیسے دنیادار دنیا کے لئے حریص ہوتا ہے۔

چونکہ شہوت اور کھانے پینے سے زیادہ رغبت بھی نفس کے لئے نقصان دہ ہیں اس لئے اللہ تعالٰی کے ولی کی مجالس میں بھوک کو احسن سمجھا جاتا ہے اور کم کھانا تو ان کی لازمی مشق ہے۔ چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر روزہ رکھتے تھے اس لئے آپ کی اطاعت میں اللہ تعالٰی کے ولی بھی اکثر روزے سے ہوتے ہیں۔اس احتیاط کی بنا پر آپ دیکھیں گے کہ عام طور پر اللہ تعالٰی کے ولیوں کی نشانی ان کے پتلے جسم اور لباس کی سادگی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی کی مجلس میں علّیین کے جذبات کی آبیاری ہوتی ہے اور سفلی جذبات کو مارا جاتا ہے۔ان کی مجلسوں کے معمولات تزکیہ نفس کی خاطر ہوتے ہیں جن میں زیادہ تر کا تعلق جسم کی مرغوب اشیاء کی مخالفت ہے۔

مثلاً ایثار ضد ہے حرص اور لالچ کی فروتنی اور خاکساری ضد ہے کبروغرور کی، رحم وحلم ضد ہے غصہ کی، محبت ضد ہے نفرت کی، شجاعت بزدلی کی، سخاوت بخل کی اور دیانت خیانت کی ضد ہے۔یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ اس میں کہاں تک کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ کے ولی روزانہ اپنا محاسبہ کرتے ہیں اور توبہ کے ذریعے اپنی کمزوریوں کو دور کرتے ہیں۔اس لئے ان کا محبوب شغل توبہ استغفار ہوتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو معصوم اور رب کائنات کے حبیب اور سید الاولین و الآخرین ہیں نے فرمایا کہ میں بھی دن میں ستر بار (یعنی بے شمار دفعہ) اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔اس لئے سنت طیبہ کی اتباع میں مجالس اولیاء اللہ میں بھی کمزوریوں کی تلافی کے لئے نہایت عاجزی سے توبہ کی جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مومن ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کا مقام ہر آن ترقی پذیر ہوتا ہے۔چنانچہ اولیاء اللہ کی مجالس بڑی جاندار ہوتی ہیں۔اُن میں اللہ تعالیٰ کے قُرب کا زبردست شوق پایا جاتا ہے۔آپ وہاں پر کبھی بھی حالتِ جمود نہیں پائیں گے، بلکہ ان کا آج ان کے کل پر اگلا قدم ہوتا ہے۔اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا ولی ایک متحرک (Dynamic) با تدبیر، صاحب عمل بندہ ہوتا ہے۔جیسے سورج اپنے سیاروں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ بھی اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھتے ہیں۔

ان صفات کریمہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ولی دعائیں بہت کرتے ہیں۔حاجت مند کی حاجت روائی کے لئے انکے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور جب کسی کا کام ہو جاتا ہے تو اسے اپنا کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل سمجھتے ہیں۔ان میں بہت سے مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ولیوں کے سردار حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر وہ کسی بات کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا

کردیگا۔اگر تم ان سے دعائے مغفرت حاصل کرنیکا موقع پاسکو تو ضرور ان سے دعائے مغفرت کرانا''۔(بخاری)

ہر سعادت کے باوجود اللہ تعالیٰ کا ولی ایک عاجز بندہ ہوتا ہے،اپنی دعاؤں میں بہت عاجزی کرنیوالا۔وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز منوا نہیں سکتا صرف عرض کرسکتا ہے۔ مالک کی مرضی ہے مانے یا نہ مانے۔چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا بہت قدر دان ہے،اس لئے دعاؤں کی قبولیت کی سعادت اولیاءاللہ کو بالعموم حاصل ہوتی ہے لیکن یہ ولی کا حق نہیں محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے، جو چاہے دے۔

آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کی زبان پر حرف شکایت نہیں آتا، دنیا کا نفع انہیں زیادہ مسرور نہیں کرتا اور نقصان انہیں خوف والم میں نہیں ڈالتا۔شریعت کا اتباع ان کا طریقہ ہوتا ہے اور صلوٰۃ کا ضائع ہوجانا ان کے نزدیک دنیا جہاں کے ضائع ہوجانے سے زیادہ خوفناک ہے۔اس سلسلہ میں آپ نے حضور غوث اعظم کا وہ واقعہ تو سنا ہی ہوگا جب خبر آئی کہ آپ کا جہاز غرق ہوگیا ہے تو آپ نے فرمایا الحمدللہ۔بعد میں جب یہ خبر غلط ثابت ہوئی تو پھر فرمایا الحمدللہ۔ آپ کو جہاز کے ڈوب جانے سے قلق ہوا نہ بچ جانے سے خوشی ہوئی، بلکہ دونوں خبروں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سمجھ کر خوش دلی سے قبول کیا۔

اگر کسی ولی کی صحبت میں آپ کو مندرجہ بالا فوائد حاصل ہوتے ہیں تو وہ آپ کیلئے فیض کا منبع ہوسکتا ہے۔اگر آپ ان کی محفل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی بجائے کرامتوں کا شور اور ''میں اور تو ''ذات کی بڑائی پاتے ہیں تو وہاں سے بچ کر نکل جائیں۔

باب نمبر 10

ولایت کا نصاب

10.1 ہم اللہ تعالیٰ کے ولی کیسے بن سکتے ہیں؟

یہ سوال کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی کیسے بن سکتے ہیں؟ بہت مشکل ہے۔ولایت کوئی کسب نہیں کہ جیسے ڈاکٹر یا انجینئر بنا جاتا ہے، کسی سکول سے پڑھ کر ہم ولی بن جائیں ایسا نہیں۔اس کا انحصار نہ ہی دین کے علم پر ہے اور نہ ہی دنیا کے علم پر ہے۔ہم علم کی نفی نہیں کر رہے، یہ سب اہم ہیں لیکن لازمی نہیں۔ولایت تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔میں کسی کی دوستی کی اپنے دل میں کتنی بھی خواہش رکھوں جب تک وہ مجھے اپنے دل سے دوست قبول نہیں کرے گا دوستی کا مقام نہیں ملے گا۔لیکن ولایت کوئی لاٹری بھی نہیں۔اصل بات وہی ہے جو پچھلے ابواب میں مختلف پیرائے میں بتائی جا چکی ہے۔وہ یہ کہ پہلے ہم اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کو پہچان لیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنائیں اور پھر محبت اور خدمت، شوق، توجہ، اخلاص، محنت، مجاہدات اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے آپ کو اہل ثابت کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کریں۔اس سلسلہ میں ہم ولی کے خصائل اس کی صفات، عادات معمولات وغیرہ کے متعلق پچھلے ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔ان معمولات کا اپنانا ولایت کا اولین سبق ہے۔

جہاں تک ولایت کے نصاب کا تعلق ہے۔اس کا نصاب مکمل قرآن کریم ہے اور اس کے حصول کا انحصار صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہے۔سورۃ المومنون، آیات 1-11 اللہ تعالیٰ کے ولی کی بنیادی باتیں ہیں فرمایا:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ο الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ
خَاشِعُوْنَ ο وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ο

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوْنَ O وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ O اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُمَلُوْمِیْنَ O فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ O وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ O وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ O اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ O الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ O

”یقیناً فلاح پائیں گے وہ ایمان والے جو اپنی صلوٰۃ میں خشوع اختیار کرتے ہیں، اور جو لغویات سے دور رہتے ہیں، اور جو زکوٰۃ دینے میں کوشاں رہتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ما سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی مِلک یمین میں ہوں کہ اس پر وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدو پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور جو اپنی صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ وارث ہیں جو میراث میں جنت الفردوس پائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے“ (سورۃ المؤمنون۔ آیات 1-11)

آپ نے دیکھا کہ فلاح کے اس نصاب کا آغاز صلوٰۃ اور زکوٰۃ سے ہوتا ہے۔ یہ مومنین

کے قلب میں داخلہ کی نہایت بنیادی شرائط ہیں۔اس کے بعد لغویات سے بچنا، خاندانی نظام کا تحفظ اور صنفِ مخالف کے ساتھ اخلاقی تعلقات کی اہمیت ہے۔

ان بنیادی شرائط کیساتھ ساتھ دوسری اہم ترین باتیں حقوق العباد اور معاشرتی معمولات میں احسان، حُسنِ اخلاق ہیں۔انہیں میں وعدہ وفائی، امانتوں کا تحفظ، جھوٹ اور بددیانتی سے دُور دُور رہنے کی خصوصیت ہے۔ان کے علاوہ ذاتی معمولات میں صلوٰۃ، اذکار، مجاہدات، تسبیحات میں پابندی بڑا اہم ہے۔جو لوگ ان بنیادی باتوں پر عمل کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کے راستہ پر چل نکلے ہیں۔ایسے فلاح یافتہ لوگوں کا انعام جنت الفردوس ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

فلاح کے اس بنیادی نصاب میں سے کوئی ایک کی بھی ناکامی کا باعث ہو سکتی ہے۔اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کا ولی بننا چاہتے ہیں تو قرآن کریم کے پورے کے پورے نصاب کی تکمیل میں لگ جائیں۔جب اس راستہ پر چلنا شروع کر دیا تو منزل بھی مل جائے گی (انشاء اللہ)۔اس کی پریکٹیکل مثال صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ہر درپیش مسئلہ پر اپنے آپ سے پوچھو کہ ایسے میں فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے؟ جب جواب کی سمجھ آجائے تو بلا تکلف عمل کرلو۔انشاءاللہ سرورِ کائنات خود رہنمائی فرمائیں گے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے،"**اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا**"،"اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے جو ایمان لائے"یہ ہر مسلمان کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ ہر مومن کا ولی ہے یعنی دل سے اعلان، "کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" آپ کو ولایت کے دروازہ تک پہنچا دیتا ہے۔یہاں سے ولایت کا اگلا سفر شروع ہوتا ہے جو قرآن کریم کے گلشن سے گزرتا ہے اور صاحبِ قرآن کی معیت میں گزرنا چاہیے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہی بہترین طریقہ ہے اس سے بڑھ کر ہدایت کا کوئی اور نصاب نہیں"یہ انسان کو ولایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیتا ہے۔

10.2 ولایت کے لئے بنیادی اصول

لہٰذا ولایت کے لئے گھر چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے نہ چلہ کشیوں کی، نہ کاروبار بند کرنا پڑتا ہے، نہ جنگلوں میں رہنا پڑتا ہے بلکہ دنیا کے تمام حلال مشاغل میں رہتے ہوئے مسلمانوں پر ولایت کا در کھلا ہے۔ آگے بڑھنے اور اس میں داخل ہونے کے لئے بس اتنی سی بات چاہیے کہ اپنا رخ سیدھا ہو اور دل میں اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کی خواہش ہو۔ پھر آنکھیں بند کر کے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر چل نکلو اور جیسا کہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے ہر اُلجھن میں صرف اتنا پوچھ لو "اگر یہی حالات آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے؟" اگر خلوص سے سوال پوچھو گے تو انشاءاللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے رہنمائی حاصل ہو جائے گی اور اس پر عمل کر لو۔

10.3 پہلا قدم

اوپر کی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ ولایت الٰہیہ کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ مسئلہ ہمارا اپنا ہے کہ ہم نے اپنے مہربان مالک کو چھوڑ کر غیروں کو اپنا ولی بنایا ہوا ہے۔ جس کو پانا چاہتے ہیں اسی کی ذات پاک پر شک کرتے ہیں۔ ایمان تو رکھتے ہیں لیکن اعتماد نہیں کرتے۔ اس لئے اصل بات صرف اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانے کی ہے۔ جب ہم میں سے بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی دوستی کو محبوب بنا لے گا اور اپنے معمولات میں اپنے اس نئے دوست کو باقی چیزوں پر ترجیح دیگا تو وہ ولایت کے راستہ پر چلنے لگے گا۔ اعلیٰ مقامات کے حصول کی بات صرف شوق، محبت اور کشش کی ہے۔ جن کی تفصیلات پچھلے باب میں بھی دی جاچکی ہیں۔ یاد رکھیں کہ جس طرف کا رخ ہوگا اسی طرف آپ بڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ جیسے درخت خود بخود سورج کی طرف جھک جاتے ہیں۔

جہاں تک درجات اور قربت کا تعلق ہے اس کا انحصار اپنے دوست کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھنے میں اور اس کی خاطر ایثار، خدمت، محبت اور خودسپردگی میں ہے۔ ان میں جن معاملات

کا تعلق قلب سے تھا ان کی زیادہ تر وضاحت تو پہلے ہی ہو چکی ہے۔اب ہم ان بنیادی اعمال کی طرف توجہ دیں گے جو ولایت کی گاڑی کے لئے پٹرول کا کام کرتے ہیں۔یہ وہی کام ہیں جو ہر اچھے مسلمان کو کرنے چاہیں۔ولی بننے کے لئے انہیں ذرا زیادہ سلیقہ سے کرنا ہے۔

رہنمائی کے لئے اگر آپ کو مناسب استاد مل جائے تو خوش قسمتی سمجھیں۔اس لئے کسی شیخ یا رہنما کے حلقہ ارادت میں آنے پر کوئی مضائقہ نہیں۔لیکن یاد رکھیں آخری پناہ گاہ اور سب سے بڑی رہبر و رہنما ذات سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہے۔خاتم النبیین کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی عاشقوں کو ہمیشہ اسی طرح میسر رہے گی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دنیاوی حیات طیبہ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی فضاؤں کو معطر اور منور کرتے تھے۔فرق صرف یہ ہے کہ وہ دیدار عام کا دور تھا اور اب دیدار خاص کا وقت ہے۔انشاءاللہ جب آپ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی ولایت کے لئے کوشاں ہوں گے تو کلام اللہ اور سنت طیبہ کا نور آپ کے دل کو روشن رکھے گا اور ہدایت کے دریچے خودبخود کھلتے جائیں گے۔یاد رکھیں مَنْ طَلَبَ وَجَدَ۔جس نے اخلاص کے ساتھ طلب کیا پا لیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ o

"اور جنہوں نے ہمارے قرب کی طرف کوشش کی تو ہم یقیناً انہیں اپنے راستوں پر رہنمائی فرمائیں گے۔ اور بیشک اللّٰہ تعالیٰ نیکی کرنیوالوں کیساتھ ہے۔"

(سورۃ العنکبوت، آیت 69)

آئیے اب ان بنیادی عوامل کا جائزہ لیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے ضروری ہیں۔دوبارہ غور فرمائیں کہ عمل کی وقعت نیت اور اسے سلیقہ سے کرنے میں ہے۔

10.4 حقوق العباد اور حقوق اللہ

اس بات کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ کی دوستی اور اسکے قرب کی گہرائی میں کوئی بھی درجہ پانے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ جو مسلمان ان سے غافل ہے وہ ولایت تو کجا، عام مسلمانی پر بھی پورا نہیں اترتا۔ ان کی ادائگی ہی عبودیت کی سند ہے اور دوستی یہاں ہی سے شروع ہوتی ہے۔ ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

حقوق اللہ کی روح یہ ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچے اور حقوق العباد کی روح یہ ہے کہ وہ مخلوق کی دل آزاری سے بچے۔ جذبہ یہ ہو کہ مومن اپنے دل میں یہ احساس پیدا کر لے کہ بندہ، بندہ ہے اور مالک، مالک ہے۔ بندے کو بندہ بن کر ہی رہنا زیب دیتا ہے۔ ایسا بندہ پھر اپنے مالک کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس کی رضا کے لئے جیتا مرتا ہے۔ اسکی عبادات قربانی، زندگی اور موت سبھی اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔ اس کے بعد اپنا کیا رہ گیا؟

بندگی کے اس احساس کے ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے میں ولایت ہے۔ اسکی عمارت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام پر استوار ہے جن کے اوپر عمل کرنا اُن کی فکر ہے، اور دوسرے انسانوں کو پیار و محبت سے اس طرف متوجہ کرنا اُن کا مشن ہے۔ حکم ربی ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ؕ

"تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کیلئے نکالی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر (صدقِ دل سے) ایمان رکھتے ہو"۔

(سورۃ آلِ عمرآن، آیت 110)

10.5 حقوق اللہ

حقوق اللہ میں اسلام کی بنیادی عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قرآن کریم کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر شامل ہیں۔ یہ سب شیطان کے خلاف اللہ تعالیٰ کے ولی کے جہاد ہیں، اور روح کی خوراک۔ ان کے بغیر روح بھوکی رہ کر کمزور ہو جائے گی اور بالآخر مر بھی سکتی ہے۔ انہی سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور وہ فحش اور بری باتوں سے بچ جاتا ہے۔ اس لئے یہ سب اولیاء اللہ کے کلب میں داخلہ کی بنیادی شرائط ہیں۔ ان میں ہر ایک شرط ولایت کی طرف کھلنے والا دروازہ ہے۔ اگر ایک بھی بند ہے تو آگے نہیں جا سکتا۔ سب دروازوں سے گزر کر مومن ولایت کے احاطہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ آگے کیا ہوتا ہے؟ کیا ملتا ہے؟ ولایت کے درجات ہیں جن کا انحصار اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور فضل پر ہے۔

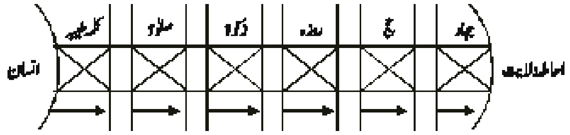

شکل نمبر 23: دائرہ ولایت میں داخل ہونے کے لئے کلمہ طیبہ، صلوٰۃ، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد زندگی مانند یکے بعد دیگرے دروازوں کے ہیں۔ حلقہ ولایت میں پہنچنے کے لئے ہر دروازے کا کھلا ہونا ضروری ہے۔ اگر کھلے ہیں تو ولایت کے وسیع و عریض باغات میں پہنچ سکتے ہو۔ اگر ایک بھی بند ہوا تو وہیں رک جاؤ گے۔

ان کے آگے معروف کے لئے جستجو اور برائی کے خلاف جہاد، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت اور اپنی کوتاہیوں پر نظر اور توبہ اس محاذ کے اسباب ہیں۔ انہیں میں نفلی عبادات، دوست کی خدمت میں تحائف بھیجنے کے مترادف ہیں۔ اس لئے حقیقی قرب جہاد برائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، مخلوق کی خدمت، نوافل، ذکر و اذکار، مراقبہ اور تلاوت قرآن پاک سے ملتا ہے۔ ان کے بغیر اعلیٰ مقامات کی خواہش بے سود ہے۔ بے شک تسلسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی عبادت ہے۔

10.6 وارننگ

کیسے پتہ چلے کہ حقوق اللہ ادا ہوئے کہ نہیں؟اس کی پہچان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ولی اپنے دل کو مالک کے لئے دنیا کی محبت سے خالی کر دے۔قلب و دنیاوی فرائض ادا کرتے ہوئے بھی مالک کی حاضری میں رہے۔جیسے شاہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ" ہتھ کار وچ، دل یار وچ"۔یاد رکھیں اگر مسنون عبادات کے بعد بھی دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت پیدا نہیں ہوئی تو یہ سب پوجا پاٹ تھا، ہاتھ کچھ بھی نہ آیا (استغفر اللہ)۔

یادرکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدار (Quantity) کی بجائے خلوص (Quality) کی قدر زیادہ ہے۔حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ "یہ عبادت میں سلیقہ کی دلیل ہے۔اس لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی رب تعالیٰ کے جلال و جمال اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کو سامنے رکھ کر احسن طریقہ سے ہونی چاہیے۔ساہوتی عبادات اور دکھاوے کے ثواب کے کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں۔وہاں صرف تقویٰ، اخلاص، محبت اور عاجزی سے کام بنتا ہے۔

10.7 حقوق العباد

اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے حقوق العباد بہت بڑا اہم مسئلہ ہے۔وہ اس کے لئے جس قدر محتاط ہے شاید کسی اور چیز کے لئے نہ ہو،اس لئے کہ بندے سے معاف کروانا بہت مشکل کام ہے۔حقوق اللہ میں کمی رہ جائے تو الغفور الرحیم سے معافی کی پکی امید کی جا سکتی ہے لیکن آدمی کا کوئی اعتبار نہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے اولیاء حقوق العباد کو بڑی احتیاط اور کوشش سے پورا کرتے ہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ مخلوق اپنے خالق کا کنبہ ہے۔اس لئے انہیں انسان تو انسان اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق، جمادات و نباتات، حیوانات تک کے حقوق کا خیال ہوتا ہے اور انسانوں سے تو وہ خصوصی محبت، عزت و تکریم پیش آتے ہیں۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے لئے خود فرماتا ہے **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ آدَمَ** (سورۃ بنی اسرائیل، آیت 70) اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو (بلا تفریق مذہب وملت) مکرم بنا دیا ہے۔" لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر فرض ہے کہ وہ انسانی حقوق کا بہت خیال رکھیں، کسی کی عزت نفس کو مجروح نہ ہونے دیں اور لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے تمام اسباب کو ان کے لئے بروئے کار لائیں۔ صلح جو ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کسی میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو تو وہ بھی دور کرانے کی کوشش کریں۔ وہ خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہاں اپنی ذات کے فائدے کی بات ہو وہاں سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ان کے لئے بہترین مثال سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار اقدس لوگوں کے لئے رحمت بھی تھا اور عدالت بھی، اور آپ ہر کسی کے غمخوار ساتھی تھے اور کسی سے کوئی ذاتی تمنا نہیں رکھتے تھے۔

عوام کی طرف سے ہی اولیاء اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ حاضر، غائب ہر طرح کے حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ خود بھی کریں اور دوسروں سے بھی کروائیں۔ چنانچہ اولیاء اللہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اسکے دربار میں مانگنے کے لئے اٹھے رہتے ہیں۔ دنیا کے حکمرانوں سے بھی وہ دوسروں کی نیک حاجات پورا کرنے کے لئے سفارش کرتے ہیں لیکن اپنے لئے کسی سے سوال نہیں کرتے۔

جہاں تک غیر مسلموں کا معاملہ ہے اہل اللہ پر ان کا بھی بڑا حق ہے۔ وہ ان سے نہایت محبت سے پیش آتے ہیں اور انہیں نہایت حکمت سے اسلام کی برکات سے آگاہ کرتے ہیں۔ پیار اور ہمدردی سے انہیں حیات بعد الموت کے واقعات کی خبر دیتے ہیں، تحفہ تحائف سے ان کے دل جیتنے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کے لئے دُعا گو رہتے ہیں۔ غرض ہر طریقہ سے ان کے دل جیتنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جائیں۔

اہل اللہ پر خواص کا حق یہ ہے کہ انہیں فتنوں سے بچانے کی کوشش کریں۔ سب سے بڑا فتنہ تو گمراہی اور ظلم کا ہے۔ اہل اللہ کو چاہیے کہ ان سے تعلقات قائم کریں اور انہیں ان کی خامیوں

کے بارے میں حکمت سے آگاہ کرتے رہیں اور اگر وہ ظلم کرتے ہیں تو ہر ممکن طریقے سے انہیں ظلم سے باز رہنے کی تلقین کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، "مظلوم کی مدد کرو اس کا حق دلا کر اور ظالم کی مدد کرو اسے ظلم سے روک کر"۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حقوق اللہ کو حقوق العباد سے، اور حقوق العباد کو حقوق اللہ سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کی مثال گاڑی کے دو متوازی پہیوں کی سی ہے۔ گاڑی تبھی آگے بڑھے گی اگر یہ توازن کے ساتھ یک وقت چلتے ہوں گے۔ اس لئے ان دونوں کو علیحدہ تناظر میں دیکھنا بہت غلط بات ہوگی۔ حقوق العباد کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتیں بڑی اہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر مومن کا ولی ہے اور مومنین اللہ تعالیٰ کے ناطے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مومن اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن رب العزت کے نور کے سایہ میں اٹھیں گے۔ ان کا دکھ درد، خوشی غم، عزت و اکرام اکٹھا ہی ہے۔ ان کی مثال ایک جسم کی ہے کسی جگہ بھی چوٹ لگے سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے وہ بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت ہیں لیکن بدقسمتی سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ بھی انسانی محبت اور انسانی اکرام کے حقدار ہیں۔ اس لئے ان کی دل آزاری سے بچنا، ان سے مہربانی سے پیش آنا، حکمت سے ان تک دین حق پہنچانا اور ان کی ہدایت کے لئے دعا کرنا ایک مومن پر غیر مسلموں کا حق ہے۔

حقوق العباد میں قرابت کے مدارج کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ سب سے بڑا حق والدین کا ہے اور پھر حسب قرابت ہے۔ پڑوسی کا اتنا بڑا حق ہے کہ اگر وہ آپ سے خوش نہیں ہے تو آپ کی عبادت کی قبولیت خطرہ میں پڑ گئی۔ انسانوں کے علاوہ آپ پر تمام دوسری مخلوقات کا بھی حق ہے۔ سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہ۔ تمام خلق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی اپنے رب کی خاطر حیوانات، نباتات و جمادات سب سے پیار کرتے ہیں اور اسی پیار کے نتیجہ میں ان کی ضروریات کا بھی خیال کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو مدینہ میں عمرؓ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

10.8 حلال سے رغبت اور حرام سے نفرت

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلہ میں ہی حلال اور حرام کا مسئلہ بڑا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ اپنے قول و فعل، کاروبار، کھانے پینے میں حلال اور حرام کی تمیز کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔ جب کہ اولیاء اللہ مکروہات سے بھی بچتے ہیں۔ دراصل حرام ایمان کے لئے زہر ہے۔ جو جسم حرام کھانے پینے سے بنتا ہے، اس کے مالک کی دعا قبول ہوتی ہے نہ ولایت میں اس کا کوئی حصہ باقی ہے۔ اس لئے کہ حرام کفر ہے اور حلال دین ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ولی حرام حلال کے بارے بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں اور حتیٰ الوسع وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے ہیں۔

حرام دو قسم کے ہیں حرام بالذات مثلاً مردہ جانور، خون، خنزیر، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ صفاتی حرام ہیں جن میں ظلم سے ہتھیائی گئی جائیداد، ظلم کی کمائی، چوری، ڈاکہ، رشوت، کرپشن، ممنوعہ اور بے ایمانی کی آمدنی۔ سود کے پیسوں سے خریدا ہوا رزق وغیرہ انہیں میں شامل ہے۔ یہ سب کام سخت گناہ کے ہیں جن سے ایک عام مسلمان کو بھی بچنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ولی کیلئے تو یہ موت ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے پیری فقیری کو ذریعہ معاش بنایا ہے اور جھوٹی سچی کرامات اور شعبدہ بازی کی بنا پر لوگوں کا مال اکٹھا کرتے ہیں دراصل اپنے لئے آگ اکٹھی کرتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی مافوق الفطرت فعل سرزد بھی ہوتا ہے تو یہ شیطان کی وجہ سے ہے۔

10.9 ظاہر اور باطن کی طہارت

اللہ تعالیٰ سے دوستی کے لئے ظاہر اور باطن کی صفائی اور دل کی پاکیزگی نہایت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"**اَللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْن**" (سورۃ البقرہ آیت 222) (سورۃ التوبہ، آیت 108)۔ یعنی اللہ تعالیٰ صاف ستھرے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ جسمانی

اور روحانی طہارت اللہ تعالیٰ سے دوستی کی پہلی شرط ہے اور اسلام کی ہر عبادت کی بنیاد ہے۔سورۃ المدثر میں حق تعالیٰ حکم فرماتے ہیں:۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ O وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ O

"اور اپنے لباس کو (باطنی اور ظاہری) پاک و صاف رکھو اور پلیدی (ظاہری باطنی) سے دور رہو"۔(سورۃ المدثر۔آیات 4-5)

اپنے عمومی معنوں میں اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جسمانی اور روحانی طور پر صاف ستھرے ہوں۔مطلب یہ کہ کوئی اچھا مسلمان گندہ نہیں ہوگا۔اس کا لباس،جسم،دل اور دماغ ہر طرح کی پلیدی سے پاک ہوگا۔ان کا ماحول،گھر،گلیاں،بستیاں صاف ستھری ہونگی۔

یہ تو عام مسلمانوں کی بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے طہارت کی خصوصی اہمیت ہے۔چنانچہ ان کا لباس اور ان کی شخصیت ہمیشہ باوقار صاف ستھری ہوگی،اور ان کا ماحول،اُن کی سوچ،گھر بار،اٹھنا بیٹھنا،ہر طرح کی گندگی سے پاک ہوگا۔ان کا دل حسد،حرص،ظلم اور فحش خیالات سے مبرا ہوگا۔شیطانی وسوسوں سے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔چونکہ لباس کے سلسلہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ پسند تھا،اس لئے صاف ستھرے سفید کپڑے بھی اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی خاص پسند ہیں۔طہارت تین طرح کی ہے۔

1۔ جسم کی طہارت
2۔ باطن کی طہارت
3۔ دل کی طہارت

جسم کی طہارت کا مطلب یہ ہے کہ ولی اپنے جسم اور ماحول کو ہر طرح کی نجاستوں سے پاک رکھے۔اس میں سنت کے مطابق غسل اور وضو کرنا،عمدہ اور پاک لباس پہننا،خوشبو دار عطر کا استعمال شامل ہیں۔ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ولی کی کوشش ہوگی کہ وہ ہر وقت وضو سے رہے،اس لئے کہ وضو شیطان کے خلاف مومن کا ہتھیار ہے۔اسی طرح یہ بھی احسن ہے کہ مومن ان تمام

حوادث سے بچے جو وضو ٹوٹنے کا سبب بنتے ہیں۔ مثلاً زیادہ کھانے پینے سے وضو زیادہ دیر قائم نہیں رہتا اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی کم کھاتے ہیں۔ چونکہ وضو کو غیبت، گالی گلوچ اور بری باتوں سے بھی نقصان پہنچتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی کم آمیز، کم گفتار ہوتے ہیں۔ اونگھنے سے بھی وضو ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے اس لئے وہ ہوشیار رہتے ہیں۔

باطن کی طہارت یہ ہے کہ انسان نفس کو حرام سے بچائے اور حرام کھانے پینے سے بچے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جس کا کھانا پینا حرام ہے اس کی عبادات بھی قبول نہیں"۔ دعا کی قبولیت کیلئے بھی یہی شرط ہے۔ ہم پہلے بھی تاکید کر چکے ہیں کہ حرام کھانا پینا ولی کیلئے زہر قاتل ہے۔ اس سلسلہ میں مکروہات بھی بڑے خطرے کی بات ہیں۔ اس لئے وہ ذریعہ معاش جن میں حرام کا شک ہو ان سے اللہ تعالیٰ کے ولی کو دور رہنا چاہیے۔ مثلاً سود، سٹہ، مجبور کا مال، غاصبانہ قبضہ، حرام مال سے خریدے گئے تحائف وصدقات، شرک میں ملوث چڑھاوے، وغیرہ۔ غرض تمام حرام اور مکروہات سے خواہ وہ بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کے ولی بچ کر رہتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنا رزق خود کماتے ہیں اس لئے کہ جس مال میں محنت کا دخل نہیں وہ بھی مکروہات کے زمرے میں آتا ہے۔

قلب کی طہارت یہ ہے کہ انسان دل کو ہر طرح کے بت سے خالی کر دے اور توبہ استغفار کے ذریعہ سے اپنے خالق کے لئے صاف ستھرا رکھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سامنے کوئی اور محبت اہم نہ ہو۔ نفرتوں کدورتوں اور بغض وعناد سے دل کو پاک رکھے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین گناہ شرک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی شان میں کسی اور کو شریک کرنا یعنی بلواسطہ یا بلاواسطہ حق تعالیٰ کی برابری میں کسی کو اہمیت دینا، اس لئے شرک کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ یہ وہ زہر ہے جو ہر نیکی کو کھا جاتا ہے۔ آج کل شرک کے زمرے میں پتھر کے بُت نہیں انسانوں کے بُت ہیں جنہیں لوگ رواج اور اپنے مفاد کے لئے پوجتے ہیں۔ ان سے آزادی ولایت کی اولین سیڑھی ہے۔

ایک طاہر دل کی شان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کو آسمان

وزمین تو سما نہیں سکتے مگر مومن کا دل" یعنی روحانی طور پر مومن کا طاہر قلب ساری کائنات سے زیادہ وسیع تر ہے۔اس قلبی وسعت کے حصول کے لئے اللہ تعالٰی کا ولی اپنے قلب کو تو بہ سے دھوتا ہے۔رواج اور مفاد کے بتوں سے خالی کر کے اللہ تعالٰی کے نام کے ذکر سے آباد رکھتا ہے۔یاد رکھیں اللہ تعالٰی کی یاد سے خالی دل پر جنات اور شیاطین ڈیرے جما لیتے ہیں۔

دوبارہ سن لیں۔اے اللہ تعالٰی کے ولی، آپ کیلئے حرام ایسا گند ہے جسے کوئی عبادت صاف نہیں کر سکتی، کوئی قربانی دور نہیں کر سکتی۔ایک ہی علاج ہے کہ ہر طرح کے حرام سے بچا جائے۔اپنے ہاتھ سے خود کمائی کی جائے، غیر جس کی کمائی مشکوک ہو اس کے تحفے تحائف اور کھانے کو استعمال میں نہ لایا جائے اور حق دار کا حق اسے واپس کیا جائے اور آئندہ کے لئے سچے دل سے توبہ کی جائے۔طہارتِ مال، طہارتِ لباس، طہارتِ زبان، طہارتِ جسم و جان، طہارتِ قلب و روح، طہارتِ ایمان، طہارتِ عمل کے بغیر ولایت الٰہی کے خواب دیکھنا بے سود ہے۔
دوبارہ غور فرمائیں **اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ** اس لئے چاہیے کہ ہم مسلسل الائش اور مفسدات کا تجزیہ کرتے رہیں اور تقویٰ، توبہ اور احتیاط سے اپنی الائشوں کو صاف کرتے رہیں۔ انشاءاللہ وہ درگزر فرمائے گا۔

10.10 صلوٰۃ کی حفاظت

جیسے پہلے کہا گیا ہے صلوٰۃ ولایت کے کلب میں داخلہ کا ٹکٹ ہے۔جس کی صلوٰۃ ٹھیک نہیں اس میں کوئی خیر نہیں۔نہ ہی وہ قرآن کریم سے ہدایت کا حقدار ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردار کر دیا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر صلوٰۃ کو چھوڑا بے شک وہ کفر کے نزدیک پہنچ گیا۔لہٰذا صلوٰۃ ایمان کے لئے لازمی شرط ہے۔یہ ایمان کا عملی اظہار ہے۔درجات کا انحصار صلوٰۃ کے معیار (Quality) پر ہے۔یوں صلوٰۃ ولی کی معراج، اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہر پریشانی اور گناہ کے خلاف اس کا ہتھیار ہے۔صلوٰۃ کا مادہ صل ہے جس کا مطلب جوڑنا ہے یعنی صلوٰۃ اللہ تعالٰی سے تعلق جوڑنے کا ذریعہ ہے۔

اپنے عمومی معنوں میں تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں جو کام بھی کیا جائے وہ صلوٰۃ ہے۔ یوں تمام نیکی کے کام، عبادات اور اذکار صلوٰۃ کے دائرہ کار میں ہی آجاتے ہیں۔ اپنے اصطلاحی معنوں میں صلوٰۃ کا مطلب پانچ وقت کی نماز ہے جو اسلام کی کنجی ہے اور مومن کیلئے ذریعہ معراج ہے۔ اس کے بغیر آدمی پر دین کا دروازہ نہیں کھلتا۔ بلکہ جیسا اوپر بتلایا جا چکا ہے جس نے صلوٰۃ کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اس کا دین سے تعلق ہی ٹوٹ گیا۔ مومن کے لئے دن میں پانچ وقت کی صلوٰۃ ایسے ہی ہے جیسے فوجی کے لئے پریڈ۔ جیسے پریڈ کے بغیر فوجی، فوجی نہیں۔ اسی طرح صلوٰۃ کے بغیر مسلمان مومن نہیں ہو سکتا۔ یہ ہر طرح کے کارِ خیر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کا بنیادی پتھر ہے۔ حکم ربی ہے:۔

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَا لَعَلَّكُم تُفْلِحُوْنَ ○ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ

"اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور کارِ خیر کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں''۔ (سورۃ الحج، آیت 78-77)

جیسا کہ پہلے بھی واضح کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کے ولی کیلئے صلوٰۃ مانند معراج شرفِ ملاقات ہے۔ اس لئے ولایت، بجز صلوٰۃ کو قائم کرنے کے ناممکن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "صلوٰۃ یوں ہو جیسے تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اگر یہ ممکن نہیں تو اس طرح ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک نماز انسان کو روکتی ہے برائی اور فحش سے' لہٰذا

نمازی کی نماز کی قبولیت کی نشانی یہ ہوئی کہ اس کے دل میں برائی سے نفرت ہو جائے۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے محبت اور حسن ظن رکھے اور خالق کی ناراضگی سے ڈرے اور حتی الوسع حاجت مندوں کی حاجت روائی میں کوشاں رہے ورنہ جیسے سورۃ الماعون میں فرمایا گیا ہے۔ "تباہی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔"

صحیح نماز کے اثرات سے مومن تقویٰ کے بلند درجات پر فائز ہوجاتا ہے اور تقویٰ ولایت الٰہی کے لئے ایسے ہے جیسے چھت کے لئے دیواروں کی حیثیت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی جاتی ہے کہ "متقی وہ ہے جو خاردار جھاڑیوں میں سے اپنا دامن بچا کر گزرتا ہے" لہٰذا اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نماز احتیاط اور یاد اللہ تعالیٰ والی نماز ہوتی ہے۔

10.11 ساھونی صلوٰۃ

جیسے اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے کہ روح والی صلوٰۃ کے مقابلہ میں ایک مُردہ صلوٰۃ بھی ہے جو انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ یہ **ساھون** کی صلوٰۃ ہے جس کے بارے میں سورۃ الماعون میں ارشاد ہے:۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ٥ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ٥ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ٥ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ٥ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥

"کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ پس یہ شخص وہ ہے جو یتیم کو دور رکھتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں رکھتا۔ پس تباہی ہے ایسے صلوٰۃ والوں کی جو اپنی صلوٰۃ (کی روح) سے غافل ہیں۔" (سورۃ الماعون، آیات 5-1)

سورۃ الماعون اور قرآن کریم کی کئی ایک دوسری آیات سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ صلوٰۃ

کی اصل روح باہمی ہمدردی خصوصاً یتامیٰ اور مساکین کی دیکھ بھال اور ان کے کھانے پینے کی فکر ہے۔ اگر ہم معاشرہ کے کم وسائل والے لوگوں کا خیال نہیں کرتے تو صلوٰۃ کا فریضہ پورا نہیں ہوا۔ ایسی صلوٰۃ کو ساھونی صلوٰۃ کہا گیا ہے۔

ساھون کی نماز صلوٰۃ کی روح سے خالی ہوتی ہے۔ یہ صلوٰۃ سستی کاہلی، بے احتیاطی اور دکھاوے کی بے روح، بے توجہ پوجا پاٹ ہے۔ دکھائی یہی دیتا ہے کہ نمازی رب العالمین کے سامنے کھڑا ہے لیکن اصل میں اس کے سامنے ہزاروں دنیاوی بت کھڑے ہوتے ہیں۔ ثواب کے لالچ میں رسم کے طور پر یا دکھاوے کی ادا کی گئی یہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ سے غفلت کی نماز ہے۔ جس سے نمازی کی شخصیت میں بہتری کی طرف کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالانکہ صلوٰۃ سے اولین فائدہ یہ ملنا چاہیے کہ نمازی بری باتوں اور فحش سے رک جائے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق خصوصاً بے سہارا بچوں اور بھوکوں کے لئے پر خلوص ہمدردی کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو ہماری یہ نماز **ساھونی** ہے۔

ساھون کی نماز کا مطلب، نماز میں خیالات کا آنا نہیں، بلکہ یہ وہ نماز ہے جس میں بددلی ہو اور آدمی اس سے جان چھڑا رہا ہو۔ دکھاوے کے لئے یا مجبوری کے تحت یا رواج کی وجہ سے پڑھ رہا ہو۔ جہاں تک خیالات کا تعلق ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق کے لگان کا حساب نماز میں لگایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیالات کو روکنا مشکل کام ہے اور خیالات کا آنا جانا گناہ نہیں۔ اس کا عام علاج یہ ہے کہ نماز کے الفاظ پر غور کیا جائے اور یہ احساس بھولنے نہ پائے کہ یہ معمولی آدمی رب کائنات کے دربار میں کھڑا ہے۔ الفاظ کی ادائیگی میں یہ خیال رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے سن رہا ہے۔ اگر توجہ ادھر ادھر ہو گئی اور یاد نہ رہا کہ کیا پڑھا ہے تو دوبارہ پڑھ لیں۔ اس سے توجہ برقرار رہے گی۔

10.12 صلوٰۃ کی خصوصیت

اللہ تعالیٰ کے ولی کے نزدیک وضو کے معنی رب کریم سے ملاقات کی تیاری، نیت رب

کائنات کے حضور اجازت طلبی، تکبیر دنیا کو پیچھے چھوڑ دینا، قیام عرضداشت پیش کرنا، رکوع عاجزی، سجدہ اپنی ذات کی ٹوٹل نفی اور مالک کی ذات میں گم ہونے کی شدید خواہش ہے، اور ایک نماز سے دوسری نماز کا درمیانی وقفہ اپنے دوست کی ملاقات کا انتظار ہے۔

اس طرح ادا کی جانے والی فرض اور نفل نمازوں کا حاصل اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق اور نفس کی مقام علیین کی طرف ترقی ہے، اور اس کی علامت مخلوق سے محبت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی اطاعت اور گناہ سے نفرت ہے۔ اس ضمن میں باقاعدگی سے پڑھی جانے والی تہجد کی صلوٰۃ کے سجدوں کا تو کیا ہی کہنا۔ یہ وہ وقت ہے جب رب کائنات آسمان دنیا پر آکر اپنے بندوں کو پکارتا ہے کہ ہے کوئی گناہ بخشوانے والا؟ ہے کوئی کرم چاہنے والا؟ اس سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے ولی سربجود رات کے اندھیروں میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر آپ کو رات کو اٹھنا عزیز ہو گیا ہے تو مبارک ہو کہ آپ ولایت کی راہ پر چل پڑے ہیں۔

10.13 ذکر اور حاضری

جب کہ صلوٰۃ مومن میں عبودیت کا احساس اجاگر کرنے اور گناہوں سے روکنے کے لئے ہے، ذکر الٰہی نفس کی بالیدگی کا ذریعہ ہے۔ (اس کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں) عبودیت کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و تقدیس کرنا، اس کے اسم کی بار بار یاد آوری اور قرآن کریم کی تلاوت بندہ مومن کے محبوب مشاغل ہیں۔ عالم شوق میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احساس کے ساتھ اُٹھنا، بیٹھنا، درود شریف پڑھنا، کلمہ طیبہ کی یاد آوری، توبہ استغفار وغیرہ اس کے ذکر کی مختلف صورتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے ذکر کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کی سی ہے۔ منہ سے کہیں یا نہ کہیں وہ اپنے رب کے در پر نہایت عاجزی اور بھکاری بن کر دل میں اس کی حمد و تسبیح اور تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے ذکر ایسے ہی اہم ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ ان کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، جاگنا، سونا ہر دم اللہ تعالیٰ کے احساس کے ساتھ ہے۔ عملی زندگی میں اس کے اثرات ان کی اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت اور اس کی

مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور خدمت کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ یہی ان کی روح کی نشو ونما اور بالیدگی کا باعث ہے۔ انہی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "تھکا رول ۔ دل یا رول"۔

10.14 فکر اور علم

فکر کا مقصد مخلوق کے حوالے سے خالق کی پہچان، ذات حق کی تشریح اور تفسیر ہے اور یہ آدمی پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ اس کا بندہ اس کی کاریگری اور تخلیق پر غور کرے اور ان کے ذریعے اس کی ماہیت اور معرفت حاصل کرے۔ (تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں) اس کے لئے علم ذریعہ ہے جس کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

أُطْلِبُوْ الْعِلْمَ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ ۔

علم تین طرح کے ہیں اور ولی کے لئے ان تینوں کا جاننا ضروری ہے۔ 1۔ علم الایمان 2۔ علم الاخلاق اور 3۔ علم الاشیاء۔ آخر الذکر میں تمام سائنسی علوم شامل ہیں۔ قرآن کریم علم الایمان اور علم الاخلاق کا منبع ہے۔ جس کی عملی تفسیر حیات طیبہ رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ افسوس کہ آج کل کے جاہل پیر فقیر ہر علم کی نفی کرتے ہیں۔ یہ کلام اللہ اور سنت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراسر الٹ بات ہے۔ ایسے جہالت کے داعیوں کا ولایت الہیہ سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ وہ سرتاج اولیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو باب العلم ہیں نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فخر اپنی جہالت پر کرتے ہیں۔ ایسے جاہلوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

نبوت سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار حرا میں مراقبہ اسی غور و فکر کا حصہ تھے۔ اسلئے کہ غور و فکر ماحول سے کٹ کر علیحدہ جگہ ہی بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔ یعنی اپنی بساط اور حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بھی دوست اپنی اپنی غار حرا بنا لیتے ہیں، جہاں وہ دنیا کے جھمیلوں، ملاقاتیوں کی بے جا مداخلت سے محفوظ خالق کی تخلیقات کے حوالے سے اس کی پہچان حاصل کرتے ہیں۔ کائنات میں ہر تخلیق خالق کی آیت ہے، جس کا سمجھنا ان کے بنانے والے کو خراج تحسین پیش کرنا ہے۔ زمین و آسمان اور قدرتی مناظر بھی اس کی آیات ہیں جو آج کل موضوع سائنس ہیں۔ جیسا ایک پینٹنگ

(Painting)اس کے پینٹر کی یاد دلاتی ہے۔کائنات میں غور وفکر ولی کو خالق کائنات کے قریب تر کرتا جاتا ہے۔یوں تجسس کے عالم میں اس کی زبان **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم** اور **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ** جیسے اذکار سے تر رہتی ہے۔

دنیاوی لحاظ سے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ہر شاعر چاہتا ہے کہ کوئی اس کے شعر سنے اور سمجھے۔مصور چاہتا ہے کہ لوگ اس کی بنائی ہوئی تصویر پر غور کریں۔غرض ہر تخلیق کار کی یہ قدرتی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اسے اس کی تخلیق کے حوالہ سے پہچانیں۔اللہ تعالیٰ لوگوں کی تعریف وتقدیس کا محتاج ہرگز نہیں لیکن وہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے بندے اپنے مالک کی کاریگری پر غور کریں۔دراصل اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے یہ انسان کی اپنی ضرورت ہے کہ وہ خالق کی تخلیقات کو سمجھ کر زمین پر اس کا نائب یعنی خلیفہ ہونے کا حق ادا کرے۔خلافت کے درجہ پر فائز ہونے کے لئے لازمی ہے کہ نائب اپنے مالک کی سلطنت کی زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل کرے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی میں متفکر اور محقق کی صفات پائی جانا ضروری ہیں لہٰذا انسانی استطاعت کے اندر ایک ولی کا حکیم،علیم اور بصیر ہونا قدرتی بات ہے۔محض تسبیحوں کے دانے پھیرنے سے ولایت نہیں ملتی۔جب ولی چیزوں کو ان کی حقیقت کے پس منظر میں دیکھتا ہے تو اسے کائنات میں ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی معرفت کی امین نظر آتی ہے۔قطرہ قطرہ،ذرہ ذرہ،پاپا اس کی تسبیح وتقدیس کرتے نظر آتا ہے۔ایٹم،ایٹم اپنے خالق کا گواہ ہے اور ولی خود ان کا اوپر گواہ ہے۔

ولی کے لئے فکر کی اہمیت کا آپ یہاں سے اندازہ کرلیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ فکر کی ایک گھڑی عابد کی ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔سورہ مجادلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط

" جو تم میں ایماندار ہیں اور جنہیں علم عطا ہوا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمادے گا"(سورہ المجادلہ۔آیت 11)

علم نورِ الٰہی ہے جس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا ولی دیکھتا ہے۔ جہالت ظلمت ہے جس سے وہ پناہ مانگتا ہے۔ سورہ زمر میں ارشاد ہے "کیا جاننے والے (عالم) اور نہ جاننے والے (جاہل) (کبھی) برابر ہو سکتے ہیں؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں" قرآن پاک میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ سے صحیح معنوں میں ڈرنے والے اہل علم و فکر ہی ہیں"۔ "اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو دعا سکھاتا ہے "وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا "۔ "اور کہو کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر" (سورہ طہٰ، آیت 114)۔ یوں کلام اللہ میں سینکڑوں بار علم کی فضیلت اور کائنات میں غور و فکر کرنے کا حکم سنایا گیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو جانا چاہیے کہ ولی کی ولایت کے لئے فکر و علم ایسے ہی ہیں جیسے طیور کے لئے ان کے بال و پر ہیں۔ ان کے بغیر وہ اڑ نہیں سکتے۔ ولی علم کے بغیر کارِ ولایت میں آگے بڑھ نہیں سکتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تھی۔ **اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقِيقَةَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ**۔ "اے اللہ مجھے چیزوں کی حقیقت سے آگاہ کر جیسے کہ یہ ہے" چیزوں کی حقیقت تک پہنچنے کے علم کا نام ہی سائنس ہے۔ جس کی بنیاد بھی قرآن کریم فراہم کرتا ہے۔ ولی کے فکر کا مقصد مخلوق کی حقیقت پا کر خالق کی معرفت اور شانِ ربوبیت کو سمجھنا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے ہمارے سارے بزرگ، امام اور اولیاء اللہ اس بات کے عملی شہسوار تھے۔

انہی اولی الالباب، صاحب نظر و حکمت والوں میں نفس مطمئنہ والے ہیں جن کی شان کے متعلق فرمایا ہے "اے نفس مطمئنہ، واپس آ جاؤ اپنے رب کی طرف تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں، داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔" (سورۃ الفجر، آیات 30-27)

10.15 صوم و صبر

کسی عام آدمی کا قرب بھی یونہی نہیں مل جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قرب تو بہت ہی بڑی نعمت اور اعلیٰ ترین کامیابی ہے۔ اس لئے یہ بڑی محنت مانگتا ہے جو تکلیف سے خالی نہیں۔ جیسے ہی

آپ ولایت کے راستہ پر چلنے لگیں گے شیاطین بھی پوری قوت کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے۔
ان کی ہر ممکن کوشش ہوگی کہ آپ کے ذہن کو پریشان کریں اور طرح طرح کے وسواس ڈال دیں۔
اس وقت ان شیاطین اور انسانی رکاوٹوں کے سامنے دل نہ ہارنے اور مایوسی سے بچتے ہوئے مسلسل
آگے بڑھنے کے لئے استقلال اور صبر (Persistance and patience) لازمی صفات
ہیں۔ یہ شیطان کے خلاف اللہ تعالٰی کے ولی کے کارگر ہتھیار ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے
بہترین اسباب ہیں۔ عملی طور پر صبر سیکھنے اور تعلیم و تربیت کے لئے اسلام میں اصول صوم ہیں۔

صوم کا مطلب ہے 'رک جانا'۔ جسے ہم ڈسپلن (Discipline) کہتے ہیں وہ صوم ہی
کا حصہ ہے اور حق پر صبر سے ڈٹے رہنا استقلال (Perseverance) ہے جو کہ ہر ولی کی شان
ہے۔ اس لحاظ سے اولیاء اللہ کی زندگی کے معمولات ڈسپلن کا اعلیٰ ترین نمونہ اور مصائب کے سامنے
ان کی ثابت قدمی قابل تقلید مثال ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالٰی کا ولی اپنے اوقات کا بہترین منتظم (Time Manager) ہوتا ہے
جس کا کوئی لمحہ فضول ضائع کرنے کے لئے نہیں۔ مصائب اور آزمائش ولیوں کو بھی بہت پیش آتے
ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر ترقی کے لئے اس کے امتحان ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اس وجہ
سے اولیاء پر عام لوگوں کی نسبت زیادہ ہی آزمائشیں آتی ہیں لیکن اللہ تعالٰی کا ولی نہ ان سے گھبراتا
ہے نہ حرف شکایت زبان پر لاتا ہے اور نہ ہی حوصلہ ہارتا ہے۔ سورہ حٰم سجدہ آیات 33-30 ایسے ہی
اولیاء کی تعریف میں ہیں:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْ رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ
الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَشْتَهِيْٓ
اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَدَّعُوْنَ ٥ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ

رَّحِیْم O وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآاِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ O"۔

" جن لوگوں نے کہا اللّٰہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ " نہ ڈرو اور نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تمنا کرو گے وہ تمہاری ہو گی، یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور رحیم ہے۔ اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہو گی جس نے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔" (سورۃ حٰم سجدہ، آیات 30-33)

اوپر کی آیات اولیاءاللہ کے لئے عظیم خوشخبری ہیں۔ یہ انعام انہیں اس بات پر ملا کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے" اور پھر مصائب کے باوجود اپنے اس اقرار پر قائم رہتے ہیں۔ دراصل یہ اقرار ایک نہایت ذمہ داری کی بات (Demanding) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی تمام تر طاغوت سے انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں کو مان کر ان پر عمل کرتا ہے۔ یہ آسان نہیں، بڑی کٹھن راہ ہے اور اس پر ثابت قدم رہنا بڑا صبر آزما کام ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وہ ثابت قدم بندے جو اس بات پر قائم رہے کہ "اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے" ان کے لئے جو انعامات ہیں وہ بھی قابل رشک ہیں۔ ان کی عزت و اعانت کے لئے فرشتے اترتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ ان کا سامانِ ضیافت اس ہستی سے ہے جو خالقِ کون و زماں ہے۔ اور کیا چاہیے؟

ولایت کے مقامات میں صبر کی اہمیت مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے مزید واضح ہوجاتی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرو" 2(45)، "اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" 2(153)، "اوران کے لئے خوشخبری ہے" 2(155) اوراللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے 3(146)، "اوراللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کرنے والوں کے لئے ہدایت، مغفرت فلاح اور بہت زیادہ اجر اورآخرت میں کامیابی کا وعدہ ہے"۔

10.16 روزہ

صبر کے ضمن میں روزہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ صبر اور تقویٰ سکھانے کی ڈرل ہے۔ اس کا مقصد تقویٰ، شکر گزاری اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہے۔ 2(183-185)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے روکا ہے یہ ان سے رک جانے کا نام ہے۔ یوں روزہ نفس کے چور اور ڈاکوؤں کے خلاف ہتھیار اور خواہشات کے خلاف ڈھال ہے اور یہ صبر سکھانے کے لئے بہترین مشق ہے اور اولیاء اللہ کا مرغوب شوق ہے۔

ہر سال ماہ رمضان کے روزے تو ہر بالغ، عاقل، صحت مند مسلمان پر فرض ہیں لیکن نفس کی اصل تربیت نفلی روزوں سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر کئی ماہ روزے رکھتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنے کی اجازت دی، جو بڑے اولوالعزم لوگوں کا کام ہے۔ بہر حال مہینہ میں کم از کم تین نفلی روزے نفس کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ اسی ضمن میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے لئے تنگی نہیں، آسانی چاہتا ہے 2(185)۔ اس لئے اپنے جسم پر بے جا سختی بھی جائز نہیں۔

یاد رہے کہ روزہ صرف بھوک کی خواہش پر قابو کا نام ہی نہیں بلکہ یہ نفس کی تمام مرغوب عادات پر قابو پانے کا نام ہے۔ یعنی روزہ تب ہوگا جب زبان، آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں بھی روزہ رکھیں۔ زبان بری بات نہ بولے، کان برائی کو نہ سنیں، آنکھ برائی کو نہ دیکھے، ہاتھ اور پاؤں برائی نہ کریں اور عقل شر سے محفوظ رہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے نہ صرف کھانے پینے کا روزہ بلکہ ہر طرح کے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچنے کا روزہ بھی رکھنا ہوتا ہے۔

10.17 ایثار، زکوٰۃ اور تزکیہ نفس

اللہ تعالٰی کے ولی کی ایک نمایاں صفت ایثار ہے، یعنی کسی چیز کی خود کو ضرورت ہے لیکن دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہوئے اسے پیش کر دینا۔ یہ ولایت کی روح ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم، خیر و فلاح اور نجات عن النار کی گارنٹی ہے 64(16),3(133)۔ یہ ایک ایسی تجارت ہے جس میں کبھی گھاٹا نہیں 25(29)۔ اللہ تعالٰی کا حکم ہے "تم اس کی راہ میں کیوں نہیں خرچ کرتے جب کہ زمین و آسمان کی میراث صرف اللہ تعالٰی کے لئے ہے 57(10)۔ اس لئے اللہ تعالٰی کا ولی اپنی ذات کے لئے بخیل ہوتا ہے لیکن اپنے رب کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کناروں سے اُچھلتے ہوئے دریا کی مانند ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا بھر کے انسانوں سے زیادہ سخی تھے لیکن رمضان المبارک میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی مانند ہوتی تھی۔

اللہ تعالٰی کے ولی کے لئے ضروری ہے کہ ہر حال میں دوسروں کے لئے اپنے مال، جان، وقت، خواہشات اور اپنی ترجیحات کا ایثار کرتے رہیں، یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ایمان کی بہت بڑی نشانی ہے۔ 42(38),8(3)۔ اور قلیل ہو یا کثیر اس کے ہاں مقبول عبادت ہے۔ 9(121)۔ اسی ضمن میں زکوٰۃ ہے جو ہر صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔

اللہ تعالٰی کے ولی کی شان یہ ہے کہ وہ صدقات و زکوٰۃ لینے والوں کی بجائے دینے والا بننا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ ایک محنتی انسان ہوتا ہے جو حلال ذرائع سے رزق کماتا ہے اور اسے کسی حلال کام سے عار نہیں۔ تمام جلیل القدر صحابہ کرام ؓ کوئی نہ کوئی کام کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ابو بکر صدیق ؓ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، حضرت عمر فاروق ؓ کھیتی باڑی، حضرت عثمان غنی ؓ تجارت اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاتھ سے مزدوری کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں کئی ایک اولیاء کرام کا پیشہ جوتوں کی مرمت ہے اور بعض جھاڑو دینے کا کام بھی کرتے تھے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے ولی کا رزق محنت پر منحصر ہوتا ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ اپنی ضروریات کو کم سے کم رکھتا ہے۔ وہ کماتا ہے لیکن دوسروں کے لئے، اور مال جمع کرنے سے دور دور رہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا سامانِ زندگی بہت مختصر ہوگا۔ ان کی دنیاوی مالی وراثت بھی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ بہر حال وہ دینے والے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں چڑھاوے جمع کرنے والوں کو دیکھ لو۔ ان کے پاس ولایت کہاں ہوگی، وہاں تو بس دنیا ہی ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ اوپر والا ہاتھ ہوتا ہے جو خوب کماتا ہے اور خوب تقسیم کرتا ہے۔ وہ دل کا بادشاہ اور ہاتھ کا مزدور ہوتا ہے اور یوں اپنے وقت، علم، جسم، مال سبھی کی زکوٰۃ دیتا رہتا ہے۔

وقت کا صدقہ یہ ہے کہ حاجت مند کی حاجت، بیمار کی تیمارداری، مظلوم کی دادرسی کے لئے اپنا وقت صرف کیا جائے۔ علم کا صدقہ یہ ہے کہ جہالت کو دور کیا جائے، جسم کا صدقہ یہ ہے کہ ولی اپنے آرام کو قربان کر کے دوسروں کے آرام کی کوشش کرے، مال کا صدقہ یہ ہے کہ ولی اپنی کمائی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت سمجھے، اپنی ضرورتوں کو کم سے کم رکھے اور جو کچھ بچے اسے حقداروں تک پہنچانے میں مستعد رہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا حق رکھنے والا نہیں، اس لئے اس کی راہ میں جو بھی، صدقہ، زکوٰۃ دیا جاتا ہے اس سے کئی گناہ زیادہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ جب کہ آخرت میں تو کوئی حساب ہی نہیں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے' اور حکم ہے:۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

"انہیں ہدایت پر لا کھڑا کرنا تیرے ذمہ نہیں بلکہ ہدایت اللّٰہ تعالیٰ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو کچھ تم اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اس کا نفع تم ہی کو ہے، اور تمہیں یونہی خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللّٰہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اور جو مال تم اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا ملے گا اور تمہارا حق نہیں رکھا جائے گا۔" (سورۃ البقرہ، آیت 272)

اللہ تعالیٰ کے ولی کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بہتر حصہ داری کسی سے نہیں اور اس سے تجارت بہترین تجارت ہے۔ اس لئے مسکینی اور غربت کا حتمی علاج بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھوکوں کو کھانا کھلانا شروع کریں، حاجت مندوں کی حاجتوں کو پورا کرنا شروع کریں، یتامیٰ کی دیکھ بھال کریں، مساکین کی مدد کریں۔ خود بخود خوشحالی آجائے گی۔ سورہ الماعون پر اگر آپ غور وفکر کریں تو واضح ہو جائے گا کہ عبادات ومجاہدات، تسبیحات کی قبولیت کا انحصار مندرجہ بالا حقوق العباد کو احسن طریقہ سے پورا کرنے میں ہے۔ اگر آپ ان کو پورا کریں گے تو بذات خود دیکھیں گے کہ ایسے ذرائع سے آپ کو رزق ملنا شروع ہو جائے گا جو آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا۔ ولیوں کے لنگر یونہی چلتے ہیں۔

10.18 حج اور حاضری

بیت اللہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت تک لوگوں کی ہدایت کے لئے بنایا (96)13، پھر اسے دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا اور اس کی مقبولیت کی دعا کی (125)2 اس کا حج ان لوگوں پر فرض ہے جن کے پاس زادِ راہ اور سواری ہے (97)3، استطاعت ہوتے ہوئے اس کا حج نہ کرنا کفر کے مترادف ہے (97)3۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے حج جہادِ نفس کی ایک بہت اہم منزل ہے۔

اس کے علاوہ حج کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں امت کا جوڑ اور نفس کا توڑ ہے۔ یہ مالک سے ملاقات کا محل اور اپنے آپ کو اسے کلی طور پر سپرد کر دینے کا مقام ہے۔ حج کی ظاہر شکل تو مسنون رسومات ہیں لیکن اس کا باطنی معنی دنیا کو چھوڑ کر اپنے خالق کے دربار میں حاضر رہنا، اس کے سامنے اپنی مرضی کو قربان کر دینا اور اس کی راہ میں جان و مال کے ساتھ سدا سعی کرنا ہے۔

10.19 ولی کا فلسفہ حج

حج بیت اللہ زندگی میں ایک بار فرض ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ولی وہاں سے واپسی کے بعد اپنے گھر میں بھی حج کے احساس کے ساتھ زندہ رہتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے حج کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر وطن واپس آتے ہیں جب کہ ولی اپنے حج کو اپنے ساتھ لاتا ہے اور زندگی بھر احساس حج سے نکلتا ہی نہیں۔

اس کے لئے حج کی تیاری دنیا کو چھوڑنے کے مترادف ہے، کعبہ کا طواف عرش معلی کا طواف ہے، میدان عرفات کا قیام روزِ محشر کی یاد دہانی، جانور کی قربانی اپنی جان کی قربانی، شیطان کو کنکریاں مارنا باطل سے ٹکر لینا اور سعی عمر بھر اپنے رب کی راہ میں جہاد کرنے کا عزم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ولی کا حج یہ ہے کہ دنیاوی مشاغل میں رہتے ہوئے بھی دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو، حرص سے خالی رہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانا اس کو مرغوب و محبوب ہو جائے۔

حج کے بعد حج کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام اتار دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ولی اپنی روحانی زندگی میں ہمیشہ ہی حالت احرام میں رہتے ہیں۔

ولی کے لئے حج اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا نام ہے۔ اس حاضری کی پکار **لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ** ہے جو ولی اللہ کے دل کی ہمیشہ کی صدا ہوتی ہے۔ حالت احرام میں واجب تھا کہ کوئی جاندار اس کے ہاتھ سے نہ مرے، ولی اللہ مخلوق خدا کے لئے ہمیشہ ہی حالت احرام میں ہوتا ہے۔ وہ ہر چھوٹے بڑے ظلم سے بچتا ہے، زندگی کے سامان کو جمع کرنے سے دور رہتا ہے، شیطان سے بغض رکھتا ہے اور اسے متواتر کنکریاں مارتا رہتا ہے۔ اس کا دل ہر آن اللہ تعالیٰ کی یاد کا طواف کرتا ہے، اور اس کی زندگی کا ہر سانس دین حق کے لئے سعی میں ہے اور جہاں کہیں بھی ہو وہ روحانی طور پر اپنی سمت ہمیشہ قبلہ کی طرف رکھتا ہے۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوْا الْخَيْرٰتِ ۔ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥

"ہر ایک کی توجہ کیلئے ایک سمت ہے اور وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے ۔پس تم کوشش کرو نیکیوں میں آگے نکل جانے کی ۔ اور تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ تعالیٰ تم سب کو اکٹھا کر کے لے آئے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کرنے پر قادر ہے ۔ اور جہاں کہیں سے بھی آپ نکلیں اپنا منہ مسجدحرام کی طرف کریں۔اور یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں۔ "(سورۃ البقرہ ، آیت 149-148)

10.20 کلمہ طیبہ اور شہادت حق

آخر میں نفس مطمئنہ کے اس شعار کا ذکر ہے جو اس کا اول و آخر ہے وہ ایک لاجواب مبارک درخت کی شکل ہے۔جس کی جڑیں زمین پر اور شاخیں آسمانوں پر پھیلی ہوئی ہیں اور وہ سمتوں اور موسموں کی پابندیوں سے بے نیاز ہر آن پھل دیتا ہے۔یہ ولایت کا پاسپورٹ ہے۔جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ولی عالم زمان و مکاں کی سیر کر سکتا ہے۔یہ کلمہ طیبہ کلمہ شہادت ہے۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ "

سچے دل سے اس کلمہ کی شہادت کے ساتھ مومن اللہ تعالیٰ کی ولایت میں داخل ہو جاتا

ہے اور اسی کلمہ کے نور کی روشنی میں وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تر مقامات کی طرف سفر جاری رکھتا ہے۔

کلمہ طیبہ کا دل سے اقرار اس بات کا اعلان ہے کہ "نہیں کوئی خدا، مگر اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" اس شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ مومن ہر طرح کی روحانی غلامی سے آزادی حاصل کر کے اپنے آپ کو رب العالمین کے دربار میں پیش کر دے اور رحمت العالمین کو رہبر و رہنما تسلیم کر کے بلا جھجک ان کے پیچھے چل پڑے۔

10.21 فلسفہ کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ اعلان حق ہے جس کے چار حصے ہیں، پہلا حصہ ہر طرح کے بت کی نفی، دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ کی غلامی میں آنے کا اقرار، تیسرا حصہ ختم الرسل کی بے مثل ہستی کی صداقت پر ایمان اور چوتھا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت طیبہ کی اتباع کا اعلان ہے۔

لَا اِلٰــهَ دنیا کی ہر طاقت سے آزادی کا اعلان ہے۔ اس کے اقرار کے ساتھ مومن کی حالت ایسی ہو جانی چاہیے کہ اس کا دل غیر اللہ سے خالی ہو جائے اور رواج، مفاد اور اسباب کی غلامی سے نکل کر وہ مسبب الاسباب کی غلامی میں چلا جائے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے ولی کی شان یہ ہے کہ کسی کی کبریائی، لالچ، خوف یا طاقت اسے مرعوب نہیں کرتی۔ رنج و الم اور مصائب کے اثرات اس کے جسم پر مرتب ہوں تو ہوں لیکن اس کا دل پریشان نہیں ہوتا۔

اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مومن کا دل اپنے خالق کی ذات پاک سے آباد ہو جاتا ہے۔ اس کا خلیہ خلیہ، بال بال اپنے مالک کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی تمام تر وفاداری کا محور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتا ہے۔ باقی ہستیں مقام ادب تو ہو سکتی ہیں لیکن مقام عبادت نہیں۔ وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ ہی کا عبد اور نوکر ہوگا۔ مالک اس سے کام لے یا نہ لے اس کی مرضی، لیکن اللہ تعالیٰ کا ولی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کی حاضری میں کھڑا رہتا ہے۔ وہ ہر موقع پر اسی کے آگے جھکتا ہے اور اسی سے مدد مانگتا ہے اور کوئی غیر اللہ اسے رب کائنات کی حکم عدولی پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس عبودیت کی انتہا اپنی جان کی شہادت ہے۔

جب مومن بندہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت دیتا ہے تو یہ اس بات کا اعلان ہے کہ رہبر و رہنما صرف خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہی غایت کائنات، وجہ تخلیق کائنات، احسن الخلائق، اشرف الانبیاء، خاتم النبیین ہیں اور بس۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، محمود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حامد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنہی کی ذات پاک کے شایانِ شان نام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام انبیاء کے مشن کی تکمیل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رسالت کے اول و آخر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی علتِ آغاز و انجام ہیں۔ آپ ہی رحمت اللعالمین، آپ ہی شفیع المذنبین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی صراطِ مستقیم ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ منزل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ ہیں اور اولیاء اللہ نشانِ راہ ہیں۔

10.22 ولایت کا ویزہ

ایمان کے اس احساس کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ کا بندہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے لئے کوشاں ہوتا ہے تو اسے ولایت کا ویزہ (visa) مل جاتا ہے۔ پھر اس کا مقصودِ جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشن، توجہ کا مرکز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور فکر کا محور قرآن کریم ہو جاتا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وسیلے سے اپنے رب سے ہر چیز مانگتا ہے۔ اس کا فخر یہ ہے کہ درود و سلام کے ذریعے وہ ملکوتی قوتوں اور رب العالمین کا ہمنوا ہوتا ہے۔ ان احساسات کے ساتھ وہ دل کے ویرانوں کی آبیاری **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ** کے ذکر سے کرتا رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا اور مجھ سے پہلے نبیوں (علیہم السلام) کا ورد **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ** تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے صدقِ دل سے اسے پڑھ لیا (یعنی اس کی روح تک پہنچ گیا) اس پر جنت واجب ہو گئی، جس نے اس پر عمل کر لیا جنت بھی مل گئی اور ولایت بھی۔ یقین رکھو کہ اگر مومن اپنے دل و جان کو **لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** سے آباد رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دوستوں میں جگہ دے گا اور

حوضِ کوثر پر فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسے مہمان نوازی نصیب ہوگی۔(انشاءاللہ)

اللہ تعالیٰ کا یہ لاجواب بندہ اپنے رب کے دشمنوں کے لئے رعب اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے محبت ایثار اور قربانیوں کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں فرمایا ہے:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۛ

"محمد (صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم) اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔تم دیکھو گے انہیں رکوع و سجود میں اور انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں (ہمیشہ) مشغول پاؤ گے۔سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں یہ ہے ان کی مثال تورات میں اور یہی (مثال ہے ان کے لئے) انجیل میں"۔

(سورۃ الفتح ، آیت 29)

اللہ تعالیٰ کے ایسے ولی کا دل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار عالیہ میں حاضری کے لئے بیتاب رہتا ہے اور انہی کی یاد سے شاداب رہتا ہے،اپنے دل کی آبیاری وہ جدائی کے غم میں نکلتے ہوئے آنسوؤں سے کرتا رہتا ہے۔اسے چین

ملتا ہے تو صرف انہی کی چوکھٹ پر اور جو وہاں نہیں جا سکتے دیدار کی لذت کے لئے وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انس حاصل کرتے ہیں۔ یہ ان کا وہ نوکر بندہ ہے جسے ملاقات سے زیادہ مشن کی تکمیل کی فکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں جدھر بھی ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن یعنی **وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ** کے بول بالا کرنے میں دن رات لگا رہتا ہے۔

10.23 راضية مرضية

اللہ تعالیٰ کے ولی کی انتہائے گزارش یہ ہے کہ رب العالمین ان سے راضی ہو جائے، رحمت اللعالمین خوش ہو جائے، ان کی شفاعت حاصل ہو اور ذکر العالمین کے مطابق زندگی گزر جائے تا کہ وہ فلاح پا جائے۔ یہ کیسے ہوگا اس کی تفصیلات ہم پچھلے صفحات میں واضح کر چکے ہیں۔ مختصراً سورۃ المائدہ کی آیت 35 اس کا جواب ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف وسیلے تلاش کرتے رہو، اور اس کے راستہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (سورۃ المائدہ ، آیت 35)

اس آیہ مبارکہ میں ولی کی تمام صفات کا ذکر آ گیا ہے۔ وہ متقی ہوتا ہے، اپنے رب کی رضا تلاش کرتا ہے اور اس کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متوسلین کا وسیلہ ڈھونڈتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہوتا ہے۔ ان سب کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اسے فلاح کا مقام عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ان عظیم بندوں کی صفات کا پورا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ۔ان کی حقیقت کا خلاصہ یہی ہے کہ ''وہ اپنے رب سے راضی اور وہ ان سے راضی''۔ان کی بندگی کا کمال یہ ہے کہ مالک کی رضا پر ان کی رضا قربان ہے،ان کے جمال کی شان یہ ہے کہ وہ مالک کے رنگ میں رنگے رہتے ہیں اور ان کے جلال کی کیفیت ہے کہ مالک بذاتِ خود ان کا ہاتھ، کان، آنکھیں، زبان اور دماغ بن جاتا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی مثال ہیں اور ان کی شان الفوز العظیم ہے۔اللہ تعالیٰ کے یہ مخلص بندے اپنی بساط کی حد تک اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور مالک اپنی شان کے مطابق آسمان و زمین میں ان کا ذکر پھیلا دیتا ہے۔رب کائنات کے ان اولیاء کا لقب **النفس المطمئنة** ہے۔یہ صحیح معنوں میں وہ ''کامیاب اور عظیم لوگ'' ہیں جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ٥ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ٥ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ٥

''اے تُو وہ جو نفس مطمئنہ ہے!لوٹ آ اپنے رب کی طرف تُو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ۔پس داخل ہو جاؤ میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری (خاص) جنت میں۔'' (سورۃ الفجر۔ آیت 27-30)

باب نمبر 11

اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند

ولی کی پسند ناپسند

اس کتاب میں ہم نے اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی صفاتِ عالیہ کا جائزہ لیا ہے تا کہ ہم بھی ان صفات کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کے ان عالی وقار بندوں میں شامل ہو سکیں۔ یہ ہر مومن کی تقدیر (Destiny) ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی اس تقدیر کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اصل بات رضائے الٰہی ہے۔ جس کی تلاش ہمیں اُن چیزوں میں کرنا چاہیے جو ہمارے رب کو پسند ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ان چیزوں کے قریب بھی نہیں پھٹکنا چاہیے جو اسے ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں 14 ایسے کام ہیں جو اسے پسند ہیں اور 14 وہ ہیں جو اسے ناپسند ہیں۔ مندرجہ ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ دیا جا رہا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کی خواہش رکھنے والے مومن کے حافظہ پر یہ باتیں اچھی طرح ثبت ہو جائیں۔

یاد رکھو! دوستی تبھی پھلتی پھولتی ہے جب دوست دوست کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے گا۔ آپ دیکھیں کہ اس معیار پر آپ کا کیا مقام ہے؟ صدقِ دل سے اپنے آپ کو ہر صفت کے مقابل نمبر دیں لیکن اس سے پہلے حوالہ میں دی گئی آیات کے مطالب کو کسی تفسیر کی مدد سے اچھی طرح سمجھ لیں اور اپنا بھی خوب تجزیہ کر لیں تا کہ نمبر دینے میں کم سے کم غلطی کا احتمال ہو۔ اس ٹیسٹ میں زیادہ سے زیادہ مثبت نمبر جو حاصل کئے جا سکتے ہیں وہ 140 ہیں۔ اس طرح کم سے کم منفی نمبر 140 کا سکور ہو سکتا ہے۔ آپ کا نتیجہ پسندیدہ چیزوں کے نمبر منفی ناپسندیدہ چیزوں کے نمبروں کا حاصل ہوگا۔ اگر حاصل شدہ نمبر صفر سے کم ہیں تو نہایت خطرناک بات ہے۔ صفر اور بیس کے درمیان ٹوٹل سکور مسلمانی کے دائرے میں ہے لیکن بہت کم ہے۔ اچھا سکور 30 سے اوپر شروع ہوتا ہے۔ اگر

سکور 50 سے زیادہ ہے تو انشا ءاللہ آپ پاس ہیں اور اگر 70 ہے تو بفضلِ تعالیٰ اعلیٰ مسلمان ہیں ۔ اس سے اوپر سکور کے بعد ولایت کا راستہ کھل جاتا ہے ۔ 90 سے زیادہ سکور ولی اللہ ہونے کی علامت ہوگا ۔ انشا ءاللہ ۔

11.1 اللہ تعالیٰ کی پسند کے کام

	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو پسند کرتے ہیں؟	زیادہ سے زیادہ نمبر	اپنے نمبر
1	ہمیشہ ہی نیکی اور بھلائی (محسنین اور صالحین) کرنے والوں کو 7(196), 3(134), 2(195)	10	
2	مسلسل توبہ کرنے والوں (توابین) کو 2(222)	10	
3	ہمیشہ صفائی پسندوں (مطہرین) کو 2(222),	10	
4	ہمیشہ پرہیزگاروں (متقین) کو 9(7)-9(4),3(76)	10	
5	ہمیشہ صبر کرنے والوں (صابرین) کو 3(146)	10	
6	ہمیشہ توکل کرنے والوں (متوکلین) کو 3(159)	10	
7	ہمیشہ انصاف کرنے والوں (مقسطین) کو 5(42)	10	
8	مومنین کے لئے نرم اور کفار کیلئے سخت دل رکھنے والوں کو 5(54)	10	
9	سچ بولنے والوں (صادقین) کو 5(119)	10	
10	اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے والوں کو 3(31)	10	
11	مہاجرین وانصار اور ان کے سچے پیروکاروں کو 9(100)	10	
12	عہد کی پابندی کرنے والوں کو 3(76)	10	

13	خدا کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر لڑنے والوں کو 61(4)	10	
14	پختہ ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں کو 19(96)	10	
A	کل ٹوٹل (11.1)	140	

11.2 اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام

	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو نا پسند کرتے ہیں؟	کم سے کم نمبر	اپنے نمبر
1	ناشکر گزاروں (کفار، فجار) کو 2(276)	-10	
2	زیادتی کرنے والوں (معتدین) کو 7(55), 5(87), 2(190)	-10	
3	عادی گنہگاروں (اثیم) کو 4(107), 2(276)	-10	
4	اسلام کے منکروں (کافرین) کو 30(45), 3(32)	-10	
5	جان بوجھ کر ظلم کرنے والوں کو 42(40), 3(140), 3(57)	-10	
6	جھوٹا فخر کرنے والوں کو 57(23), 31(18), 16(23), 4(36)	-10	
7	دھوکے بازوں، دغابازوں کو 22(38), 8(58), 4(107)	-10	
8	جھگڑالو اور فساد کرنے والوں کو 28(77), 5(64)	-10	
9	فضول خرچوں (مسرفین) کو 7(31), 6(141)	-10	
10	اللہ تعالیٰ کا قانون توڑنے والوں، بے حکموں (فاسقین) کو 9(96)	-10	
11	اللہ تعالیٰ کی راہ میں بخیل اور دوسروں کو بخل پر اکسانے والوں کو 4(37)	-10	

	-10	اپنی شان بنانے اور دکھاوے کے لئے مال خرچ کرنے والوں کو 4(38)	12
	-10	اپنی بڑائی کرنے والوں (متکبرین) کو 16(23)	13
	-10	بری باتوں کو پھیلانے والوں کو 4(148)	14
	-140	**کل ٹوٹل (11.2)**	B
		آپ کا نتیجہ (پسندیدہ کاموں کے حاصل کردہ نمبر) + (ناپسندیدہ کاموں کے منفی حاصل کردہ نمبر)	

باب نمبر 12

اپنا اعمالنامہ اور محاسبہ

ہمارے اعمال مسلسل لکھے جارہے ہیں۔ان کا پہلا حساب قبر میں ہوگا۔جیسے ہی ہم قبر کی دُنیا میں داخل ہونگے فرشتے آحاضر ہوں گے اور تین بنیادی موضوع پر سوال کریں گے:

مَنْ رَّبُّكَ	تمھارا رب کون ھے؟
مَنْ نَّبِيُّكَ	تمھارا نبی کون ھے؟
مَادِيْنُكَ	تمھارا دین کیا ھے؟

ظاہراً یہ سوال بہت آسان ہیں لیکن قبر کے اندھیروں اور خوف کی فضاء میں فرشتوں کے ان سوالوں کے صحیح جواب وہی دے سکے گا جسکی زندگی عملی طور پر ان کے جوابات کے مطابق گزری ہوگی۔ورنہ گھبراہٹ میں کچھ سمجھ نہ آئیگا۔ہمارے مستقبل کا انحصار انہیں سوالوں کے جوابات پر ہوگا۔آخری حساب یومِ حشر کو ہوگا جو بہت تفصیلی ہوگا۔ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ ملے گا اُس کے نتیجہ میں کسی کو جنت اور کسی کو جہنم میں کوئی مقام مل جائے گا۔یہ وہ حقائق ہیں جن کا انکار کوئی مسلمان نہیں کرسکتا لیکن افسوس کی بات یہ ہے بلکہ بڑی بیوقوفی کی بات ہے کہ جب زندگی کے دوران ہم آنیوالے اس دور کی جزاوسزا کو اپنے حق میں کرنے کیلئے سب کچھ کرسکتے ہیں، لیکن کچھ نہیں کرتے۔کبھی نہیں سوچتے کہ درپیش امتحان کا نتیجہ کیا ہوگا۔ہم دیکھتے ہیں کہ سکولوں میں ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحان ہوتے رہتے ہیں لیکن کبھی نہیں سوچا کہ اپنی زندگی کے سب سے بڑے امتحان کیلئے کم از کم ایک دفعہ تو دیکھ لیا ہوتا کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت تو یہ ہے کہ ہم ہر رات سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کریں اور توبہ کرنے کے بعد سوئیں۔معلوم نہیں کہ صبح ہوگی یا نہیں۔لیکن ہماری بے پرواہی اور حماقت کی انتہا نہیں کہ ہر چھوٹے بڑے دنیاوی معاملہ کا ذہن میں حساب کرتے رہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے امتحان سے بے فکر

ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنا محاسبہ کرنا چاہتے ہیں لیکن انہیں معلوم نہیں کہ کیسے کیا جائے۔ کیا کیا سوال ہیں جن کا جواب دیا جائے اور کیسے نتیجہ نکالا جائے؟ مندرجہ ذیل محاسبہ کا گوشوارہ ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے۔ ایک طرح سے ان سوالات کو قبر میں پوچھے جانے والے تین سوالوں کی تفصیل سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی لئے ہم نے انہیں تین حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ سوالوں کے سامنے زیادہ سے زیادہ نمبروں کا تعین ان کی نسبتی اہمیت کے اصول پر ہے۔ بعض جگہوں پر ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلوؤں پر بہت سے سوالات ہیں جن کی وجہ سے وہاں ٹوٹل حقیقت کے نمبر بٹ گئے ہیں۔ اسلئے ظاہراً کم ہیں لیکن اصل میں ایسا نہیں۔ مثلاً اللہ تعالٰی کی ہستی کے متعلق بہت سے سوالات ہیں۔ اس طرح اسلام کے بنیادی عقائد مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے مختلف پہلوؤں پر عمل دیکھنے کیلئے کئی ایک سوالوں کا سہارا لیا گیا ہے۔ جہاں تک ذاتی محاسبہ کا سکور ہے۔ اس کا انحصار آدمی کی اپنی ذات کے بارے میں تجزیہ پر ہے۔ کُل امتحان 125 سوالوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال اسلامی طرزِ زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کا انتخاب قرآن کریم میں اللہ تعالٰی کے احکامات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ ان میں اسلامی زندگی کے تمام معاملات اور اعتقادات کا بخوبی احاطہ ہو جاتا ہے۔ پھر بھی بہتری کے لئے قارئین کی تجاویز کا انتظار رہے گا۔

آپ اپنے آپ کو کسی سوال میں کیا نمبر دیتے ہیں۔ یہ آپ کا بالکل ذاتی معاملہ ہے۔ اسلئے کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ خفیہ رکھنا چاہتے ہیں تو ضرور رکھیں۔ اپنے جج آپ خود ہی ہیں۔ اگر کہیں کمی ہے تو آپ نے خود ہی سوچنا ہے کہ اُسے کیسے دُور کیا جائے۔ اسطرح وقفہ وقفہ سے اپنا حساب کرتے رہیں۔ مقصد یہ ہے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیں کہ کہاں کھڑے ہیں؟ اگر پیچھے ہیں تو اپنے عمل اور ایمان کو بہتر کریں۔ مرنے کے بعد کسی طرح کے پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اپنے آپ کو نمبر دیتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ آپ خود کو دھوکہ تو دے سکتے ہیں مگر اللہ تعالٰی کو نہیں۔

کسی سوال میں اپنا سکور لگاتے وقت مندرجہ ذیل کا خیال رکھیں۔

(1) سوالوں کے زیادہ سے زیادہ نمبر ایک آئیڈیل (Ideal) ہیں جن تک بہت کم ہی لوگ پہنچ سکتے ہیں وہ آئیڈیل حضور

آکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ کی ذات پاک ہے جن کا سکور ہر چیز میں 100 فیصد تھا۔ آپ اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ ان کے سامنے میرا کیا سکور ہوسکتا ہے؟ ماضی کی غلطیوں کو زیادہ وزن نہ دیں۔ آج کی حالت میں آپ کا سکور کیا ہے؟

(2) ہر حصہ کا علیحدہ علیحدہ حساب کریں۔

(3) آخر میں تینوں حصوں کا علیحدہ حساب کریں اور اپنا نتیجہ نکالیں۔

سکور % 20 یا اس سے کم:	خطرناک حالت ہے۔ فوری اصلاح کی طرف سنجیدگی سے قدم اُٹھائیں۔
% 20 سے % 35:	ترقی کی بہت گنجائش ہے۔ اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کیلئے کمزور معاملات میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔
% 35 سے % 50:	اطمینان بخش۔ ترقی کی طرف بڑھنے کی کوشش کریں۔ یہ مقام بھی کافی نہیں۔ اسلئے اپنی کمزوریوں پر خصوصی توجہ دیں۔
% 50 سے % 65:	اچھا سکور ہے۔ مزید کوشش جاری رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتری کیلئے دُعا کریں۔ نیکی کی توفیق اُسی سے ہے۔
% 65 سے % 80:	بہت اچھی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید وسعت فرمائے۔ مقامِ شُکر ہے، لیکن نیکی کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈریں۔ شیطان سے اسکی پناہ مانگتے رہیں۔ وہ بہت خطرناک دشمن ہے۔
% 80 سے زیادہ:	مقامِ عبدیت اور خلافتِ الٰہیہ ہے۔ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بہت شُکر ادا کریں۔ اس سے بہت معافی مانگیں۔ شیطان کے بہکاوے میں آ کر گرتے دیر نہیں لگتی۔

نوٹ: علامت % کا مطلب فیصد ہے۔ اس کو نکالنے کیلئے مندرجہ ذیل فارمولا استعمال کریں۔

ذاتی سکور کے نمبر - تقسیم (کل نمبر) ضرب 100 = فیصد نتیجہ

حصہ اوّل

مَنْ رَبُّكَ   تمہارا رب کون ہے؟

(مندرجہ ذیل سوالات اسی بنیادی سوال کے اطمینان بخش جواب کی تیاری کے لئے ہیں۔ اگر آپ کا سکور 30 فیصد سے کم ہے تو اسے خطرہ کی گھنٹی سمجھیں اور اپنی زندگی کا غور سے تجزیہ کریں تا کہ قبر میں پہنچنے سے پہلے ہی بنیادی سوال سے متعلقہ اعمال کی بہتری کی طرف بروقت کوشش کر لی جائے۔ علاج توبہ، بہتری کی نیت اور عملی جدوجہد سے ہوگا)

محاسبہ کے سوالات

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
1	کلمہ طیبہ یہ ہے کہ انسان ایک واحد معبود کی خاطر تمام دوسرے نام نہاد خداؤں کو چھوڑ دے۔ میں نے بھی اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالی کر دیا ہے؟	15	
2	دل و جان سے مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہے، اسکی ذات پاک پر کبھی شک نہیں کیا؟ اسکی تمام صفات کیساتھ اس کو مانتا ہوں؟	20	
3	رواج اور مفاد اور پر تعیش معیارِ زندگی آج کے دور کے تین بڑے خدا ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے ان سب سے بغاوت کی ہے؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	45	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
4	اللہ تعالیٰ ہردم ہر جگہ میرے ساتھ ہے۔ وہ میری بات سُنتا ہے۔ مجھے دیکھتا ہے؟	10	
5	اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہے۔ اُسے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔	15	
6	اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتا ہوں اور اس خوف سے گناہ سے باز رہتا ہوں؟	15	
7	یہ حقیقت ہے کہ قیامت آئے گی اور اس کے بعد نئی دُنیا شروع ہوگی۔ اس فکر کے ساتھ زندگی گزارتا ہوں۔	15	
8	پانچ وقت کی نماز کو جان بوجھ کر چھوڑ دینا کفر ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت کی وجہ سے پابندی کی ہے؟	10	
9	نماز کے لئے ضروری عوامل وضو، طہارتِ جسم اور لباس ہے۔ میں ان میں بہت محتاط ہوں؟ ہمیشہ وضو میں رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔	10	
10	نماز ایسے پڑھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مُجھے دیکھ رہا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں؟	10	
11	راتوں کو لمبے لمبے قیام، رکوع وسجود سے قُربِ الٰہی ملتا ہے۔ اس لئے خشوع وخضوع سے تہجد کی نماز پڑھتا ہوں؟	15	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	100	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
12	اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے رمضان کے روزوں کی ہمیشہ پابندی کی ہے؟	10	
13	نفلی روزے باعثِ قُربِ الٰہی ہیں۔اس لئے اکثر نفلی روزے بھی رکھتا ہوں؟	15	
14	زکوٰۃ اسلام کا فرضِ اولیٰ ہے جس کی ادائیگی احتیاط اور فکر سے کرنا لازمی ہے۔میں پوری کوشش کرتا ہوں۔	15	
15	حج ایک بڑی با مقصد انقلابی عبادت ہے۔اس میں اُمت مسلمہ کی وحدت ہے۔میرے حج نے میری زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔	10	
16	اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔	10	
17	اعمال لکھے جاتے ہیں اور اعمال کو تولا جائے گا اور اس تول کے مطابق ہماری آئندہ زندگی کا فیصلہ ہوگا۔دل سے مانتا ہوں۔	10	
18	اللہ تعالیٰ کو کسی وقت نہیں بھولتا ہوں۔	10	
19	اگر میری اولاد اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرے اور میرے سمجھانے کے باوجود بھی منع نہ ہو تو میں انہیں چھوڑنے کے لئے تیار ہونگا؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	90	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ بچے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
20	خلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہے۔اس لئے ہر آدمی کی دل سے عزت کرتا ہوں؟	10	
21	جب کسی میں کوئی خوبصورتی یا خوبی دیکھتا ہوں تو زبان سے بلا اختیار سُبحان اللہ نکلتا ہے؟	10	
22	زندگی میں بہت قناعت پسند ہوں اور جو اللہ تعالیٰ نے دیا اس سے خوش ہوں؟	10	
23	ہر کام کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتا ہوں؟	10	
24	اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو فضول خرچ ناپسند ہیں۔فضول خرچی سے ہمیشہ بچتا ہوں؟	10	
25	اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بخیل کو ناپسند کرتا ہے۔کنجوسی سے بچتا ہوں؟	10	
26	ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرتا رہتا ہوں؟	10	
27	ایک دفعہ توبہ کرنے کے بعد دوبارہ وہی گناہ نہیں کرتا ہوں؟	15	
28	اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔اس خیال سے اپنے ماحول کو خوبصورت اور صاف ستھرا رکھتا ہوں؟	10	
29	اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو عاجز بندے پسند ہیں میں غرور سے بچتا ہوں اور عاجزی میرا طریقہ ہے؟	15	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	120	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
30	اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الخلق عیال الله اس نسبت کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق سے محبت کرتا ہوں۔	10	
31	چونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں اور اپنی راہ میں سختی جھیلنے والوں سے محبت کرتا ہے، اسی لئے میں بھی سختیوں سے گھبراتا نہیں ہوں؟	15	
32	امام ترمذی کی حدیث ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اُن کے لئے میری محبت واجب ہوگی جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں"۔ میرے تعلقات اسی بناء پر ہوتے ہیں؟	20	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	45	
	حصہ اول کا کل ٹوٹل	کل نمبر 400	حاصل کردہ نمبر

نوٹ:

1۔ اگر حاصل کردہ نمبر 100 سے کم ہیں تو بہت خطرہ کی بات ہے۔

2۔ 200 سے جتنے زیادہ نمبر ہیں تو یہ خوشی کی بات ہے۔

3۔ 300 سے زیادہ نمبر ہیں تو بہت مبارک ہو۔

حصہ دوئم

مَنْ نَّبِیُّكَ   تمہارا نبی کون ہے؟

یہ دوسرا بنیادی سوال ہے۔ اس کا اطمینان بخش جواب بھی وہی دے سکتا ہے۔ جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ایک اطاعت گزار امتی کی طرح زندگی گزاری ہوگی۔ مندرجہ ذیل سوالات اس بنیادی سوال کے جواب کی تیاری کے لئے ہیں۔ اگر آپ کا سکور 30 فیصد سے کم آئے تو بڑے خطرے کی بات ہے۔ بہتری اس میں ہے کہ قبر میں پہنچنے سے پہلے ہی اپنی زندگی کا سنجیدگی سے محاسبہ کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کی طرف اپنی زندگیوں کا رُخ موڑ لیں۔ سیرتِ طیبہ کا خوب علم حاصل کریں تا کہ پتہ چلے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ جتنے نمبر دیتے ہیں
1	پورا یقین ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اگر آپ کے بعد کوئی کسی بھی معنوں میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے جھوٹا اور لعنتی سمجھتا ہوں؟	15	
2	اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی ذات اور اولاد سے بڑھ کر محبت کے جذبات رکھتا ہوں؟	15	
3	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا مشن رہتی دنیا تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا تھا۔ میں بھی اس مشن کے لئے کوشاں ہوں؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	40	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
4	رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء اکرام کی داڑھیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت پورا کرنے کے لئے داڑھی رکھی ہے؟	15	
5	سود لینا یا دینا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ ہے، اس لئے سود سے ہمیشہ اجتناب کیا ہے اور کرتا رہوں گا؟	15	
6	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں ہونے پر فخر ہے؟	10	
7	اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورثہ ہے اس لئے اس کی حمایت میں کسی بھی حد تک جانی، مالی قُربانی کے لئے تیار ہوں؟	15	
8	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اکثر درود وسلام بھیجتا ہوں؟	15	
9	حلال رزق کی کمائی اسلام کی بنیاد ہے۔ ہمیشہ حلال رزق کے لئے کوشش کی ہے؟	15	
10	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس لئے لوگوں کو دے کر دل خوش ہوتا ہے؟	10	
11	سوئے ظن سے بچنا اور حُسنِ ظن رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم ہے، اس لئے حُسنِ ظن رکھتا ہوں؟	10	
12	اگر منصف کا فرض پورا کرنا پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت کے مطابق ہر حال میں فیصلہ انصاف کے مطابق کرونگا؟	15	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	120	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
13	میری زندگی کا رول ماڈل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟	20	
14	قرآنِ کریم کی اکثر تلاوت کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ سمجھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں؟	15	
15	اُمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہتری کے لئے فکرمند رہتا ہوں اور اس کی بہتری کے لئے اکثر دُعا کرتا ہوں؟	15	
16	اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کو سب سے بڑا اعزاز سمجھتا ہوں اور شہادت کی موت کی تمنا رکھتا ہوں؟	10	
17	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور اس کی صفات پر ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔اس لئے مسلسل عمل کرتا ہوں۔	10	
18	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات پر بلا جھجک عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہوں؟	15	
19	ظالم کا ہاتھ روکنا، زبان سے اسے سمجھانا، دل میں اس سے نفرت کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعار ہے۔اس لئے میں ظلم کے خلاف ہمیشہ مستعد ہوں؟	15	
20	تبلیغ اپنے گھر سے شروع ہوتی ہے۔اس لئے اپنے گھر والوں کو بُرائی سے روکتا ہوں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہوں؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	110	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ جانچ کر کتنے نمبر دیتے ہیں
21	اپنی ضروریات کو کم سے کم رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ شعار ہے۔ میں نے بھی اپنی زندگی کی ضروریات کو کم سے کم کر دیا ہے؟	15	
22	کم کھانا، کم سونا، کم بولنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں۔ میری بھی یہی عادات ہیں؟	15	
23	لالچ ایثار کے الٹ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ ایثار کرنے والے تھے۔ میں بھی اس کے لئے پوری کوشش کرتا ہوں؟	10	
24	بُرائی کو برداشت کرنا، اس کیساتھ مفاہمت کرنا اسلام میں سخت معیوب ہے۔ اس لئے بُرائی کا ساتھ نہیں دیتا ہوں۔	10	
25	اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنھم نے اپنی زندگیاں اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے وقف کر دی تھیں۔ میری زندگی کی ترجیح بھی یہی ہے؟	10	
26	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے یہ زندگی مانند جیل اور آخرت مانند آزادی ہے۔ کافر کے لئے آخرت جیل ہے اور دُنیا آزادی ہے۔ اس لئے مومن موت سے نہیں گھبراتا۔ میں اسے دل سے مانتا ہوں اور اس پر عمل کرتا ہوں؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	70	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
27	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین اور صادق تھے۔ اس لئے میں جھوٹ نہیں بولتا اور کسی کام میں خیانت نہیں کرتا۔	20	
28	مال کی طمع جمع کی حرص سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نفرت تھی۔ اس لئے ان سے بچتا ہوں؟	10	
29	آپؐ کے نزدیک **اولوالباب** و رعلماء کا بڑا مقام ہے۔ اس لئے دین کے بارے میں علم، قرآن کریم کی سوجھ بوجھ، حدیث پاک کا علم، فقہ کے مسائل، اسلامی تاریخ سے واقفیت کے لئے مسلسل کوشاں ہوں؟	10	
30	دنیا سے بے رغبتی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا نمایاں کردار ہے۔ مجھے بھی دُنیا سے محبت نہیں؟	20	
	ٹوٹل	60	
	پارٹ II کا کل ٹوٹل	کل نمبر 400	حاصل کردہ نمبر

نوٹ:

1۔ اگر حاصل کردہ نمبر 150 سے کم ہیں تو بڑے خطرہ کی بات ہے۔

2۔ 200 سے جتنے نمبر زیادہ ہیں خوشی کی بات ہے۔

3۔ 300 سے زیادہ نمبر ہیں تو بہت مبارک ہو۔

حصہ سوم

مَا دِیْنُکَ   تمہارا دین کیا ہے؟

(اس بنیادی سوال میں زندگی گزارنے کے متعلق تمام اعمال کا محاسبہ ہے۔ ہمارا دین اسلام ہے جو زندگی کا بہترین دستور ہے۔ ہر طرح کے معاملات اور مسائل کے حل کا طریقہ ہے۔ اگر ہمارے معاملات اس کے مطابق نہیں تو قبر میں پوچھے جانے والے سوال **مَا دِیْنُکَ** کا جواب دینا مشکل ہوگا۔ صحیح جواب وہی دے سکے گا جسکی زندگی کے معاملات دینِ اسلام کے مطابق سرانجام پاتے ہیں رواج کے مطابق نہیں۔ اگر آپ کا سکور 40% سے کم ہے تو بڑے خطرہ کی بات ہے۔ اس لئے اپنے معاملات کو قبر میں جانے سے پہلے ہی ٹھیک کرلیں اسی میں آپ کیلئے بہتری ہے)۔

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ جتنے آپ کو نمبر دیتے ہیں
1	کمزور اور غریب کی مدد کرنا فرض ہے۔ اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں؟	10	
2	انصاف کرتے وقت ہمیشہ حق کا ساتھ دوں گا۔ خواہ مدعی اپنا باپ ہی کیوں نہ ہو؟	15	
3	قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نامہ ہے۔ میری زندگی کا بھی یہی اصول ہے۔	15	
4	اجتماعی اور انفرادی صدقہ جاریہ کے کام اسلام کے اعلیٰ شعار ہیں۔ ان میں حتی الوسع حصہ لیتا ہوں؟	15	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	55	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
5	زکوٰۃ اسلام کا فرضِ اولیٰ ہے جس کی ادائیگی احتیاط اور فکر سے کرنا لازمی ہے۔ میں پوری کوشش کرتا ہوں؟	15	
6	نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل فرض ہے جبکہ محنت اور عقل سے وسائل کا استعمال سنت ہے۔ میری اپنی زندگی اس اصول کے تحت چلتی ہے؟		
7	دھوکہ دہی سے ہمیشہ بچتا ہوں۔	15	
8	مساکین اور بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ان کے روزگار کے لئے انتظام کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور ذمہ داری بھی۔ میں ذمہ داری کو پورا کرنے کرنے کیلئے کوشش کرتا ہوں؟	15	
9	اسلام کی ترقی، احیاء، ترویج اور تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ میں ہمیشہ اس کے لئے مالی، جانی، ذہنی ذرائع کیساتھ کوشاں رہتا ہوں؟	15	
10	مجھے پورا یقین ہے کہ حرام کی کمائی کا رزق روحانی ترقیوں کے لئے زہرِ قاتل ہے۔ حرام کی کمائی کھانے سے بچتا ہوں۔	15	
11	کرپشن اسلام کیلئے ناسور ہے۔ مجھے کرپشن سے نفرت ہے؟	10	
12	راشی اور مرتشی دونوں جہنمی ہیں۔ رشوت یا ناجائز ذرائع سے دوسروں کا حق کھانا کفر ہے۔ الحمدللہ مجھ میں یہ بُرائی نہیں؟	15	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	100	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
13	ہر طرح کا فحش بولنا اور پھیلانا کفر ہے۔ میں اسکی مخالفت کرتا ہوں؟	10	
14	ظلم سے کسی کا حق نہیں کھایا۔ کسی چیز پر ناجائز قبضہ نہیں کیا؟	10	
15	مزدور ہوں یا صاحب، معاہدہ کے مطابق کام کیا ہے؟	10	
16	اپنے بچوں کو ہمیشہ سچ بولنے کی تعلیم دی ہے؟	10	
17	ناپ تول میں بددیانتی تباہی ہے، میں اس گناہ سے محفوظ ہوں؟	10	
18	اپنا کام اپنی پوری صلاحیتوں کے مطابق کرنا اسلام ہے، میں نے احسن طریقے سے اپنی دفتری ذمہ داریوں کو پورا کیا ہے؟	10	
19	نیکی کر کے احسان نہیں جتلایا؟	10	
20	اسلام میں جھوٹی افواہیں پھیلانا، سُنی سنائی باتوں کو بیان کرنا منع ہے۔ میں ایسے نہیں کرتا ہوں۔	10	
21	جھوٹ کی عادت نہیں۔ ہمیشہ سچ بولتا ہوں۔	10	
22	اپنے بچوں کی اخلاقی اور دینی تربیت پر خاص توجہ دی ہے۔	10	
23	طبیعت میں شرم وحیاء اسلام کا اعلیٰ شعار ہے۔ لباس اور بات چیت میں حجاب لازم ہے۔ میں نے اس پر عمل کیا ہے۔	10	
24	غیر محرم مخالف صنف کیساتھ گھل مل جانا اسلام منع کرتا ہے۔ میں اسے ہرگز پسند نہیں کرتا ہوں۔	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	120	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
25	ہر طرح کی حرام غذاء، مکروہات اور نشہ آور چیزوں سے بچتا ہوں۔	10	
26	جوا، لاٹری اور ہر طرح کا سٹہ حرام ہے۔ میں نے ان میں کسی میں بھی حصہ نہیں لیا؟	10	
27	ہمیشہ ہمسائیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کی دلجوئی کی ہے؟	10	
28	میرے کردار اور گفتار میں کوئی فرق نہیں؟	15	
29	عہد و وفائی اسلام میں لازمی شعار ہے۔ میں عہدوں کی پابندی کرتا ہوں؟	15	
30	تحقیق کے بغیر محض شک کی بنا پر کبھی بھی کسی کو سزا نہیں دی؟	10	
31	غیبت بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لئے غیبت سے ہمیشہ بچتا ہوں؟	10	
32	دیانت داری اسلام کا ایک اہم ترین شعار ہے۔ دیانت میرا طریقہ ہے؟	10	
33	دوسروں کے راز فاش کرنا گناہ ہے۔ میں جانتے ہوئے بھی دوسروں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہوں؟	10	
34	ہمیشہ سچی اور حق کی گواہی دیتا ہوں۔ غلط کاموں کی حمایت نہیں کرتا ہوں؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	110	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
35	معاملات میں دوغلا نہیں۔ معاملات کرتے وقت شرماتا نہیں بات کھول کر کرتا ہوں؟	10	
36	سخت ضرورت کے باوجود بھی کبھی چوری نہیں کی۔	10	
37	میاں بیوی کی حیثیت سے ایک دوسرے کی عزت، خوشی اور ضروریات کا مانگے بغیر خیال رکھتے ہیں؟	10	
38	ہمیشہ دوسروں کو سلام میں پہل کرتا ہوں؟	10	
39	اپنے عزیز و اقارب کا غریب، امیر کے امتیاز سے بالاتر ہو کر ہمدردی اور محبت کا سلوک کرتا ہوں؟	10	
40	صدقہ و خیرات کرتے وقت اچھی چیزوں کی خیرات کرتا ہوں؟	10	
41	میاں بیوی کی حیثیت ایک دوسرے کے رشتہ داروں کی قدر کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے والدین کی خصوصاً عزت کرتے ہیں؟	10	
42	اسلام میں ہمسایہ کا بہت حق ہے۔ اپنے ہمسائیوں کے آرام کا خیال رکھتا ہوں۔ ان سے دوستی کا تعلق رکھتا ہوں؟	10	
43	حسد سے مجھے نفرت ہے۔ دوسروں کے لئے وہی چاہتا ہوں جو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہوں؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	90	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
44	بھلائی کرنے سے خوشی ہوتی ہے۔بُرائی سے وحشت ہوتی ہے۔اچھی باتوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہوں؟	10	
45	دوسروں کیساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوں۔سخت الفاظ کا نرمی سے جواب دیتا ہوں؟	10	
46	بدلہ لیتے وقت حدود سے تجاوز نہیں کرتا ہوں۔	10	
47	وقت ضائع کرنیوالے مشاغل مثلاً ٹیلی ویژن، ریڈیو، فضول گپ شپ، پارٹیاں وغیرہ سے احتراز کرتا ہوں؟	10	
48	لوگوں پر احسان کرتا ہوں لیکن احسان جتاتا نہیں۔	10	
49	عملی طور پر اپنے ماحول کی صفائی کا خیال رکھتا ہوں؟	10	
50	مساکین اور یتیموں کی خبر گیری کرتا ہوں۔ان کی ضرورتوں کا مداوہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں؟	10	
51	گھر ہو یا دفتر اپنے فرائض پوری تندہی اور دیانتداری سے ادا کرتا ہوں؟	15	
52	جنازہ میں خوش دلی اور کوشش سے شامل ہوتا ہوں؟	10	
53	محلہ کی مسجد کے معاملات چلانے میں حصہ لیتا ہوں؟	10	
54	انسانوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔میری زندگی انسانیت کی بھلائی کے کاموں میں لگی رہتی ہے؟	15	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	120	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
55	مقدور بھر باہمی محبت اور امن کے لئے کام کرنا، صلح کرانا، نفرتیں دُور کرنا ہر مسلمان کا شیوہ ہے۔ میرا مطمع نظر بھی ہے؟	10	
56	راستہ سے کانٹا بھی اُٹھا دینا کسی دوسرے کو دُکھ سے بچا سکتا ہے۔ میں ایسی چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا بہت خیال رکھتا ہوں؟	10	
57	کینہ پروری، دل میں دشمنی رکھنا اسلام کے نزدیک بڑے گناہ ہیں۔ میں اس بُرائی سے بچا ہوا ہوں؟	10	
58	اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دینا مومن کی بڑی صفت ہے۔ جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے انہیں معاف کرنے میں مجھے خوشی ہوتی ہے؟	10	
59	شیطان لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کے کاموں سے خوش ہوتا ہے۔ جبکہ لوگوں میں صلح کروانا، گھر بسانا، محبتیں پھیلانا، ٹوٹے دلوں کو خوش کرنا اعلیٰ اسلامی شعار ہیں۔ میں ایسی باتوں میں مستعد رہتا ہوں؟	10	
60	اسلام میں مہمان اور دوستوں کی خاطر تواضع بڑے نیکی کے کام ہیں، مجھے مہمان نوازی سے بہت خوشی ہوتی ہے؟	15	
61	لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنا، انہیں روزگار پہ لگانا اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے کاموں میں حصہ لینے سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے؟	15	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	80	

نمبر شمار	اپنے آپ سے سوال	زیادہ سے زیادہ نمبر	آپ اپنے آپ کو کتنے نمبر دیتے ہیں
62	فحش اور بے حیائی کی باتوں کو کھلے بندوں اپنے سامنے ہوتے دیکھنا، ان میں حصہ لینے کے حامل ہے۔ میں معاشرہ میں فحش کو روکنے کے لئے ہمیشہ مستعد ہوں؟	15	
63	کسی بھولے کو راہ پر لگا دینا۔ اچھی بات سمجھا دینا۔ صحیح راستہ دکھا دینا اسلام ہے۔ میں ایسی باتوں کے لئے کوشاں رہتا ہوں؟	10	
	اس صفحہ کا ٹوٹل	25	
	حصہ سوم کا کل ٹوٹل	کل نمبر 700	حاصل کردہ نمبر

نوٹ:

1۔ اگر حاصل کردہ نمبر 250 سے کم ہیں تو بہت خطرہ کی بات ہے۔

2۔ اگر 350 سے زیادہ نمبر ہیں تو خوشی کی بات ہے۔

3۔ اگر حاصل کردہ نمبر 500 سے زیادہ ہیں تو آپ مبارک کے مستحق ہیں۔

مجموعی نتائج

آپ نے مَنْ رَبُّكَ، مَنْ نَبِيُّكَ، مَا دِيْنُكَ سوالات جو قبر میں ہر ایک سے پوچھے جائیں گے، ان سے متعلقہ مندرجہ بالا تینوں امتحانی پرچے ہمارے ایمان اور اعمال کے حال کی عکاسی کے لئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جدھر جدھر اپنے آپ کو کمزور پائیں وہاں خبردار ہو جائیں۔ یعنی یہ جسم، دل اور روح کی بیماریوں کو موت سے پہلے پکڑنے کا تجزیہ ہے تا کہ ابھی کچھ کر لیں۔

ہم ہر حصہ کے آخر میں حاصل کردہ نتائج پر تجزیہ کرتے آئے ہیں لیکن مجموعی حیثیت میں

آپ کا کیا مقام ہے، اسے جاننا بھی ضروری ہے؟ کل نمبر 1500 ہیں۔ اگر آپ کا سکور 400 سے کم ہے تو یہ خطرہ کی گھنٹی ہے۔ ابھی سے سنبھل جائیں اور جس شعبہ میں کمزوری ہے محنت کر کے اُس میں بہتری پیدا کریں۔ اگر آپ کا اسکور 750 سے زیادہ ہے تو یہ اطمینان کی بات ہے۔ انشاء اللہ آپ وہاں بھی کامیاب ہونگے۔ اگر آپ کے حاصل کردہ ٹوٹل نمبر 1000 سے زیادہ ہیں تو بفضلِ حق تعالیٰ یہ بہت اچھی حالت ہے۔ **ماتوفیقی الا باللہ** ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ڈرتے رہیں کہ وہ ہمیں شیطان کے وسوسوں سے بچا کر رکھے۔

البتہ اگر نمبر کم بھی ہیں تو بھی مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے ان بندوں کو بھی جن سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں معافی کی نوید سناتا ہے۔ فرمایا:۔

> "اے نبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم بتادیجیے (لوگوں کو) اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ یقیناً اللّٰہ تعالیٰ سارے کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔ وہ غفور الرحیم ہے"۔ (سورۃ الزمر آیت 23)

اس لئے زندگی کو غنیمت سمجھیں اور مرنے سے پہلے پہلے اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ سے معاف کروائیں۔ وقت نزع سے پہلے ہر وقت معافی مانگنے کا وقت ہے۔ چونکہ مہلت کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سجدہ میں سر رکھ کر اپنے دل سے سچی توبہ کرلیں اور اس کے بعد گناہ کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھیں۔ ضرور معافی ملے گی۔ سورۃ ھود، آیت 114 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

> "کہ بے شک نیک کام مٹادیتے ہیں بُرے کاموں کو"۔

لہٰذا اگر کسی پہلو کمزوری بھی ہے تو کسی اچھے عمل کی عظمت اس کی کو پورا بھی کرسکتی ہے۔

ضرورت صرف یہ ہے کہ مومن اپنے مہربان رب کی طرف مسلسل چلتا رہے، برابر محاسبہ کرتا رہے اور نیکی کی طرف کوشاں رہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر آج نہیں کریں گے تو پھر کس موقع پر کریں گے؟ اس سلسلہ میں سورۃ التکاثر کا پیغام نہایت قابلِ غور ہے۔ فرمایا:۔

"غافل رکھا تمہیں کثرت کی ہوس نے O یہاں تک کہ قبروں
میں جا پہنچے O ہاں ہاں (وہاں پہنچتے ہی) تم جان لوگے
(کہ حقیقت کیا ہے؟) O ہاں ہاں پھر (تمہیں اپنی کوششوں کا
انجام بھی) بہت جلد معلوم ہو جائیگا O اگر تم (دنیا میں)
اپنے اس انجام کو یقینی طور سے جانتے (تو ہرگز ایسا نہ کرتے)
O تم (اپنی بداعمالیوں کے سبب عالم برزخ میں) دوزخ کو
دیکھ کر رہو گے O پھر یوم الحساب کے بعد تم اسے یقین کی
آنکھ سے دیکھ لوگے O اس دن تم سے ضرور سوال ہوگا جملہ
نعمتوں کے بارے میں O

"اے اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ پر رکھ اپنے انعام یافتہ بندوں کی راہ پر۔ نہ کہ ان کی راہ جن سے تو ناراض ہوا اور نہ ہی ان کی جو گمراہ ہوئے"۔ آمین

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

جولائی 2011 اسلام آباد

BOOKS ON ISLAM & SCIENCE

BOOKS ON ISLAM and Science WITH REFERENCE TO THE MODERN DISCOVERIES AND CONTEMPORARY PROBLEMS BY THe NUCLEAR SCIENTIST,Eng, **SULTAN BASHIR MAHMOOD** (Sitara-e-Imtiaz), FORMER DIRECTOR GENERAL PAKISTAN ATOMIC ENERGY COMMISSION.

(1) کتابِ زندگی: (قرآن کریم کی سائنٹیفک تفسیر، سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ سورۃ آلعمران)

کلام اللہ کے معجزانہ مضامین کی مدلل سائنسی تفسیر جو اپنی مثال آپ ہے۔ مختلف مسالک کے علماء کرام نے قرآن کریم کو جدید معلومات کی روشنی میں سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے مصنف کی اس کوشش کو بے مثل قرار دیا ہے۔ یہ تفسیر واقعی ثابت کرتی ہے کہ جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کی ابتداء ہے اور قرآن کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ اس سے بہتر کوئی رہنمائی نہیں۔ بلا مبالغہ جدید ذہن کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے پہلے ایسی تفسیر سامنے نہیں آئی۔ جس میں بہت سادہ الفاظ میں مشکل سے مشکل حقائق کو نہایت مدلل اور متاثر کن انداز میں بیان کردیا گیا ہو۔ (صفحات 575، سائز "7"x10) Rs.600/-

(2) THE SPIRIT OF THE HOLY QURAN

In the light of the contemporary scientific knowledge and problems, this book is the translation and scientific interpretation of the last 41 Surhs of the Holy Quran, from Al-Muddathir to An-Naas. It is a truly unique book to understand the message of the Divine Revelation, and enhance faith in Allah Subhana - Hu, reality of the Doomsday and state of Life after Death. (Page 473, Size 7"x10") Rs.600/-

(3) قیامت اور حیات بعد الموت

یہ کتاب قرآن کریم، احادیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس کی روشنی میں کائنات کے آغاز سے انتہا تک کے بڑے بڑے واقعات، مومن کے فلسفہ حیات، زندگی، موت، جسم، نفس، روح، ملائکہ، جنات کے حقائق، عالم قبور، عالم برزخ، قیامت، آخرت، یوم الدین، جنت اور دوزخ کے حالات پر مصنف کی 20 سالہ تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ جس کے متعلق ہزاروں پڑھنے والوں کی رائے ہے کہ یہ کتاب انسان کے زمان و مکان میں سفر پر محققانہ، مدلل اور حقائق و تجربات پر مشتمل ایک ایسا کلاسک کام ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اس کا مطالعہ اُن سب کے لئے ضروری ہے جو زندگی اور آخرت کو سمجھنا چاہتے ہیں اور حیات بعد الموت میں کامیابی سے داخل ہونا چاہتے ہیں۔ (صفحات 446، سائز 7"x10") Rs.600/-

(4) DOOMSDAY AND THE LIFE AFTER DEATH

This book is a treatise on the secrets of Life and the Life Hereafter, Doomsday, Jannat and Jehannam in the light of the Holy Quran and Modern Science. This is a reader-friendly book in English. Insha - Allah, study of this unique book will enrich your lives tremendously.It is truly a logical episode of our own life from eternity to eternity . (Page 287, Size 5"x8") Rs.300/-

(5) تلاش حقیقت

حقیقت کی تلاش کس کو نہیں ہے؟ مصنف نے اپنے سائنسی انداز میں انسانی سفر کی اس کہانی کو جس سادگی کے ساتھ پیش کیا ہے وہ حیران کن ہے۔ ہر عام فہم آدمی اس مختصر کتاب سے زندگی کے نہایت گہرے رازوں کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔ کائنات کیا ہے؟ اس کا آغاز اور انجام کیا ہے؟ انسان کا اس میں کیا مقام ہے؟ اُس کے سامنے کیا منازل ہیں اور وہاں تک وہ کیسے پہنچ سکتا ہے؟ تقدیر کیسے کام کرتی ہے؟ ہم کہاں تک آزاد ہیں اور کہاں تک پابند؟ اللہ تعالیٰ کی شان کا ادراک، زمان و مکاں کی حقیقت، عالم برزخ، جنت، عرش، جہنم کہاں ہیں؟ ایسے وقیع سوالات کا جواب اس کتاب میں ملے گا۔ اس کتاب میں مصنف نے ذکر، فکر اور تسخیر کے حوالے سے جس طرح مومن کی شان کی تعریف کی ہے اس کا سمجھنا آج کل کے مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس سے نہ صرف روحانی تسکین ہوتی ہے بلکہ بہت سی اُلجھنیں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ (صفحات 208، سائز 5"x8") Rs.200/-

(6) THE IRREFUTABLE CHALLENGE OF REALITY

This book provides Irrefutable evidence of nature about the Ultimate Reality of Allah; and helps to build faith in Him. The Scientific and Mathematical challenges of the Holy Quran mentioned in this book are simply mind boggling, in the face of which every right minded person cannot but accept it as the true Revelation from the Creator of the worlds; and Islam as the Universal Religion for all mankind. (Page 163, Size 5"x8") Rs.200/-

(7) الفوز العظیم (اللہ تعالیٰ کے ولی کی گائیڈ بک)

مصنف کی یہ کتاب قرآن کریم، منبعِ خیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی تصوف کے حوالے سے اُن کے سائنسی اور صوفیانہ انداز میں واضح کرتی ہے کہ عظیم ترین کامیابی کیا ہے؟ رب کائنات سے دوستی کیسے ہو سکتی ہے؟ دُنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے زندگی کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں؟ اولیاء اللہ کے اوصاف اور ان کی پہچان کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے آپ کو عملی طور پر کیا کرنا پڑے گا، ہم کس مقام پر کھڑے ہیں آگے بڑھنے کے لئے کیا کرنا ہوگا؟ گویا زندگی کو قیمتی بنانے کے لئے اور حقیقی تصوف کو جاننے کے لئے یہ ایک یکتا کتاب ہے۔ کتاب کے آخر میں قبر میں پوچھے جانے والے سوالوں، تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا رسول کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ کی تیاری بھی کروائی گئی ہے۔ (صفحات 202، سائز "5"x8) Rs.200/-

(8) THE MIRACULOUS QURAN, A CHALLENGE TO SCIENCE & MATHEMATICS

This is an account of some of the greatest scientific facts about the Universe and human beings, first pointed out in the Holy Quran long before their discovery by the modern science. It is also the account of some of the mind-boggling mathematical miracles which could have been verified in this computer age only, posing the soul searching question, "Who could be the author of this Book other than The Creator Himself?" (Page 104, Size 5"x5") Rs.100/-

(9) مندرجہ بالا کتاب کا اردو ترجمہ بھی میسر ہے۔ Rs:100/-

(10) چیلنج (کوئی خدا نہیں مگر اللہ)

ارض و سما کی پہلی اور آخری حقیقت لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه ہے نظر نہ آنے والے ایٹم سے لے کر ہمارا شمسی نظام اور کہکشائیں، غرض ہر ایک شے اور ہر ایک نظام اپنے خالق اور مالک کے ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ انسانی حواس، عقل و شعور، دلائل اور سائنس، سبھی راستوں کی منزل وجود باری تعالیٰ ہے۔ مخلوق کے لئے اپنے خالق کو سمجھنے کے لئے نہایت سادہ زبان میں یہ ایک شاندار تحقیقاتی کام ہے۔ (صفحات 24، سائز 5"x8") Rs.30/-

(11) النباء العظیم: قیامت سر پر ہے

سب لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کے بارے میں صحیح پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک راز ہے جس کو راز میں رکھنا اس کی مصلحت ہے۔ البتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت سے پہلے کے حالات اور واقعات کو ایک ایک کر کے تفصیلاً بیان کر دیا تھا۔ ان میں سے تقریباً 80 فیصد واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔ اس سے ایک پُر تجسس محقق قیامت کی آمد کے بارے میں قرآن و حدیث اور سائنس کی روشنی میں کچھ اندازہ لگا سکتا ہے۔ مصنف کی یہ مختصر کتاب آج کے سائنسی دور کے حوالے سے ایک لاجواب تحقیقاتی کام ہے جس سے معلوم ہوگا کہ قیامت واقعی بہت قریب پہنچ چکی ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ (صفحات 71، سائز 5"x8")

Rs.50/-

(12) THE PERFECT MAN

His Personality, Manners & Leadership Qualities.

(Page 113, Size 5"x8") Rs.250/-

(13) SURAH Al FATIHA

SURA FATIHA is the most recited Surah of the Holy Quran, billions of times daily. Thus every Muslim must know its meanings in depth. This book is to meet this need.It is translation and scientific interpretation / explanation of the opening chapter of the Holy Quran, a valuable reading to reach to the Spirit of Divine Revelation. You will truly marvel at the depth of meanings of this wonderful Surah. (Page 42, Size 5"x8") Rs.50/-

(14) قرآن پاک ایک ابدی معجزہ

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا امر ہے اس کے نور میں سے ایک نور ہے۔ دُنیا کے ہر دور کے انسان کے لئے صحیح ہدایت، زندگی کی رہنما گائیڈ (Road map for Life) اور سب سے بڑی روحانی طاقت ہے۔ آج کا دور اسلام اور مسلمانوں، دونوں کے لئے چیلنج کا دور ہے اس دور میں قرآن کریم کی عظمت کو دُنیا پر واضح کرنا ہمارا فرض ہے۔ زیر نظر کتاب اس مشن کے سلسلہ میں ایک مدلل سعی ہے اور جدید تہذیب کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے متعلق ایک زبردست دلیل ہے جس کے پیغام اور سائنسی معجزات کے سامنے انسانی عقل حیران و حیرانی ہے اور سارے متعصب لوگوں کے ہر عقل سلیم والا اس کی سچائی کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (صفحات 208، سائز "5"x8)

Rs.200/-

(15) ماورے: (انسان کی طبیعیاتی اور مابعد طبیعیاتی حقیقت)

موت اور حیات بعد الموت کے انکشافات و مسائل پر ایک یکتا کتاب اور محققانہ کام ہے۔ یہ سوالات مثلاً روح کیا ہے؟ جسم، زندگی، روح اور نفس میں کیا فرق ہے؟ زندگی اور موت کی حقیقت کیا ہے؟ کیا انسانی زندگی بڑھ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرب کیسے حاصل کیا جاتا ہے؟ روحانی ارتقاء کے لئے کیا کیا جائے؟؟ اس زندگی سے پہلے کیا تھا، بعد میں کیا ہوگا؟ کامیاب کون، ناکام کون؟ ماورے مخلوقات مثلاً ملائک، جنات، بھوت کیا ہیں؟ جیسے سوالات کے جوابات، وحی الٰہی اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں مدلل طور اس کتاب میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کائنات کی حقیقت کے ادراک اور سائنسی ماورائی حقائق کو سمجھنے کے لئے یہ بے مثل کتاب ہے۔ (صفحات 304، سائز "7"x10) -/Rs.400

(16) THE FUTURE OF MANKIND MUHAMMAD (PBUH)

This book is a comprehensive biography of the greatest of the mankind, the Last Messenger of Allah , Benefactor of the worlds (PBUH). It is especially written for the busy people, students, scholars and intellectuals, Muslims and non-muslims alike to help to fashion our lives on the glorious footsteps of the ideal Human being (Pages 276, Size 5"x8") Rs.400/-

(17) داڑھی مبارک

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر داڑھی والے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد کے چہرہ پر یہ فطری حُسن ہے لیکن آج بہت سے مسلمان، رواج سے مغلوب یا ذہنی طور پر بے دین عناصر کے سامنے مغلوب، طرح طرح کی تاویلات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مبارک سنت کی علی الاعلان یا نا عمداً مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن دین رسم نہیں جو اکثریت کی رائے یا طریقے سے بدلا جاسکے، اس لئے غیر مسلموں کا پراپیگنڈہ یا مسلمانوں کی بے راہ روی یا اسلام کے نام نہاد دانشوروں کی سوچ اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت کو کم نہیں کر سکتی۔ یہ کتاب داڑھی مبارک کی سنت کے تمام روحانی اور جسمانی پہلوؤں پر سائنسی انداز میں معلومات کا خزانہ ہے۔ (صفحات 64، سائز "5"x8)

Rs.60/-

(18) COSMOLOGY AND HUMAN DESTINY

This book is thorough scientific study of the impact of the happenings, particularly the sun spots in the sun on the happenings over the earth. The book was originally published in 1995 and since then rules about, why events happen on earth, postulated here in have stood the test of time. It is a scientific guide to plan and care for your own future and sheds light on the future events, wars, natural disasters, climates changes etc with reference to activity of sunspots and storms in the Sun.An original research work which deals with our daily life happenings also to help us make vital decisions about our family life, children, business and political choices etc . (Page 200, Size 5"x8") Rs 500/-

(19) THE CHALLENGE OF REALITY

This book provides scientific evidence of nature about the Ultimate Reality of its Creator Allah Subhana-hu, helping us to develope our perceptions and understanding about him through His creations. It answers multitudes of questions about God in the most logical manner. It also clarifies where man stands in His

scheme of things? It discesses, what the spirit of Islam is, and why is it the Universal religion for mankind? It also presents a unique Personality Test to judge our own rating with reference to Islamic velues. (Page 104, Size 5"x8") Rs.100/-

(20) مندرجہ بالا کتاب کا اردو ترجمہ بھی میسر ہے۔ Rs:100/-

(21) CHILDREN RHYEMES

This is a new book of Children Rhymes composed with reference to the nature of children and also to help them learn while singing rhymes concepts of character building. These are thought provoking children rhymes in order to inculcate habits of research, creativity and moral values. Because of their educative value and innovative approach many schools have prescribed this book in their nursery classes. (Page 50,in colour Art paper, Size 5"x8") Rs.200/-

(22) My First book of A B C

(23) My Second book of A B C

These two books are english primers for nursery to class one children. They have been specialy designed to enhance creativity, original thinking, and to learn moral values in the natural way.These books automatically develope in children love of Allah and also basic knowledge of Islamic symbols. Rs.150/-

(24) The Quranic Education System(The Quest)

This book provides foundations to establish schools to develop the natural abilities of children to become

productive, creative honest, truthful, God - fearing human beings of strong personaliry according to the ideals propounded by the Last Messenger of Allah, Muhammad,(PBUH). Rs.75/-

(25) کیمیائی، بیکٹیریائی اور ایٹمی ہتھیاروں کی تباہی سے بچاؤ کے لئے حفاظتی تدابیر:

جدید تباہ کن ہتھیاروں مثلاً ایٹم بم، کیمیائی اور بیکٹیریائی حملوں کے اثرات سے بچنے کے لئے عوامی سطح پر حفاظتی تدابیر (Civil Defence Measures) کا حاصل کرنا ناگزیر ہے۔ زیرِ نظر کتاب اسی موضوع پر غالباً اردو میں پہلی کتاب ہے۔ اس میں عوامی سطح پر ایٹم بم، کیمیائی بم، حیاتیاتی بم اور دیگر انتہائی مہلک ہتھیاروں کے خطرناک اثرات سے بچاؤ کے لئے حملے سے پہلے اور بعد میں لازمی حفاظتی اقدام اور تدابیر کی گئی ہیں۔ ساتھ ساتھ محفوظ حفاظتی پناہ گاہوں کے ڈیزائن اور بلڈنگ کوڈ کے لئے رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں۔ مہلک ایٹمی شعاعوں اور کیمیائی زہروں سے بچاؤ اور زخمیوں کی دیکھ بھال اور کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق ہنگامی حالات میں ایسی ایسی حفاظتی تدابیر بتائی گئی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر لاکھوں جانیں بچ سکتی ہیں۔ عوامی سطح پر ان تمام احتیاطی تدابیر (Civil Defence Measures) کا جاننا لازمی ہونا چاہیے۔ یہ حفاظتی تدابیر عام جنگی حالات میں بھی یکساں فائدہ مند اور موثر ہیں۔ مغربی ممالک ان اقدام اور تدابیر کو دفاعی تیاریوں کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں انہیں نصابی مضمون کا درجہ حاصل ہے۔ ہمارے ملک میں عوامی سطح پر ایسی معلومات کا فقدان ہے۔ انشاءاللہ یہ کتاب اس کمی کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ (صفحات 175، سائز "5"x8) -/Rs.300

(26) MISSION OF A TRUE BELIEVER

Pages:216 Rs.400/-

(27) قرآن پاک ایک ابدی معجزہ، سائنس اور ریاضی کے لئے ایک چیلنج

یہ کتاب انسان اور کائنات کے بارے میں کچھ ایسی اہم حقیقتوں کو بیان کرتی ہے جن کا ذکر قرآن کریم میں چودہ صدیوں سے زائد عرصہ پہلے آیا جب کہ جدید سائنس اُن پر آج پردہ اُٹھا رہی ہے۔ قرآن کریم اپنے اندر کچھ ایسے حیران کن حسابی کلیے بھی

سموئے ہوئے ہے جن کو صرف موجودہ دور کے تیز ترین کمپیوٹر ہی تجزیہ یا حل کر سکتے ہیں۔ اِن مندرجات کو پڑھتے ہوئے یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ کوئی دوسرا اس کتاب کا مصنف ہو سکتا ہے۔ قیمت -/100

(28) اسلام کا ہمہ گیر نظامِ صحت اور فطری طریقہ علاج

"مقصد یہ ہے کہ اوّل تو آپ بیمار نہ ہوں اور اگر ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا، ضروری پرہیز، مناسب غذا اور سادہ و قدرتی ادویات کے استعمال سے صحت مند ہو جائیں۔ اس نظام کی بنیاد اسلام کے حفظانِ صحت کے اصول حلال اور حرام میں تمیز، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھانے پینے کے بارے میں ہدایات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ علاج اور اسلامی نظامِ طب پر صدیوں سے آزمائے ہوئے فطری نسخہ جات ہیں۔ جسے سیکھ کر آپ بیماری کے آغاز ہی میں علاج شروع کر کے دوبارہ صحت مند ہو سکتے ہیں۔ اسلامی نظامِ صحت فطری، محفوظ، کم خرچ بالا نشین اور موثر طریقہ علاج ہے۔ یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے۔ اپنی اور اپنے خاندان کی اچھی صحت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوگا۔

صفحات 442 -/Rs.600

(29) پوجا پاٹ نہیں اقیموالصلوٰۃ۔۔۔

ہماری نمازیں کیوں بے اثر ہیں؟ ہماری دُعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ کیا ہم اُن میں سے ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○** زیرِ نظر کتاب اِن سوالوں کا جواب ہے تا کہ ہم اپنی نمازوں کی روح تک پہنچ سکیں اور اِن کی برکات سے دُنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر سکیں اور ہماری نمازیں قبول ہوں۔ صفحات:158۔ -/Rs.150

(30) عظیم لوگوں۔۔۔کا۔۔۔عظیم مُلک پاکستان -/Rs.30

مسائلستان کیسے بن گیا؟ بحرانوں کا حل -/Rs.30

(31) راہِ نجات -/Rs.50

پبلشر: دار الحکمت انٹر نیشنل

A-60 ، ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد

Tel: 051-2282058-2264102,0335-5477723

E-mail:-sbmahmood1213@yahoo.com

www.facebook.com/Darulhikmat.Tehreekenoor

Web:- www.darulhikmat.com

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَام

ھولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن

ھولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا مقصد یہ ہے کہ کتاب اللہ کے نور سے اپنے دلوں کو روشن کیا جائے اور دنیا کو جگمگا دیا جائے۔ آج اگر 100 میں سے 25 آدمی کلمہ شہادت کا اقرار کرتے ہیں تو اکیسویں صدی کے آخر تک زیادہ نہیں تو کم از کم آدھی انسانیت تو اس بات کی شہادت دے کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں"۔ اس عظیم مشن کی خاطر "ھولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن" کے رفقاء دلائل اور علمی ذرائع سے اسلام کی حقانیت کو دنیا پر واضح کر رہے ہیں۔ اسی کی خاطر وہ پاکستان کو ایک مضبوط اسلامی، شورائی، فلاحی مملکت دیکھنا چاہتے ہیں جو دورِ جدید میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ایک مثال ہو۔ اُن کے سامنے سورۃ الرعد، آیت 40 میں دیا گیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پیشِ نظر ہے۔ **فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ** "پس تم پر (تمام انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو) پہنچانا ہے اور ہم پر حساب لینا ہے"۔ ایک انسان دوسرے انسان کی سب سے بڑی خدمت بھی یہی کر سکتا ہے کہ اُسے جہنم میں گرنے سے بچا لیا جائے۔ حدیث پاک ہے "اگر آپ کی کوششوں سے ایک آدمی بھی راہ ہدایت پا لے تو اس کا اجر دنیا کے تمام خزانوں سے زیادہ ہے"۔

محترم بھائیو اور بہنو : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ○ هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ○

"وہ (اسلام کے مخالفین) چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو ○ وہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔ (سورۃ التوبہ، آیت 33 - 32)

"ہولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن" اس فرض کی تکمیل میں آپ کو شمولیت کی دعوت دیتی ہے۔ آیئے اکٹھے ہو کر اپنے قلوب کو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور کریں اور کفار جن کی یہ کوشش ہے کہ یہ نور بجھ جائے اُن کا کام بنا دیں۔

مندرجہ ذیل ممبر شپ فارم کے مطابق اپنے ارادہ اور تعاون کا اظہار فرمایئے۔

ممبر شپ فارم ہولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن

میں "ہولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن" کے پیشِ نظر روحانی، علمی اور عالمی تبلیغی مقاصد سے متفق ہوں، بین الاقوامی طور پر اسلام کو سائنسی دلائل، تحقیق اور ابلاغ کے جدید ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے رُوشناس کرانا اپنا فرض سمجھتا ہوں، مسلمانوں میں اتحاد، غیر مسلم کی تالیفِ قلوب اور نو مسلم کی بحالی کے لئے رضائے الٰہی کے مطابق اپنے فرض کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔ اسلامی معاشرہ میں تفرقات کو ختم کرنے اور مساجد کے مرکزی کردار کے احیاء کی حمایت کرتا ہوں۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ کے فرمان کے مطابق اپنے رب کا ذکر بلند کرتا رہوں گا۔ انشاء اللہ۔ اِن مقاصد کے حصول کے لئے میں "ہولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن" میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

نام -- عمر ------------------

تعلیم ------------------------ شعبہ / پیشہ / کام / تجربہ ------------------

سکنہ (ایڈریس) --

ٹیلیفون ---------------------------- ای میل ----------------------

دستخط -------------------------

ہولی قرآن ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن

ہیڈ آفس: چیئرمین سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)

محترمہ فاطمہ حمید صاحبہ (ایگزیکٹو ڈائریکٹر)، محترم منصور صادق صاحب (ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن)

محترم کرنل غلام شبیر اعوان (رکن مجلس عاملہ)، میڈم معائزہ غزنوی صاحبہ (رکن مجلس عاملہ)

A-60، ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد

ای میل sbmahmood1213@yahoo.com ویب سائیٹ www.darulhikmat.com فون نمبر 051-2282058

لاہور آفس: انجینئر طارق مسعود صاحب۔ 0300-9499189، ہاؤس نمبر 259، بلاک F-1 واپڈا ٹاؤن، لاہور

محمد اسلم خان صاحب۔ 0322-4078893، 114-E-1 واپڈا ٹاؤن، لاہور

کھاریاں آفس: حاجی رضا احمد صاحب 0300-9512757، ہاؤس نمبر 225، سٹریٹ نمبر 6، فتح جنگ کالونی، کھاریاں، ضلع گجرات